

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226547

UNIVERSAL
LIBRARY



۱۰۹

مَنَاسِبُ الْعَرَبِ فِي الْحَبَرِ وَالْأَدَبِ
الْقُرَشِ
لَمَرْتَر
جَزَائِر

Editor —

Mohammad Ali Raunaq.

Annual Subscription Rs. 3/- Single Copy Annas 4.

رمضان و شوال ۱۴۵۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنوری فروری ۱۹۳۳ء

القریش

جلد ۱۵ نمبر ۱ و ۲

تحفہ نوروز

رفیقہ فخر جناب شیخ غلام حسین صاحب کرمہ لعلی

آنسریں بہت کم زبانِ القریش
دستی درنا مساعد حالِ شانِ القریش
ایں قدر پاک است اندازِ بیانِ القریش
شستہ از کوثر و زمزم زبانِ القریش
وائے بربڑے کماز غفلتِ شعاری اے خویش
نغمہ دست ہر آہ و فغانِ القریش
از مسیحائی خود واقف اگر بودے دے
از من بیچارہ با او ہم نوا پیغام دہ
آشک با از چشم رونق می چکد و جلیق او
باید ت فکر حیاتِ جاودانِ القریش
پاشکستہ جلادہ نگین دور منزل ک خدا
من چہ گویم با تو جز ایں داستانِ القریش
از دل رونق بخیزد چوں عمل را دعوتے
یک نگاہ رحمتے بر کاروانِ القریش
از تم خورد زندہ ترکے جہانِ القریش
لے خدا البتہ گویند کافرانِ القریش

خواستم چوں بہر سال نویشا کر تحفہ

فکر او آرد پیشم ارمانِ القریش

(شاکر مہدی)

دُعا

تیسری مرضی ای خدا سرور کر بخور کر
 وادئی سینا میں ظلمت ہو رہی ہی خیمہ زن
 قصہ دارورسن میں آج وہ گرمی نہیں
 تشنہ پیغام ہی فطرت کا حسن لازوال
 میری ساری عمر کا حاصل یہی آئسو ہے ایک
 لغمہ راز زندگی ہے اسکی آواز شکست
 کھائے جاتا ہے مجھے ہر دم خیال اندمال
 حُسنِ عریاں کی میں سب ٹینگیاں مثلِ سراب
 کیفیت کچھ ساغر و صبا و مینا میں نہیں
 تیرہ ترصیہونیت کی گردی ہے رنگِ شام
 ہو رہا جوئی تری ہی انتہائے آرزو
 فتنہ الحاد ہے اسلام ہے شیطان ہے

قلبِ اکرمشبت گل ہے جلوہ برقِ عمل
 پھر اے مستِ نویدِ سعیمِ مشکور کر

حق بحقدار رسید آزادئی برار

برار اور تاریخ اجارہ برار پر ایک مبسوط و برہن مضمون اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہو چکا ہے۔ تاہم کم از کم اس کے مطالعہ سے اس حقیقت سے خوب واقف ہو سکتے ہیں کہ برار کیونکر برطانیہ کے قبضہ و اقتدار میں آیا۔ اور اس کے متعلق کس قدر اور کتنے معاہدے معرض تحریر میں لائے گئے۔ الفریش "نظام نمبر" میں حضور آصفیہ ہفت میر سر عثمان خاں فرما فرما دکن ادا ام اندر سلطنت و حشمہ کے روابط دوستی و ضوابط لگائی کا بالتفصیل تذکرہ موجود ہے۔ جو حضور نظام عالمی مقام نے حکومت برطانیہ سے ہرگز سے وقت میں رد کر کے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان سماعی کا تذکرہ بھی کر دیا گیا تھا۔ جو برار کو دلپس لینے کے لئے حکومت آصفیہ عالیہ کی طرف سے کی گئی یا کی جا رہی ہیں۔ برار حکومت آصفیہ کا ایک جزو خاص تھا۔ اور یہ اس کا حق تھا۔ جس کا مطالبہ توازن و تسلسل کے ساتھ اب تک جاری و ساری رہا۔ اگرچہ اس حق کے مطالبہ میں کئی قسم کی پیچیدگیاں اور الجھنیں پیدا کر دی گئیں۔ لیکن حکومت آصفیہ کے ہائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ قدرت ہمیشہ حق و صداقت کی حامی و معاون رہی ہے۔ اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہم یہ نوید جانفزاں سن رہے ہیں کہ استرداد برار کا مسئلہ حل ہو گیا۔ حضور نظام کا حق انہیں دیدیئے کا دعویٰ اجرتی فیصلہ ہو چکا۔ دنیائے اسلام میں یہ شہرے حدسرت و شاد کامی کے ساتھ سنی گئی۔ اور وہ بکن بحقدار رسید کے لئے سراپا پاس ہیں۔ ان شرائط کا سوال ایک ایسا سوال ہے جس نے عوام کو پھر شک و شبہ میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ جب حق دار کو حق دینے میں یا یہل سمجھے کہ وہ چیز جو کسی سے عاریتاً لی گئی تھی۔ وہیں کرنے کا موقع آئے تو شرائط کا دخل کیوں ہو۔ وہی تو اس کا اصل مالک ہے۔ جو اسے حاصل کرنا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے صاف و صریح الفاظ میں برار کی دلہی کا اعلان ہو جانا چاہیے۔ اور اس اعلان میں تفصیلات و جزئیات کے تعصیب کو اعلیٰ حضرت حضور نظام پر چھوڑ رکھنے لفظوں میں یہ تصریح کر دینی چاہیے۔ کہ لاڈ کران کا دوامی پٹہ ابد و عتہا منسوخ قرار دیا گیا۔ دہلی کی تازہ اطلاع منظر ہے۔ کہ دو دفعہ کے اندر اندر تمام تفصیلات طے پا جائیں گی۔ اور اس کے بعد استرداد برار کا اعلان کر دیا جائیگا۔ لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے۔ کہ تفصیلات طے کرنے کی نوبت ابی نہ آنی چاہیے۔ باقی مایہ کہ آئندہ کے نظام حکومت میں برار کی دستور قی تشکیل کیا ہوگی۔ اس کے متعلق خسرو خاں نے اپنی مختلف خرائین میں ظاہر فرما چکے ہیں۔ اور ۱۹۲۳ء کے فرمان خسروی کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ عالم پناہ فرما لے۔

"میں بے چین ہوں۔ کہ میری برار کی رہایا اپنی قسموں کی صورت گری اپنے ہاتھوں میں لے لے۔ اور ابی بنا پر میں استرداد میرے ہمارے بعد انہیں نظم و نسق میرے ایسے وسیع پیمانہ پر اشتراک عمل دینا چاہتا ہوں۔"

جو بڑا ذی ہند میں اس وقت کسی صوبہ کی رعایا کو حاصل نہیں ہے۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے صوبہ کو واپس لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔ تو میں "یقیناً مسترد" یا کسی اور ریاستی دستاویز میں جو کچھ مجھے جائے گی۔ برادریوں کو ایسی ذمہ داریوں کے دستور عطا کئے جانے کے متعلق معین دفعات درج کر دوں گا۔ جس کی رو سے ایک آئینی گورنر کے تحت جو میرے جانب سے میرے نمائندے

کی حیثیت سے مقرر ہوگا۔ معاملات دفعہ اور نظم و نسق میں کامل انتظامی اختیارات کے لئے اقتدار عام مطلقہ حاصل ہو جائے گا۔ باسٹنٹائے اس معاملہ کے جو حکومت برطانیہ اور میرے کچھ افواج کے متعلق ہیں

اس صاف و صریح اور واضح اعلان کے بعد بھی اگر شکوک ہوں۔ اور مخالفین استرداد کے مکروہ پراپیگنڈا اسے متاثر ہو کر حق یہ صداقت کی حمایت نہ کی جائے۔ تو باشندگان برار کی قسمت۔

حضور نظام کی خوشنصیبی۔ بیدار مغزی۔ مدلل گسری۔ رواداری۔ رعایا نوازی اور حق پروری کا نتیجہ ہے۔ کہ مملکت حیدرآباد علمی، اخلاقی، تمدنی اور اقتصادی ترقیات میں مزبانش ہے۔ اور رعایا علی علیہ شاد کام خائنز المرام ہے۔ اور اسی طرح برادر گونا گوں ترقیات حاصل کر سکتا ہے۔ گذشتہ چند سال کے اندر حکومت آصفیہ عالیہ نے نظام مملکت میں جو اصلاحات کی ہیں۔ وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ ہر شعبہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ہرنیال اور ہر تجویز بھی جامعہ بہن بیکہ ہے۔ عدالتی اور انتظامی انتظامات کی علیحدگی کے علاوہ مملکت کی ترقی اور رعایا کی خوش حالی و فلاح الہابی کی تدبیر پر عمل کو کیا جاتا ہے۔ اور ہر جامعہ عثمانیہ کے علاوہ نظام کلچر، انجینئرنگ کلچر، زنانہ کلچر قائم کئے گئے۔ غرض کوئی ایسی بات نہیں جو ٹکمرہ کی بہتری اور رعایا کی ترقی و خوشحالی کے لئے ہو۔ اور عمل میں نہ لائی جاتی ہو۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایسے ہمدرد اور نصیحت شعار عادل حکمران کے زیر سایہ برادریوں اور عروج پر نہ پہنچ جائے گا۔

لہذا مناسب و موافق ترین صورت یہ ہے کہ برار حکومت آصفیہ کو غیر مشروط واپس ہو۔ اور مخالفین استرداد و ریشہ دانیوں سے باز رکھتی صداقت کی مخالفت نہ کریں۔

استرداد برار کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ عام خواہش ہے کہ برار غیر مشروط واپس ہو۔ اور دہلی کی بعض اطلاعات منظر ہیں۔ کہ کچھ شرائط ضرور ہونگی۔ چنانچہ ایک اطلاع کے مطابق برار مملکت آصفیہ کا ایک جزا و ماتحت صوبہ ہوگا۔ اس کا نظام اساسی بالکل ایسا ہی ہوگا۔ جیسا برطانوی ہند کے کسی دوسرے صوبہ کا رکھا جائے گا۔ صوبہ کو مختار آزاد حکومت عطا کر دی جائے گی۔ گورنر کا تقرر اعلیٰ حضرت کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور ٹھیک اسی طرح وائسرائے برطانوی ہند کے خود مختار صوبوں کا ذمہ دار ہوگا۔ اعلیٰ حضرت اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور ولیعہد مملکت آصفیہ کو شہزادہ برار کا انصاف عطا کیا جائے گا۔ بہر حال نتیجہ کا انتظار ہے۔

دولت آصفیہ کی رعایا نوازی

احضیر آصفیہ ہنتم فرما نغمائے دولت آصفیہ کی حکومت کے ان لوگوں اور
 جمیع ٹے چھوٹے زمینداروں کو قرضوں کی لنت سے بچانے اور سود و سود کے
 چکر سے نجات دلانے کے لئے قانون منع کرنے کی تجویز کی ہے۔ چنانچہ المحضرت کے ایک فرمان خصوصی میں اس قانون کا مسودہ
 شائع ہو چکا ہے۔ فرمان ذی شان میں اس تلخ حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ گذشتہ چند سال سے یہ بات عام طور پر شاہ
 کی تہری ہے کہ کاشت کاروں اور زمینداروں کی زمین سود اور سود و سود کے بڑے ہوئے زخموں کے معاوضہ میں ماہوکاروں
 کے ہاتھوں بک رہی ہیں۔ اور ماہوکاروں کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کی جائدادیں ہتیا رہی ہیں۔ گذشتہ دو
 سال سے یہ کیفیت اور بھی عبرت انگیز شکل اختیار کر چکی ہے لہذا اعلیٰ حضرت حضور نظام اپنی رعایا کو موجودہ اقتصادی مشکلات
 سے بچانے کے لئے کسی تدبیر کا اختیار کیا جانا ضروری خیال فرماتے ہیں۔ اور دو سال کے لئے قانون ارتفاع مقروضیت مندرجین
 و اشتناع سود و سود کے اجراء کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ یہ قانون دو سال تک رائج رکھنے کی تجویز کی گئی ہے۔ المحضرت کی
 منشاء مبارک یہ ہے کہ اس کے عمل آمد سے حاصل شدہ تجربات سے فائدہ اٹھا کر مناسب ترمیمات کے بعد اس ہنگامی
 قانون کو مستقل شکل دے دی جائے۔ اور اس بات پر غور کیا جائے کہ آیا ایسے قوانین کا عام اطلاق حضور نظام کی رعایا
 کے تمام طبقات پر مفید ہو گا یا نہیں۔

حکومت بمبئی کا منصفانہ فیصلہ

حکومت بمبئی کا یہ فیصلہ ہندوستان کے بیدار قلوب میں اطمینان کے
 احساسات کے ساتھ دیکھا جائے گا۔ کہ اس نے بیچ اقوام کی ان مجرموں
 کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جو انہیں عام مالیہ سے چلنے والے رن ہی امور کے متعلق لاحق
 تھیں۔

حکومت بمبئی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ان تعمیرات سے جو سرکاری روپیہ سے رفاہ عام کے لئے بنائی گئی ہو
 یہ سرکاری روپیہ سے جاری ہوں۔ کسی کو اس وجہ سے فائدہ اٹھانے سے محروم نہ رکھا جائے گا۔ کہ وہ کسی خاص طبقہ
 سے تعلق رکھتا ہے۔

سڑکوں۔ کنوؤں۔ تالابوں۔ نہروں۔ ہسپتالوں۔ سکولوں اور سرکاری امداد لینے والے دہرم
 ساروں کے استعمال کا حق اچھوتوں کو بھی ویسا ہی حاصل ہو گا۔ جیسا دوسروں کو حاصل ہے۔ حکومت بمبئی
 نے اس مطلب کی گشتی چھٹیاں جاری کر دی ہیں۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کو ہدایت کر دی ہے۔ کہ وہ ہر ایسی
 تعمیر پر اس مطلب کے نوٹس لگا دیں۔ کہ اس جگہ سے شیع حاصل کرنے کے لئے ہر شخص برابر کا حق
 دار ہے۔

نہر مجبئی حضور نظام

معاصر بہرہ رکن حیدرآباد قسطنطنیہ کہ مدراس میں حیدرآبادیوں کی طرف سے محمد عبدالکیم صاحب بنی اسے بی ایل نے دسراٹے کو بدین ضمون تارا رسال کیا ہے۔ (۱) عراق۔ مصر۔ نیپال اور افغانستان کے حکمرانوں کی طرح حضور نظام کے لئے بھی نہر مجبئی کا خطاب نہایت ضروری ہے۔ (۲) حیدرآباد و کن کانٹیم یافتہ قوم پرست طبقہ ریاست کی حقیقی بہبودی اور ترقی کے لئے برطانوی استعماری افسروں کی واپسی کو نہایت اہم خیال کرتا ہے۔ حضور نظام کے تعلقات کو دیکھتے ہوئے حکومت کو پہلی فرصت میں چاہیے کہ اپنی توجہ اس طرف مبذول کرے اور اپنے ایک رفیق دلی ملک جس نے دسراٹے، دسراٹے بہر وقت میں حکومت ہند کا ساتھ دیا ہے۔ اسکو نہر مجبئی کے خطابتے سرفراز کرے تا مہم سالانہ ہند کے شکریہ کی سستی ہو۔

ہم کو امید ہے کہ حکومت ہند کے مدیران مسئلہ برادر نہر مجبئی کے خطاب پر کافی توجہ کریں گے۔ اور ہندوستان کے ایک مخصوص طبقہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کبھی دریغ نہ کریں گے۔

حضور نظام اور صوبہ برادر برادر واصل حکومت نظام کا علاقہ ہے۔ کنٹینٹ نامی فوج کے اخراجات کے سلسلہ میں اس کا بیڑ حکومت ہند نے حاصل کر لیا تھا۔ اس بیڑ کی ابتدا سن ۱۸۵۷ء نے برادر کے ضلع ریڈیٹنٹ کی نگرانی میں اس بنا پر کر دیئے کہ فوج کے اخراجات برادر کی آمدنی سے پورے کر لیا کریں۔ ۱۸۷۰ء میں ایک اور معاہدہ کے رو سے برادر کی فاضل آمدنی حکومت نظام کو واپس ملنے لگی۔ سن ۱۹۰۲ء میں ایک اور معاہدہ نے یہ طے کیا کہ فاضل آمدنی کی سب سے بڑی حصہ ہندی رہتی ہے۔ حکومت ہند ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ کی مقررہ رقم حکومت نظام کو دیا کرے گی۔ دوامی پڑ حکومت ہند کے نام رہے گا۔ البتہ برادر پر بادشاہی حقوق حضور نظام ہی کے ہیں گے۔ اور حضور نظام کی سالگرہ کے دن حکومت آصفیہ کا جھنڈا اسکوڑا طور پر برادر میں بلند کیا جائے گا۔ کیا مسئلہ کہ صدر حالات سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ برادر حضور نظام ہی کا ملک ہے۔ جو مختلف معاہدوں کے بعد ان سے لیا جاتا رہا ہے۔ اور چونکہ برادر حضور نظام کے بادشاہی حقوق قائم ہیں۔ اور حضور نظام اس صوبہ کو آزاد صوبہ بھی جانتا چاہتا ہے اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ ملک حضور نظام ہی کو واپس ملنا چاہیے۔

وزیر ہند کے خیالات نئی دہلی ۱۳ جنوری۔ حضور نظام کو برادر دئے جانے کے متعلق تفصیلات پر ابھی گفت و شنید ہو رہی ہے۔ لیکن وزیر ہند نے حیدرآبادی ضیافت کے موقع پر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ برادر

سکا نظام کا ملک ہے۔ اس لئے برادر کے مرتبہ کے متعلق یہی بنیادی تبدیلیوں کو اختیار کیا جائیگا جس سے علیحدگی مسئلہ پر اہل برادر میں استصواب رائے کا اظہار کیا جائے گا۔ بلکہ مسئلہ استصواب نے رجعت پسندوں میں اضطراب کی ایک لہر دوڑا دی تھی۔ جبکہ ان کو یہ توقع ہوگئی کہ رائے شماری کے مقدمات پر سرکاری منش کی متابعت کی جائے گی۔ یہ تجربہ خواہ کسی قدر جائز اور ضروری کیوں نہ ہو۔ لیکن ایک دوسرے صوبہ کی علیحدگی کے مسئلہ میں اسکو استعمال کر کے خطرات مول نہیں لئے جائیں گے۔ بلکہ ہوا ہے کہ اقرا نامہ میں مندرجہ ذیل شرائط بھی شامل ہوں گی۔

(۱) ہمارے ایک چھوٹے ممبر مثلاً سندھ کی طرح علحدہ رائد کیا جائے گا۔ اور فیڈرل مجلس قانون ساز میں اس کو نمائندگی کا حق ملے گا۔
(۲) لیکن جغرافیہ طور پر ہر حکومت نظام سے ملتی ہو گی۔ اور گورنر کے ماتحت سرکار نظام کے زمان کے ذریعہ حکومت کی جائیگی۔

(۳) اگر گزشتہ آٹھ برس پر سرکار نظام کا پرچم بھرانے گا۔ اور نظام کے پوسٹل اسٹامپ اور مالی سکے دروپہ (کوبرا) میں وہی مراعات حاصل ہونگی جو سرکار نظام کی باقی ماندہ سلطنت کو حاصل ہیں۔

(۴) سرکار نظام کے ولیعہد پرنس براہ کھائیں گے۔ اور ان کو نہ ٹائٹل کا ذاتی امتیازی اعزاز دیا جائے گا۔ ہمارے مشروط الحاق کے فقوت میں رجا عامہ پیدا کی جا رہی ہے۔ اور اب تک نیم سرکاری حلقوں کی ملاقاتوں اور بیانات میں سرکار نظام کی خواہش کی تائید کی گئی ہے۔

قدس میں الہامی یونیورسٹی | الحاکمہ الاسلامیہ یا فاکو قدس سے برقی پیغام کے ذریعہ اطلاع ملی ہے کہ مقرر اسلامی کے ممتاز کے مسئلہ پر اہل توجہ صرف کی جا رہی ہے ایک جلسہ میں یہ طے کیا گیا ہے کہ دیہاتی آبادی کے شریف احساسات کا لحاظ کرتے ہوئے دیہات ہی کو حلقہ عمل بنایا جائے۔ اس مقصد کیلئے تین کمیشن بنادی گئی ہیں جو دیہاتی علاقوں کا دورہ کر کے و ام کو اسلامی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز سے آگاہ کریں گی۔ ذرا ہی سواہ کا کام بھی اپنی جماعتوں کو سپرد کیا گیا ہے۔ یہ امر مستحسن ہے کہ فلسطین کے عوام اس تعلیمی مرکز کے قیام سے فائز درجہ پہنچ رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے گورنمنٹ کی ہمتیں بہت بلند ہو گئی ہیں۔

بلغاریہ میں جمعیت اسلامیہ کا قیام | آج کل ایک مسلمانوں میں جو روح حیات کام کر رہی ہے۔ وہ اب ایک منظم صورت میں دنیا کے سامنے آ رہی ہے۔ بلغاریہ کی اطلاع منظر ہے کہ وہاں کے مسلمانوں نے انسانیت ایک اسلامی جمعیت قائم کی ہے۔ یہ جمعیت یورپ کے سامنے اسلامی محاسن کی نشر و اشاعت کا انتظام کرے گی۔ اور مستشرقین کے اعتراضات کا استدلال کے ساتھ جواب دے گی۔

جمعیت اسلامیہ بلغاریہ کے قیام کے بعد اس کے فاضل صدر نے محاسن اسلام پر اپنے بیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ بیکچر جرمنی زبان میں دیئے جاتے ہیں۔ اور ان سے اعلیٰ طبقے کے یورپین افراد متاثر ہو رہے ہیں حال ہی میں متعدد حضرات کے قبول اسلام کی اطلاع شائع ہوئی ہے۔ اور اس کو جمعیت کے قیام کا بہترین ثمرہ خیال کیا جاتا ہے۔

سرکاری مدارس میں مذہبی تعلیم کی ضرورت | بچکے دن مولانا غلام مرشد صاحب پروفیسر اشاعت اسلام کالج نجمن جماعت اسلام اور مولانا احمد علی صاحب ناظم انجمن خدام الدین لاہور نے ایک یادداشت چناب یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی کی خدمت میں پیش کی تھی جس کا مفاد بالفاظ معاصر انعقاد ہے۔

چونکہ مسلمان کے نزدیک اخلاق عالیہ فضائل اور خوف خدا پیدا کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ وہ قرآن سے مشک کرے ماس لئے لازم ہے کہ سرکاری مدارس میں مسلمان بچوں کی قرآنی تعلیم کا فاعل اہتمام کیا جائے۔ تاکہ ان کے اخلاق آغا و عمر ہی سے درست ہو جائیں۔ اور تعلیم کا حقیقی منشا پورا ہو جائے بشمار مسلمان والدین ایسے ہیں جو اپنے بچوں کو چھوٹی عمر میں سرکاری مدارس میں بھیجے کر

کرتے ہیں۔ اور جب تک بچہ قرآن ختم نہیں کر لیتا۔ اسے دنیاوی تعلیم کے لئے نہیں بھیجتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے اور وہ دنیاوی تعلیم کا نصاب جلد ختم نہیں کر سکتا۔ اسی شکل سے سناثر ہو کر سڑکوں میں اور لوگ کسی نے تجویز پیش کی تھی کہ مسلمانوں کے لئے سرکاری مدارس میں تعلیم مذہبی کا اختتام کر دیا جائے۔ تاکہ ایک طرف بچوں کے اخلاقی کی مناسب ترتیب ہو جائے۔ اور دوسری طرف مدارس سرکاری میں طلبہ کی تعداد بڑھ جائے۔

مولانا غلام مرشد ادرتسلطان احمد علی نے انہی امور کو مد نظر رکھ کر اس قسم کی تجاویز پیش کی ہیں کہ پنجاب کے تمام سرکاری اور امدادی مدارس میں اخلاقی و مذہبی تعلیم کا مناسب انتظام کر دیا جائے۔ پرائیویٹ مذہبی مدارس کو سرکاری امدادی جائے۔ اور مسلمانوں کے مکاتب مدارس کے لئے محکمہ تعلیم کا ایک خاص نگران انصرم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ ان حضرات نے تجویز پیش کی ہے کہ مکہ مکرمہ اور کراچی میں مسلمان طلبہ کے لئے قرآن پاک کے متن کی تعلیم کو ایک متبادل لازمی مضمون قرار دیا جائے۔ اور ایف اے ادبی اسے کے عربی کو اس کے ساتھ ساتھ قرآن کی چند سوئیں ضمنی نصاب کے طور پر پڑھائی جائیں۔

پس میدہ کہ پنجاب یونیورسٹی جلد از جلد مسلمانوں کے ان دو مقدمہ علماء کی آواز بغیر سنیں گی۔ جن کے تمام مسلمان پنجاب ہمہ گاہ میں ہوں گے۔ ان صاحب استطاعت ہیں۔ جو مسلسل دستاویز ایک قاعدہ اور نظام کے ساتھ غریب اور نادار بھائیوں کی امداد کرتے ہوں۔ انگلستان میں مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی اس کی ہمدردی و تحریکیں باقی جاتی ہیں۔ چنانچہ خاص لٹنن میں حکمران خاندان کے ایک شہزادہ نے اپنے دوکان مفت دے رکھی ہیں۔ جہاں غریبوں کی امداد کرنے والی ٹہن کا دفتر ہے۔ اسی دفتر میں کئی ایڈیل کلر کی ادبیکری کا کام مفت کرتی ہیں۔ یہ انجمن بیکار اور غریب لوگوں کو موسم سرما میں گرم کپڑوں اور بوتلوں وغیرہ کی امداد دیتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس موسم سرما میں بھی یہ امداد برابر جاری ہے۔ اس انجمن کے علاوہ لٹنن میں اور بھی کئی ایسی ہی سوسائٹیاں ہیں جنہوں نے اپنے اپنے امدادی کام باٹے ہوئے ہیں۔ ہندوستان بیکاری و افلاس کا گہوارہ ہے۔ یہاں فاقہ کشی اور بے روزگاری کی وجہ سے ہر موسم میں موتیں ہوتی اور خود کشی کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن عورتوں نے تو دکھنا کر کیا ہمارے امداد صحابہ نے بھی کبھی اپنے فاقہ کشوں کا خیال کیا ہے ؟

بقایا سامانہ کشمیری "مسلمانوں کو بہت کم دیا گیا ہے۔ البتہ ہندو اخبارات سے اکثر معلوم ہوتا رہا ہے کہ شادی بیاہ اور غریبوں وغیرہ کی تقریبوں پر قومی ایسی ٹیموں کو بھی کچھ دیا جاتا ہے۔ اور ان کے علاوہ تو جیسا کہ ابھی امداد کی جاتی ہے چنانچہ زیر کوٹ میں ایک کھ خاندان کی شادی پر پہلی تین سو روپیہ کھ لٹی ہوئی خوشنر کو دیا گیا۔ دکان سکھوں کے تین چار خاندان کو بھی کئی کئی خیراتوں کی قیمت بطور امداد دی گئی۔ حال ہی میں اگر وال پتشی لا جوئے اپنی نو بیس خاندان کیلئے اپنے خیراتوں کو پس اپیل کیا تھا۔ اس اپیل کے جواب میں خیرات دے گا کہ ایک خیرات پو پی سے لکھتا ہے کہ کبھی علاقہ میں ہندی زبان کا زیادہ دواج ہی۔ اور نہ اگر اول کی زلیخہ آبادی ہو سکتے ہیں چندہ پو پیا پنج خیراتوں کی قیمت کی حساب میں بھیجنا ہوں۔ پتشی ہر ایک کے بارے میں کہنا کہ تمام ان مفت جاری کی ہیں۔ مسلمان اپنی شادی کی رقم پر چندہ اٹھا کر بھی فضول ادا کرتا ہے۔ مگر اس کی ادائیگی کیلئے اپنی ناک نام ہو گئی۔ لیکن رقم کو خیرات دینا جتنی ضروری نہیں ہے۔

افواج ہند میں سادات و قریش کی حق تلفیاں

اسمبلی اور کونسل کے مسلم ممبران قبضہ فرمائیں

کچھ عرصہ سے انڈین آرمی (ہندوستان کی باقاعدہ افواج) میں سادات اور قریش کی بھرتی بند کر دی گئی ہے جس سے انکو اقتصادی پہلو سے ناقابل تعاونی صدمہ پہنچ رہا ہے نیز اب چونکہ انڈین آرمی ایک نئے دور سے گذر رہا ہے جس کو انڈیا نائزیشن کو نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ایک مقررہ میعاد کے اندر ہندوستانی افواج کو خالص ہندوستانی بنادیا جائے یعنی اگر یورپین عنصر اس سے بالکل خارج بھی نہ ہو تو کم از کم اکثریت ہندوستانی کنگریڈ افسروں کی ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حال ہی میں ایک فوجی کالج دہرہ دون میں قائم کیا گیا ہے تاکہ ہندوستانی طلباء کو اعلیٰ فوجی تعلیم کے حصول کے لئے ولایت نہ جانا پڑے۔ اس کالج میں جو طلباء داخل ہوں گے ان کا مقصد یہ حصہ انڈین آرمی کے موجودہ رینکس سے لیا جائیگا یہی وجہ ہے کہ آج کل تعلیم یافتہ نوجوان بکثرت فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ایک ہونہار سپاہی کے لئے فوج میں جتنی کارڈا وسیع میدان ہے بالفاظ دیگر ایک تعلیم یافتہ نوجوان جو کالج میں پچاس ساڑھ روپیہ ماہوار صرف اپنے ذاتی اخراجات کے لئے لیتا رہا ہو۔ آج بخوشی تمام لٹو روپیہ ماہوار پر بزمہ سپاہی بھرتی ہو رہا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ایک روز فوجی کالج دہرہ دون سے لفٹ ہو کر کھجے گا۔ اور پھر اس کو انڈین آرمی میں اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ کے حصول میں کوئی شے مانع نہ ہوگی۔ لیکن اگر سادات اور قریش کے لئے فوج کے دروازے ہی بند ہوں تو اس جماعت کے نوجوانوں کا مستقبل جو باوجود اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے موجودہ کساد بازاری اور بے روزگاری کے محکمہ جات میں تخفیف شروع ہونے کے باعث بیکار پھر رہے ہیں مسکندہ تاریک ہو جاتا ہے۔ مزید برآں یہ معلوم کر کے آپ کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہے گی۔ کہ آرمی ہیڈ کوارٹرز سے سادات اور قریش کی بھرتی کے متعلق کوئی امتناعی احکام آج تک جاری نہیں ہوئے۔ اور باوجود اس کے کہ آرمی ہیڈ کوارٹرز ان کو ”جنگجو اقوام“ میں ہی شمار کرتے ہیں۔ بریگیڈ اور یونٹ کمانڈروں نے اپنے مسلمان انڈین افسروں کی غلط بیانی پر کہ وہ سید رنگرٹ سے بوجہ اس کے ذاتی احترام کے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ ان کو بھرتی کرنا بند کر دیا ہے حالانکہ آج سے چند سال پیشتر سادات اور قریش کھے ہندو فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ اور انڈین افسروں اور دوسرے افسر کڑلوں کو ان سے کام لینے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی چنانچہ انڈین آرمی لسٹ میں آج بھی بہت سے سید انڈین افسروں کے نام جو صوبہ دار میجر اور کرنلری لفٹننٹ اور کپتان کے عہدوں پر فائز ہیں۔ علاوہ خواہئے ہیں۔

اس ضمن میں یہ معلوم کرنا کہ انڈین آرمی میں کن کن لوگوں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ نامی از کچھ سی نہیں ہو گا۔ اسلام میں تو جو کہ شرعاً ”جنگجو“ اور غیر ”جنگجو“ کی کوئی تخصیص نہیں وقت پر ہر مسلمان سپاہی بن سکتا ہے۔ اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ ان میں لو

گوجر جو اکثر معمولی کاشتکار ہوتے ہیں۔ بآسانی فوج میں بھرتی ہو سکتے ہیں۔ اور آری ہیڈ کوارٹرز سے ان کی بھرتی کے متعلق صرف ایک حکام بھی جاری ہو چکے ہیں۔ درج غالباً برنفلز حسین اور سر محمد شفیع مرحوم ایسے حضرات کی سامی جمید کا نتیجہ ہیں) لیکن ہندو اقوام کے جن میں ہندو شاستروں کی رو سے صرف راجپوت ہی فوجی خدمات کے لئے مخصوص ہیں۔ آپ کو یہ معلوم کر کے یقیناً تعجب ہو گا کہ برہمن جن کا فرض شاستروں کی رو سے عبادت اور دیدل کی تعلیم دینا تھا۔ اور یس بجائے، ڈوگرے، ہیرہ فیرہ جن کا کام محض زراعت اور تجارت تھا۔ آج انڈین آرمی میں بکثرت موجود ہیں۔ انڈین حالات کے قدر انیسویں کا مقام ہے۔ کہ سادات اور قریش جن کی شاندار روایات سے کتب تاریخ بھری پڑی ہیں۔ ادین کے اسلاف صدیوں تک آدمی دینا پر حکومت کرتے رہے۔ آج انڈین آرمی میں فوجی خدمات کے قابل نہیں سمجھے جاتے۔ اگر فی الواقع مسلمان انڈین افسروں اور عہدیداروں کے جذبات سید سپاہیوں کے کام لیتے ہوئے مجروح ہوتے ہیں۔ تو سادات پر فوج کے دروازے بند کرنے کیلئے یقیناً یہ کافی وجہ نہیں بلکہ اس سے تو یہ بدرجہا بہتر ہو گا کہ جس طرح آج کل برہمنوں کی جداگانہ کمپنیاں اور سیکشن موجود ہیں۔ جن کے قائم کرنے میں گورنمنٹ کو خاص اہتمام سے کام لینا پڑا جس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے۔ کہ حال ہی میں فاؤنٹین آرٹلری (ٹوپانہ) میں ایک سیکشن برہمنوں کی قائم کرتے وقت بعض اشخاص کو ڈیڑھ گھنٹہ کیلین دینا پڑا۔ اسی طرح سادات اور قریش کی بھی جداگانہ کمپنیاں اور سیکشن بنا دیئے جائیں۔ جن میں سب عہدیدار اور انڈین آفسران اُن کے اپنے ہی ہوں۔ ایسا کرنے میں گورنمنٹ کو کوئی خاص اہتمام بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ابھی انڈین آرمی میں بکثرت سید انڈین آفیسر موجود ہیں جن کو بآسانی مذکورہ بالا کمپنیوں اور سیکشنوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

یہاں ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ انڈین آرمی کا نصف سے زائد حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اور جہاں تک بھرتی کا تعلق ہے۔ ہر ایک رجمنٹ اپنے رنگ و روٹ ہندوستان کے کسی صوبہ کے ایک خاص حصہ اور خاص خاص اقوام سے حاصل کرتی ہے مثال کے طور پر انڈین فاؤنٹین آرٹلری کے لئے مسلمان رنگ و روٹ صرف پنجاب کے ان اضلاع سے لئے جاتے ہیں۔ جو دریائے جہلم کے مغرب میں واقع ہیں یعنی جہلم و اپنیڈی اور کیمیل پور وغیرہ مگر سکھوں کی آبادی کم ہونے کی وجہ سے سکھ رنگ و روٹ پنجاب کے ہر ایک حصہ سے بلحاظ اضلاع لئے جاتے ہیں۔ چونکہ سادات اور قریش تسبیح کے دانوں کی طرح تمام اطراف ملک میں منتشر ہیں۔ لہذا ان کی جو کمپنیاں اور سیکشن وغیرہ قائم کئے جائیں۔ ان میں بھرتی کئے لئے کسی خاص حصہ ملک کی تخصیص نہ ہو بلکہ پنجاب، پنجگل، یوپی، غرضیکہ ہر صوبہ کے سادات اور قریش بلا کسی قید کے بھرتی ہو سکیں۔

آخر میں میں آپ کے جریدہ فریڈ کے ذریعہ اسبلی اور کونسل آف میٹنگ کے مسلم ممبران سے عموماً اور جناب سید حسن امام صاحب و سید عبدالحفیظ لامبران کونسل آف میٹنگ اور سید مرتضیٰ بہادر صاحب ایم۔ ایل۔ اے سے خصوصاً امتدعا کروں گا کہ وہ مذکورہ بالا حق تلفی کے تدارک کے لئے اپنے اشرار و سرورخ کو کم میں لائیں۔ اسبلی میں سوالات کریں۔ اور کمانڈر انچیف بہادر اخراج ہند کی توجہ وقت کے اس نہایت اہم معاملہ کی جانب مبذول کرائیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے سادات اور قریش کے نوجوانوں پر حصول

معیشت کے دروازے محدود کئے انہیں افزائت کے لئے بار دوش بنا دینا موجب طاعت نہیں ہو سکتا۔
چونکہ یہ ایک قومی مطالبہ ہے۔ اس لئے میں مسلم جراند سے بھی یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس موضوع پر اپنا زوق و فہم صرف کرنے میں کوتاہی نہ کریں گے۔

چونکہ میں کوئی ادیب یا مضمین نگار نہیں ہوں۔ اس لئے ناظرین کرام سے بابو التماس ہے کہ وہ اس مضمون کو ادبی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کے بجائے خالص اقتصادی پہلو سے دیکھیں۔ اور جو مخیر بزرگ میدان عمل میں آنے کا مبارک قصد رکھتے ہوں۔ اور اس موضوع پر مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں۔ تو راقم الحروف سے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔
الراقم سید اکرام الدین ترمذی۔ کنینکل انجینیئر مکان نمبر ۱۰۳۸ محلہ گندھیال پشاور چھاؤنی

لقد و نظر

مسلم راجپوت۔ مسلم راجپوت برادری کا قومی انبار ہے۔ جو پہلے اترس سے شائع ہوتا تھا۔ اور اب نجن مسلم راجپوت پنجاب کی سرحد میں گلاہ شاکر سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ اس کے مدیر مسٹر نسل دین کشتہ ایک ہونہار فوجی ہیں اور نوجوان فوجیوں کے تجربہ و درک کامل رکھتے ہیں۔ علم و ادب کا ہوا دنگل و گھومت "جمن" انہی کے اہل میں پھلا پھولا۔ چغتال کی آبیاری انہی کا ہتھول میں ہوئی۔ اور اب مسلم راجپوت کو بھی انہی کا ہتھول میں کامیاب پنچ کا فخر حاصل ہوئے۔ اخبار کی ترتیب تکمیل پہلے بہتر اور نوجوان مدیر کی محنت و عزیزی کی شاہد ہے۔ قوم نے دست اعلیٰ بڑا دیا ہے۔ امید ہے کہ ڈیپٹ برادری کی حیثیت قومی عمل ادارت کے حوصلہ کو اور بلند و بالا کر دیگی۔ اور وہ اپنے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل میں بوجہ حسن کامیاب ہوں گے۔

گل سادات۔ سادات برادری کا ماہوار رسالہ جو حال ہی میں رسدس منع اترس سے سید محمد یوسف صاحب اٹھارہ کی کتاب میں جاری ہوا ہے۔ سرور قی پر اکثر پورے اردو جنوری ۱۹۲۳ء لکھا ہے۔ اسلئے مدام نہیں کہ اشاعت کس مہینہ کی ہے جمہور معیت تقطیع ۲۰۶۳ قیمت سالانہ غیر فی پرچہ ۲۔ مندرجہ پتہ سے طلب کریں۔

کشمیری۔ کشمیری منشی محمد الین صاحب فوج کا عہدہ ۸۸ سال کی طویل مدت کشمیری برادری کی بہترین خدمات انجام دے رہا ہے۔ بشیہ صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ جنوری ۱۹۲۳ء کے اس کی شکل و صورت بالکل تبدیل کر دی گئی ہے۔ جو بہترین و باقاعدہ دلائل و داد ہے۔ عربی و فارسی و پشتو کے نوادے اس کی چھپیوں کی شان پہلے سے بہتر و بلند ہے۔ گذشتہ دو اشاعتوں سے مشابہت کے محسوس فوٹو بھی دیئے جاتے ہیں۔ اب جو محقق و محققین جراند تو ازراعت قائم رکھنے میں جڑ لگائے ہیں یا پرانا ان کشمیری کی ہمت و جرأت قابل تحسین ہے اگرچہ مسعودین کی سنہری نہرست " جو بہر اشاعت میں باہر نیشہ لگ جاتی ہے۔ اس کی منظر ہے کہ وہ دانی کا میدان وسیع ہے لیکن اس پر بھی ضرورت کا انتفاع ہے کہ قوم کی طرف سے کچھ اور فاضل کے ساتھ کی جائے تاکہ کوئی ناک جو مصلحت مند و بالا ہوں اور وہ مل کھول کر خدمات انجام دے کہ قابل ہو سکیں۔ چہ۔ دیگر کشمیری

انتشارِ قومِ عرب

قومِ عرب دنیا کے عظیم انسان اور باجملہ قوموں میں تھی صفحہ تاریخ اقوام اس قوم کے کارناموں سے خالی ہیں۔ بعض ماہرین و محاسبہ حیرت کاخیال ہے کہ مشرق میں جو کچھ ترقی ہوئی وہ قومِ عرب ہی کے طفیل میں ہوئی، لیکن آج افسوس کی بات کہنا پڑتا ہے کہ عظیم الشان قومِ میانِ ترقی میں گامزن نظر نہیں آتی، بلکہ آج اس باجملہ اور شجاع قوم پر خوب نفعت طاری ہے۔ دشمنانِ قومِ عرب ہر طرف سے حملہ کر رہے ہیں۔ اور ذریعہ فاس کے شیعہ اہل کے متعلق کتابیر کیا کرتے ہیں۔

ایک ماہر ہیں یہ جہد۔ ان عظیم الشان قوم پر جبکہ سارے عالم پر سائیکس بھی۔ اور کم ایسے مقامات پر جہاں اس قوم کا اثر نہ رہا ہو کسی قوم کا تمام عالم میں منتشر ہو جانا اور اپنے مذہب اور عقائد و تمدن کا ڈنکا بجا کر کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ یہ اس قوم کے مہتاب کے کمال و قوت کی دلیل ہے۔ عرب نے جو فتوحات کئے اس کے فوس اعجاز و عجب و غلبہ سلطنتِ محمدؐ نے تھی، بلکہ شیعوں کا محض رضائے الہی اور ہدایتِ عالم کے لئے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے پاس مثل اور سلاطین کے کثرت سے دولت دنیا جمع نہ ہو سکی۔

اس قوم کی یہ خاص صفت تھی کہ جب کسی جگہ کو فتح کیا تو محکومین پر نہایت مہربانی کی نظر کی اور ہمیشہ محکومین سے مساوات اور عدل و انصاف سے پیش آئے۔ اور اس مقام پر جو کچھ رزق مل گیا۔ اس پر قناعت کی۔ اس قوم کے انتشار کے ساتھ ہی ساتھ مذہبِ اسلام بھی پھیل گیا۔

قومِ عرب میں جو خوبیاں تھیں۔ اسکی مثال سے صفحہ تاریخ خالی نظر آتے ہیں سلفِ صالحین نے خلف میں جو بعض خوبیاں چھوڑی ہیں۔ وہ بھی اپنی آپ نظیر ہیں۔ مثلاً ضیافتِ مہمانان اور اپنے گھر آئے ہوں کی قدر و منزلت کرنا۔ یہ وہ خصلت ہے جس میں یہ قوم آج بھی متغیر ہے۔ باوجودیکہ نہ تو ان میں کوئی تنظیم ہے نہ کوئی اور تمدنی قوت۔ یہ صفت اس امر کی دلیل ہے کہ قومِ عرب میں ابھی تک وہ سیاست اور شخصیت پرستی نہیں آئی ہے۔ جو باعثِ ظلم و جس حقوقِ مردم ہوتی ہے۔

لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ اس قوم پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور مہالت میں کسی طرح کمی نہیں آتی۔ اور مغربی اقوام کی یہ حالت ہے کہ وہ بیدار ہیں۔ اور عربِ قوم کی استیصال کی ہر طرح تدبیر کر رہے ہیں۔ وہ ہر وقت اس بات کو خائف رہتے ہیں کہ مبادا یہ قوم اپنے قدیم اقتدار کو یاد کرے۔ اور ایک اجتماعی قوت پیدا کر کے پھر سارے عالم کو اپنا تابع بنا لے۔ انجانہ ہمیشہ اس بات کے سماعی رہتے ہیں کہ کسی طرح اس میں اجتماع و اتفاق نہ پیدا ہو۔ کیونکہ یہ وہ حوبہ ہے۔ جو اس کے اقتدار کا سبب ہوا۔ اس کی قوت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ امریکہ جیسے متمکن اور ترقی یافتہ ملک میں جو عرب ہیں۔ انہوں نے اپنے طبعی عادات سے اجانب کا قہر کیا۔ اور اب تک اپنے عادات و اطوار پر بدستور قائم ہیں اپنے مصداق اور پڑوس کے اختلاف و عداوت سے متاثر نہ ہوئے۔ دراصل ایک یہ عام طور سے کہا گیا ہے کہ ضعیف ہمیشہ کمزور میں جذب ہو جاتا ہے۔

ندوة القریش

مؤرخہ فروری ۱۹۳۲ء کو مجلس اختلافیہ نے بالاتفاق حسب ذیل ریزولوشن منظور کئے۔ (۱) "ندوة القریش کا یہ اجلاس حکومت ہند سے بزور استدعا کرتا ہے کہ وہ "یار وفادار سلطنت برطانیہ"، "الحضرت حضور نظام محمد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے روابط دوستی و ضابطہ یکائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں "ہرجسٹی"، کا خطاب جو انحضرت کے شان و شان ہے دیکر انہیں مسلم عایا نے ہند کو عموماً اور مہملان "ندوة القریش" کو خصوصاً تشکر و امتنان کا موقعہ دے۔ (۲) "ندوة القریش" کا یہ اجلاس حکومت کے اس اقدام کو جو اس نے حق بقدر اس سید پر عمل کرتے ہوئے "الحضرت حضور نظام شہر یار دکن لوام اللہ بکا نہ کو ان کی قلمرو کا جزو خاص لینے صوبہ ہزار واپس کرنے میں کیا ہے اس کی دانشوری و حق شناسی پر کھل کرتا ہے۔ اور استدعا کرتا ہے کہ وہ صوبہ مذکور کی واسطی شرائط و قیدوں سے آزاد رکھتے ہوئے حق پرہی و نصفت شکاری کا ثبوت دے (۳) "ندوة القریش" کا یہ اجلاس ہائے نگاہ ریاست کپورت تھلہ کی اس استدعا کی پرزور تائید کرتا ہے جو انہوں نے حقوق زراعت کے حصول میں لگے ریاست کو رکھی ہے۔ اور فرمائے ریاست اور ان کے وزیر یا تدبیر و وزیران امر کی ریاست سے جو اس مسئلہ کو طے کرنے کے لئے منظور ہوئے ہیں، خوش کرتا ہے کہ وہ رعایا کی ریاست کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے انہیں حقوق زراعت نظر کر کے ان نقصانات عظیمہ سے بچانے پر حقوق حاصل نہ ہونے کی کمیٹی میں ہو رہے ہیں۔ وزیر و دیگر اہل کچھلہ سے استدعا کرتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی قانون انصاف و احکامات اوقاف و امانت فرائض کے اجراء سے غریب زمینداروں کو سود و زماں ہو کاروں کی دوائیوں سے بچائے۔ (۴) "ندوة القریش" کا یہ اجلاس برٹش ایگسٹسٹی سر میگزین و ٹریڈسٹریٹس کمیٹی گورنمنٹ آف پنجاب، آئریل کپتان سکندریات خاں رینو میمر اور آئریل ملک فیروز خاں وین کو سہل نوکے نئے اعزازی خطابات پر دل و سہاگہا پیش کرتا ہے۔ (۵) "ندوة القریش" کا یہ اجلاس چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی توجہ اس کارروائی کی جانب معطوف کرتا ہے۔ جو اضافی اخراجات سرگودھوں فیروز پور، جھار، لوهیانہ اور رتھک کے قریبوں کے زراعتی حقوق سے متعلق ہے۔ اور جو "ندوة القریش" کے اجلاس عام منعقدہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۳۱ء کے ایک ریزولوشن کے سلسلہ میں بذریعہ چیف سکرٹری ۲۶۱۲ - ۲۶۱۳ - ۲۶۱۴ - ۲۶۱۵ - ۲۶۱۶ - ۲۶۱۷ - ۲۶۱۸ - ۲۶۱۹ - ۲۶۲۰ - ۲۶۲۱ - ۲۶۲۲ - ۲۶۲۳ - ۲۶۲۴ - ۲۶۲۵ - ۲۶۲۶ - ۲۶۲۷ - ۲۶۲۸ - ۲۶۲۹ - ۲۶۳۰ - ۲۶۳۱ - ۲۶۳۲ - ۲۶۳۳ - ۲۶۳۴ - ۲۶۳۵ - ۲۶۳۶ - ۲۶۳۷ - ۲۶۳۸ - ۲۶۳۹ - ۲۶۴۰ - ۲۶۴۱ - ۲۶۴۲ - ۲۶۴۳ - ۲۶۴۴ - ۲۶۴۵ - ۲۶۴۶ - ۲۶۴۷ - ۲۶۴۸ - ۲۶۴۹ - ۲۶۵۰ - ۲۶۵۱ - ۲۶۵۲ - ۲۶۵۳ - ۲۶۵۴ - ۲۶۵۵ - ۲۶۵۶ - ۲۶۵۷ - ۲۶۵۸ - ۲۶۵۹ - ۲۶۶۰ - ۲۶۶۱ - ۲۶۶۲ - ۲۶۶۳ - ۲۶۶۴ - ۲۶۶۵ - ۲۶۶۶ - ۲۶۶۷ - ۲۶۶۸ - ۲۶۶۹ - ۲۶۷۰ - ۲۶۷۱ - ۲۶۷۲ - ۲۶۷۳ - ۲۶۷۴ - ۲۶۷۵ - ۲۶۷۶ - ۲۶۷۷ - ۲۶۷۸ - ۲۶۷۹ - ۲۶۸۰ - ۲۶۸۱ - ۲۶۸۲ - ۲۶۸۳ - ۲۶۸۴ - ۲۶۸۵ - ۲۶۸۶ - ۲۶۸۷ - ۲۶۸۸ - ۲۶۸۹ - ۲۶۹۰ - ۲۶۹۱ - ۲۶۹۲ - ۲۶۹۳ - ۲۶۹۴ - ۲۶۹۵ - ۲۶۹۶ - ۲۶۹۷ - ۲۶۹۸ - ۲۶۹۹ - ۲۷۰۰ - ۲۷۰۱ - ۲۷۰۲ - ۲۷۰۳ - ۲۷۰۴ - ۲۷۰۵ - ۲۷۰۶ - ۲۷۰۷ - ۲۷۰۸ - ۲۷۰۹ - ۲۷۱۰ - ۲۷۱۱ - ۲۷۱۲ - ۲۷۱۳ - ۲۷۱۴ - ۲۷۱۵ - ۲۷۱۶ - ۲۷۱۷ - ۲۷۱۸ - ۲۷۱۹ - ۲۷۲۰ - ۲۷۲۱ - ۲۷۲۲ - ۲۷۲۳ - ۲۷۲۴ - ۲۷۲۵ - ۲۷۲۶ - ۲۷۲۷ - ۲۷۲۸ - ۲۷۲۹ - ۲۷۳۰ - ۲۷۳۱ - ۲۷۳۲ - ۲۷۳۳ - ۲۷۳۴ - ۲۷۳۵ - ۲۷۳۶ - ۲۷۳۷ - ۲۷۳۸ - ۲۷۳۹ - ۲۷۴۰ - ۲۷۴۱ - ۲۷۴۲ - ۲۷۴۳ - ۲۷۴۴ - ۲۷۴۵ - ۲۷۴۶ - ۲۷۴۷ - ۲۷۴۸ - ۲۷۴۹ - ۲۷۵۰ - ۲۷۵۱ - ۲۷۵۲ - ۲۷۵۳ - ۲۷۵۴ - ۲۷۵۵ - ۲۷۵۶ - ۲۷۵۷ - ۲۷۵۸ - ۲۷۵۹ - ۲۷۶۰ - ۲۷۶۱ - ۲۷۶۲ - ۲۷۶۳ - ۲۷۶۴ - ۲۷۶۵ - ۲۷۶۶ - ۲۷۶۷ - ۲۷۶۸ - ۲۷۶۹ - ۲۷۷۰ - ۲۷۷۱ - ۲۷۷۲ - ۲۷۷۳ - ۲۷۷۴ - ۲۷۷۵ - ۲۷۷۶ - ۲۷۷۷ - ۲۷۷۸ - ۲۷۷۹ - ۲۷۸۰ - ۲۷۸۱ - ۲۷۸۲ - ۲۷۸۳ - ۲۷۸۴ - ۲۷۸۵ - ۲۷۸۶ - ۲۷۸۷ - ۲۷۸۸ - ۲۷۸۹ - ۲۷۹۰ - ۲۷۹۱ - ۲۷۹۲ - ۲۷۹۳ - ۲۷۹۴ - ۲۷۹۵ - ۲۷۹۶ - ۲۷۹۷ - ۲۷۹۸ - ۲۷۹۹ - ۲۸۰۰ - ۲۸۰۱ - ۲۸۰۲ - ۲۸۰۳ - ۲۸۰۴ - ۲۸۰۵ - ۲۸۰۶ - ۲۸۰۷ - ۲۸۰۸ - ۲۸۰۹ - ۲۸۱۰ - ۲۸۱۱ - ۲۸۱۲ - ۲۸۱۳ - ۲۸۱۴ - ۲۸۱۵ - ۲۸۱۶ - ۲۸۱۷ - ۲۸۱۸ - ۲۸۱۹ - ۲۸۲۰ - ۲۸۲۱ - ۲۸۲۲ - ۲۸۲۳ - ۲۸۲۴ - ۲۸۲۵ - ۲۸۲۶ - ۲۸۲۷ - ۲۸۲۸ - ۲۸۲۹ - ۲۸۳۰ - ۲۸۳۱ - ۲۸۳۲ - ۲۸۳۳ - ۲۸۳۴ - ۲۸۳۵ - ۲۸۳۶ - ۲۸۳۷ - ۲۸۳۸ - ۲۸۳۹ - ۲۸۴۰ - ۲۸۴۱ - ۲۸۴۲ - ۲۸۴۳ - ۲۸۴۴ - ۲۸۴۵ - ۲۸۴۶ - ۲۸۴۷ - ۲۸۴۸ - ۲۸۴۹ - ۲۸۵۰ - ۲۸۵۱ - ۲۸۵۲ - ۲۸۵۳ - ۲۸۵۴ - ۲۸۵۵ - ۲۸۵۶ - ۲۸۵۷ - ۲۸۵۸ - ۲۸۵۹ - ۲۸۶۰ - ۲۸۶۱ - ۲۸۶۲ - ۲۸۶۳ - ۲۸۶۴ - ۲۸۶۵ - ۲۸۶۶ - ۲۸۶۷ - ۲۸۶۸ - ۲۸۶۹ - ۲۸۷۰ - ۲۸۷۱ - ۲۸۷۲ - ۲۸۷۳ - ۲۸۷۴ - ۲۸۷۵ - ۲۸۷۶ - ۲۸۷۷ - ۲۸۷۸ - ۲۸۷۹ - ۲۸۸۰ - ۲۸۸۱ - ۲۸۸۲ - ۲۸۸۳ - ۲۸۸۴ - ۲۸۸۵ - ۲۸۸۶ - ۲۸۸۷ - ۲۸۸۸ - ۲۸۸۹ - ۲۸۹۰ - ۲۸۹۱ - ۲۸۹۲ - ۲۸۹۳ - ۲۸۹۴ - ۲۸۹۵ - ۲۸۹۶ - ۲۸۹۷ - ۲۸۹۸ - ۲۸۹۹ - ۲۹۰۰ - ۲۹۰۱ - ۲۹۰۲ - ۲۹۰۳ - ۲۹۰۴ - ۲۹۰۵ - ۲۹۰۶ - ۲۹۰۷ - ۲۹۰۸ - ۲۹۰۹ - ۲۹۱۰ - ۲۹۱۱ - ۲۹۱۲ - ۲۹۱۳ - ۲۹۱۴ - ۲۹۱۵ - ۲۹۱۶ - ۲۹۱۷ - ۲۹۱۸ - ۲۹۱۹ - ۲۹۲۰ - ۲۹۲۱ - ۲۹۲۲ - ۲۹۲۳ - ۲۹۲۴ - ۲۹۲۵ - ۲۹۲۶ - ۲۹۲۷ - ۲۹۲۸ - ۲۹۲۹ - ۲۹۳۰ - ۲۹۳۱ - ۲۹۳۲ - ۲۹۳۳ - ۲۹۳۴ - ۲۹۳۵ - ۲۹۳۶ - ۲۹۳۷ - ۲۹۳۸ - ۲۹۳۹ - ۲۹۴۰ - ۲۹۴۱ - ۲۹۴۲ - ۲۹۴۳ - ۲۹۴۴ - ۲۹۴۵ - ۲۹۴۶ - ۲۹۴۷ - ۲۹۴۸ - ۲۹۴۹ - ۲۹۵۰ - ۲۹۵۱ - ۲۹۵۲ - ۲۹۵۳ - ۲۹۵۴ - ۲۹۵۵ - ۲۹۵۶ - ۲۹۵۷ - ۲۹۵۸ - ۲۹۵۹ - ۲۹۶۰ - ۲۹۶۱ - ۲۹۶۲ - ۲۹۶۳ - ۲۹۶۴ - ۲۹۶۵ - ۲۹۶۶ - ۲۹۶۷ - ۲۹۶۸ - ۲۹۶۹ - ۲۹۷۰ - ۲۹۷۱ - ۲۹۷۲ - ۲۹۷۳ - ۲۹۷۴ - ۲۹۷۵ - ۲۹۷۶ - ۲۹۷۷ - ۲۹۷۸ - ۲۹۷۹ - ۲۹۸۰ - ۲۹۸۱ - ۲۹۸۲ - ۲۹۸۳ - ۲۹۸۴ - ۲۹۸۵ - ۲۹۸۶ - ۲۹۸۷ - ۲۹۸۸ - ۲۹۸۹ - ۲۹۹۰ - ۲۹۹۱ - ۲۹۹۲ - ۲۹۹۳ - ۲۹۹۴ - ۲۹۹۵ - ۲۹۹۶ - ۲۹۹۷ - ۲۹۹۸ - ۲۹۹۹ - ۳۰۰۰ - ۳۰۰۱ - ۳۰۰۲ - ۳۰۰۳ - ۳۰۰۴ - ۳۰۰۵ - ۳۰۰۶ - ۳۰۰۷ - ۳۰۰۸ - ۳۰۰۹ - ۳۰۱۰ - ۳۰۱۱ - ۳۰۱۲ - ۳۰۱۳ - ۳۰۱۴ - ۳۰۱۵ - ۳۰۱۶ - ۳۰۱۷ - ۳۰۱۸ - ۳۰۱۹ - ۳۰۲۰ - ۳۰۲۱ - ۳۰۲۲ - ۳۰۲۳ - ۳۰۲۴ - ۳۰۲۵ - ۳۰۲۶ - ۳۰۲۷ - ۳۰۲۸ - ۳۰۲۹ - ۳۰۳۰ - ۳۰۳۱ - ۳۰۳۲ - ۳۰۳۳ - ۳۰۳۴ - ۳۰۳۵ - ۳۰۳۶ - ۳۰۳۷ - ۳۰۳۸ - ۳۰۳۹ - ۳۰۴۰ - ۳۰۴۱ - ۳۰۴۲ - ۳۰۴۳ - ۳۰۴۴ - ۳۰۴۵ - ۳۰۴۶ - ۳۰۴۷ - ۳۰۴۸ - ۳۰۴۹ - ۳۰۵۰ - ۳۰۵۱ - ۳۰۵۲ - ۳۰۵۳ - ۳۰۵۴ - ۳۰۵۵ - ۳۰۵۶ - ۳۰۵۷ - ۳۰۵۸ - ۳۰۵۹ - ۳۰۶۰ - ۳۰۶۱ - ۳۰۶۲ - ۳۰۶۳ - ۳۰۶۴ - ۳۰۶۵ - ۳۰۶۶ - ۳۰۶۷ - ۳۰۶۸ - ۳۰۶۹ - ۳۰۷۰ - ۳۰۷۱ - ۳۰۷۲ - ۳۰۷۳ - ۳۰۷۴ - ۳۰۷۵ - ۳۰۷۶ - ۳۰۷۷ - ۳۰۷۸ - ۳۰۷۹ - ۳۰۸۰ - ۳۰۸۱ - ۳۰۸۲ - ۳۰۸۳ - ۳۰۸۴ - ۳۰۸۵ - ۳۰۸۶ - ۳۰۸۷ - ۳۰۸۸ - ۳۰۸۹ - ۳۰۹۰ - ۳۰۹۱ - ۳۰۹۲ - ۳۰۹۳ - ۳۰۹۴ - ۳۰۹۵ - ۳۰۹۶ - ۳۰۹۷ - ۳۰۹۸ - ۳۰۹۹ - ۳۱۰۰ - ۳۱۰۱ - ۳۱۰۲ - ۳۱۰۳ - ۳۱۰۴ - ۳۱۰۵ - ۳۱۰۶ - ۳۱۰۷ - ۳۱۰۸ - ۳۱۰۹ - ۳۱۱۰ - ۳۱۱۱ - ۳۱۱۲ - ۳۱۱۳ - ۳۱۱۴ - ۳۱۱۵ - ۳۱۱۶ - ۳۱۱۷ - ۳۱۱۸ - ۳۱۱۹ - ۳۱۲۰ - ۳۱۲۱ - ۳۱۲۲ - ۳۱۲۳ - ۳۱۲۴ - ۳۱۲۵ - ۳۱۲۶ - ۳۱۲۷ - ۳۱۲۸ - ۳۱۲۹ - ۳۱۳۰ - ۳۱۳۱ - ۳۱۳۲ - ۳۱۳۳ - ۳۱۳۴ - ۳۱۳۵ - ۳۱۳۶ - ۳۱۳۷ - ۳۱۳۸ - ۳۱۳۹ - ۳۱۴۰ - ۳۱۴۱ - ۳۱۴۲ - ۳۱۴۳ - ۳۱۴۴ - ۳۱۴۵ - ۳۱۴۶ - ۳۱۴۷ - ۳۱۴۸ - ۳۱۴۹ - ۳۱۵۰ - ۳۱۵۱ - ۳۱۵۲ - ۳۱۵۳ - ۳۱۵۴ - ۳۱۵۵ - ۳۱۵۶ - ۳۱۵۷ - ۳۱۵۸ - ۳۱۵۹ - ۳۱۶۰ - ۳۱۶۱ - ۳۱۶۲ - ۳۱۶۳ - ۳۱۶۴ - ۳۱۶۵ - ۳۱۶۶ - ۳۱۶۷ - ۳۱۶۸ - ۳۱۶۹ - ۳۱۷۰ - ۳۱۷۱ - ۳۱۷۲ - ۳۱۷۳ - ۳۱۷۴ - ۳۱۷۵ - ۳۱۷۶ - ۳۱۷۷ - ۳۱۷۸ - ۳۱۷۹ - ۳۱۸۰ - ۳۱۸۱ - ۳۱۸۲ - ۳۱۸۳ - ۳۱۸۴ - ۳۱۸۵ - ۳۱۸۶ - ۳۱۸۷ - ۳۱۸۸ - ۳۱۸۹ - ۳۱۹۰ - ۳۱۹۱ - ۳۱۹۲ - ۳۱۹۳ - ۳۱۹۴ - ۳۱۹۵ - ۳۱۹۶ - ۳۱۹۷ - ۳۱۹۸ - ۳۱۹۹ - ۳۲۰۰ - ۳۲۰۱ - ۳۲۰۲ - ۳۲۰۳ - ۳۲۰۴ - ۳۲۰۵ - ۳۲۰۶ - ۳۲۰۷ - ۳۲۰۸ - ۳۲۰۹ - ۳۲۱۰ - ۳۲۱۱ - ۳۲۱۲ - ۳۲۱۳ - ۳۲۱۴ - ۳۲۱۵ - ۳۲۱۶ - ۳۲۱۷ - ۳۲۱۸ - ۳۲۱۹ - ۳۲۲۰ - ۳۲۲۱ - ۳۲۲۲ - ۳۲۲۳ - ۳۲۲۴ - ۳۲۲۵ - ۳۲۲۶ - ۳۲۲۷ - ۳۲۲۸ - ۳۲۲۹ - ۳۲۳۰ - ۳۲۳۱ - ۳۲۳۲ - ۳۲۳۳ - ۳۲۳۴ - ۳۲۳۵ - ۳۲۳۶ - ۳۲۳۷ - ۳۲۳۸ - ۳۲۳۹ - ۳۲۴۰ - ۳۲۴۱ - ۳۲۴۲ - ۳۲۴۳ - ۳۲۴۴ - ۳۲۴۵ - ۳۲۴۶ - ۳۲۴۷ - ۳۲۴۸ - ۳۲۴۹ - ۳۲۵۰ - ۳۲۵۱ - ۳۲۵۲ - ۳۲۵۳ - ۳۲۵۴ - ۳۲۵۵ - ۳۲۵۶ - ۳۲۵۷ - ۳۲۵۸ - ۳۲۵۹ - ۳۲۶۰ - ۳۲۶۱ - ۳۲۶۲ - ۳۲۶۳ - ۳۲۶۴ - ۳۲۶۵ - ۳۲۶۶ - ۳۲۶۷ - ۳۲۶۸ - ۳۲۶۹ - ۳۲۷۰ - ۳۲۷۱ - ۳۲۷۲ - ۳۲۷۳ - ۳۲۷۴ - ۳۲۷۵ - ۳۲۷۶ - ۳۲۷۷ - ۳۲۷۸ - ۳۲۷۹ - ۳۲۸۰ - ۳۲۸۱ - ۳۲۸۲ - ۳۲۸۳ - ۳۲۸۴ - ۳۲۸۵ - ۳۲۸۶ - ۳۲۸۷ - ۳۲۸۸ - ۳۲۸۹ - ۳۲۹۰ - ۳۲۹۱ - ۳۲۹۲ - ۳۲۹۳ - ۳۲۹۴ - ۳۲۹۵ - ۳۲۹۶ - ۳۲۹۷ - ۳۲۹۸ - ۳۲۹۹ - ۳۳۰۰ - ۳۳۰۱ - ۳۳۰۲ - ۳۳۰۳ - ۳۳۰۴ - ۳۳۰۵ - ۳۳۰۶ - ۳۳۰۷ - ۳۳۰۸ - ۳۳۰۹ - ۳۳۱۰ - ۳۳۱۱ - ۳۳۱۲ - ۳۳۱۳ - ۳۳۱۴ - ۳۳۱۵ - ۳۳۱۶ - ۳۳۱۷ - ۳۳۱۸ - ۳۳۱۹ - ۳۳۲۰ - ۳۳۲۱ - ۳۳۲۲ - ۳۳۲۳ - ۳۳۲۴ - ۳۳۲۵ - ۳۳۲۶ - ۳۳۲۷ - ۳۳۲۸ - ۳۳۲۹ - ۳۳۳۰ - ۳۳۳۱ - ۳۳۳۲ - ۳۳۳۳ - ۳۳۳۴ - ۳۳۳۵ - ۳۳۳۶ - ۳۳۳۷ - ۳۳۳۸ - ۳۳۳۹ - ۳۳۴۰ - ۳۳۴۱ - ۳۳۴۲ - ۳۳۴۳ - ۳۳۴۴ - ۳۳۴۵ - ۳۳۴۶ - ۳۳۴۷ - ۳۳۴۸ - ۳۳۴۹ - ۳۳۵۰ - ۳۳۵۱ - ۳۳۵۲ - ۳۳۵۳ - ۳۳۵۴ - ۳۳۵۵ - ۳۳۵۶ - ۳۳۵۷ - ۳۳۵۸ - ۳۳۵۹ - ۳۳۶۰ - ۳۳۶۱ - ۳۳۶۲ - ۳۳۶۳ - ۳۳۶۴ - ۳۳۶۵ - ۳۳۶۶ - ۳۳۶۷ - ۳۳۶۸ - ۳۳۶۹ - ۳۳۷۰ - ۳۳۷۱ - ۳۳۷۲ - ۳۳۷۳ - ۳۳۷۴ - ۳۳۷۵ - ۳۳۷۶ - ۳۳۷۷ - ۳۳۷۸ - ۳۳۷۹ - ۳۳۸۰ - ۳۳۸۱ - ۳۳۸۲ - ۳۳۸۳ - ۳۳۸۴ - ۳۳۸۵ - ۳۳۸۶ - ۳۳۸۷ - ۳۳۸۸ - ۳۳۸۹ - ۳۳۹۰ - ۳۳۹۱ - ۳۳۹۲ - ۳۳۹۳ - ۳۳۹۴ - ۳۳۹۵ - ۳۳۹۶ - ۳۳۹۷ - ۳۳۹۸ - ۳۳۹۹ - ۳۴۰۰ - ۳۴۰۱ - ۳۴۰۲ - ۳۴۰۳ - ۳۴۰۴ - ۳۴۰۵ - ۳۴۰۶ - ۳۴۰۷ - ۳۴۰۸ - ۳۴۰۹ - ۳۴۱۰ - ۳۴۱۱ - ۳۴۱۲ - ۳۴۱۳ - ۳۴۱۴ - ۳۴۱۵ - ۳۴۱۶ - ۳۴۱۷ - ۳۴۱۸ - ۳۴۱۹ - ۳۴۲۰ - ۳۴۲۱ - ۳۴۲۲ - ۳۴۲۳ - ۳۴۲۴ - ۳۴۲۵ - ۳۴۲۶ - ۳۴۲۷ - ۳۴۲۸ - ۳۴۲۹ - ۳۴۳۰ - ۳۴۳۱ - ۳۴۳۲ - ۳۴۳۳ - ۳۴۳۴ - ۳۴۳۵ - ۳۴۳۶ - ۳۴۳۷ - ۳۴۳۸ - ۳۴۳۹ - ۳۴۴۰ - ۳۴۴۱ - ۳۴۴۲ - ۳۴۴۳ - ۳۴۴۴ - ۳۴۴۵ - ۳۴۴۶ - ۳۴۴۷ - ۳۴۴۸ - ۳۴۴۹ - ۳۴۵۰ - ۳۴۵۱ - ۳۴۵۲ - ۳۴۵۳ - ۳۴۵۴ - ۳۴۵۵ - ۳۴۵۶ - ۳۴۵۷ - ۳۴۵۸ - ۳۴۵۹ - ۳۴۶۰ - ۳۴۶۱ - ۳۴۶۲ - ۳۴۶۳ - ۳۴۶۴ - ۳۴۶۵ - ۳۴۶۶ - ۳۴۶۷ - ۳۴۶۸ - ۳۴۶۹ - ۳۴۷۰ - ۳۴۷۱ - ۳۴۷۲ - ۳۴۷۳ - ۳۴۷۴ - ۳۴۷۵ - ۳۴۷۶ - ۳۴۷۷ - ۳۴۷۸ - ۳۴۷۹ - ۳۴۸۰ - ۳۴۸۱ - ۳۴۸۲ - ۳۴۸۳ - ۳۴۸۴ - ۳۴۸۵ - ۳۴۸۶ - ۳۴۸۷ - ۳۴۸۸ - ۳۴۸۹ - ۳۴۹۰ - ۳۴۹۱ - ۳۴۹۲ - ۳۴۹۳ - ۳۴۹۴ - ۳۴۹۵ - ۳۴۹۶ - ۳۴۹۷ - ۳۴۹۸ - ۳۴۹۹ - ۳۵۰۰ - ۳۵۰۱ - ۳۵۰۲ - ۳۵۰۳ - ۳۵۰۴ - ۳۵۰۵ - ۳۵۰۶ - ۳۵۰۷ - ۳۵۰۸ - ۳۵۰۹ - ۳۵۱۰ - ۳۵۱۱ - ۳۵۱۲ - ۳۵۱۳ - ۳۵۱۴ - ۳۵۱۵ - ۳۵۱۶ - ۳۵۱۷ - ۳۵۱۸ - ۳۵۱۹ - ۳۵۲۰ - ۳۵۲۱ - ۳۵۲۲ - ۳۵۲۳ - ۳۵۲۴ - ۳۵۲۵ - ۳۵۲۶ - ۳۵۲۷ - ۳۵۲۸ - ۳۵۲۹ - ۳۵۳۰ - ۳۵۳۱ - ۳۵۳۲ - ۳۵۳۳ - ۳۵۳۴ - ۳۵۳۵ - ۳۵۳۶ - ۳۵۳۷ - ۳۵۳۸ - ۳۵۳۹ - ۳۵۴۰ - ۳۵۴۱ - ۳۵۴۲ - ۳۵۴۳ - ۳۵۴۴ - ۳۵۴۵ - ۳۵۴۶ - ۳۵۴۷ - ۳۵۴۸ - ۳۵۴۹ - ۳۵۵۰ - ۳۵۵۱ - ۳۵۵۲ - ۳۵۵۳ - ۳۵۵۴ - ۳۵۵۵ - ۳۵۵۶ - ۳۵۵۷ - ۳۵۵۸ - ۳۵۵۹ - ۳۵۶۰ - ۳۵۶۱ - ۳۵۶۲ - ۳۵۶۳ - ۳۵۶۴ - ۳۵۶۵ - ۳۵۶۶ - ۳۵۶۷ - ۳۵۶۸ - ۳۵۶۹ - ۳۵۷۰ - ۳۵۷۱ - ۳۵۷۲ - ۳۵۷۳ - ۳۵۷۴ - ۳۵۷۵ - ۳۵۷۶ - ۳۵۷۷ - ۳۵۷۸ - ۳۵۷۹ - ۳۵۸۰ - ۳۵۸۱ - ۳۵۸۲ - ۳۵۸۳ - ۳۵۸۴ - ۳۵۸۵ - ۳۵۸۶ - ۳۵۸۷ - ۳۵۸۸ - ۳۵۸۹ - ۳۵۹۰ - ۳۵۹۱ - ۳۵۹۲ - ۳۵۹۳ - ۳۵۹۴ - ۳۵۹۵ - ۳۵۹۶ - ۳۵۹۷ - ۳۵۹۸ - ۳۵۹۹ - ۳۶۰۰ - ۳۶۰۱ - ۳۶۰۲ - ۳۶۰۳ - ۳۶۰۴ - ۳۶۰۵ - ۳۶۰۶ - ۳۶۰۷ - ۳۶۰۸ - ۳۶۰۹ - ۳۶۱۰ - ۳۶۱۱ - ۳۶۱۲ - ۳۶۱۳ - ۳۶۱۴ - ۳۶۱۵ - ۳۶۱۶ - ۳۶۱۷ - ۳۶۱۸ - ۳۶۱۹ - ۳۶۲۰ - ۳۶۲۱ - ۳۶۲۲ - ۳۶۲۳ - ۳۶۲۴ - ۳۶۲۵ - ۳۶۲۶ - ۳۶۲۷ - ۳۶۲۸ - ۳۶۲۹ - ۳۶۳۰ - ۳۶۳۱ - ۳۶۳۲ - ۳۶۳۳ - ۳۶۳۴ - ۳۶۳۵ - ۳۶۳۶ - ۳۶۳۷ - ۳۶۳۸ - ۳۶۳۹ - ۳۶۴۰ - ۳۶۴۱ - ۳۶۴۲ - ۳۶۴۳ - ۳۶۴۴ - ۳۶۴۵ - ۳۶۴۶ - ۳۶۴۷ - ۳۶۴۸ - ۳۶۴۹ - ۳۶۵۰ - ۳۶۵۱ - ۳۶۵۲ - ۳۶۵۳ - ۳۶۵۴ - ۳۶۵۵ - ۳۶۵۶ - ۳۶۵۷ - ۳۶۵۸ - ۳۶۵۹ - ۳۶۶۰ - ۳۶۶۱ - ۳۶۶۲ - ۳۶۶۳ - ۳۶۶۴ - ۳۶۶۵ - ۳۶۶۶ - ۳۶۶۷ - ۳۶۶۸ - ۳۶۶۹ - ۳۶۷۰ - ۳۶۷۱ - ۳۶۷۲ - ۳۶۷۳ - ۳۶۷۴ - ۳۶۷۵ - ۳۶۷۶ - ۳۶۷۷ - ۳۶۷۸ - ۳۶۷۹ - ۳۶۸۰ - ۳۶۸۱ - ۳۶۸۲ - ۳۶۸۳ - ۳۶۸۴ - ۳۶۸۵ - ۳۶۸۶ - ۳۶۸۷ - ۳۶۸۸ - ۳۶۸۹ - ۳۶۹۰ - ۳۶۹۱ - ۳۶۹۲ - ۳۶۹۳ - ۳۶۹۴ - ۳۶۹۵ - ۳۶۹۶ - ۳۶۹۷ - ۳۶۹۸ - ۳۶۹۹ - ۳۷۰۰ - ۳۷۰۱ - ۳۷۰۲ - ۳۷۰۳ - ۳۷۰۴ - ۳۷۰۵ - ۳۷۰۶ - ۳۷۰۷ - ۳۷۰۸ - ۳۷۰۹ - ۳۷۱۰ - ۳۷۱۱ - ۳۷۱۲ - ۳۷۱۳ - ۳۷۱۴ - ۳۷۱۵ - ۳۷۱۶ - ۳۷۱۷ - ۳۷۱۸ - ۳۷۱۹ - ۳۷۲۰ - ۳۷۲۱ - ۳۷۲۲ - ۳۷۲۳ - ۳۷۲۴ - ۳۷۲۵ - ۳۷۲۶ - ۳۷۲۷ - ۳۷۲۸ - ۳۷۲۹ - ۳۷۳۰ - ۳۷۳۱ - ۳۷۳۲ - ۳۷۳۳ - ۳۷۳۴ - ۳۷۳۵ - ۳۷۳۶ - ۳۷۳۷ - ۳۷۳۸ - ۳۷۳۹ - ۳۷۴۰ - ۳۷۴۱ - ۳۷۴۲ - ۳۷۴۳ - ۳۷۴۴ - ۳۷۴۵ - ۳۷۴۶ - ۳۷۴۷ - ۳۷۴۸ - ۳۷۴۹ - ۳۷۵۰ - ۳۷۵۱ -

ترقی و کامیابی کا راز

دنیا محنت اور جفاکشی سے قائم ہے۔ قوموں کا عروج و زوال بھی اسی سے وابستہ ہے۔ حکومتوں کا قیام و اجتماعی انفرادی ترقی کا دار و مدار بھی اسی پر ہے۔ اسلام نے کوشش و محنت کے متعلق بقدر صفائی کے ساتھ احکام دیئے ہیں۔ وہ کسی دوسرے مذہب میں آپ کو نہیں مل سکیں گے۔ قرآن حکیم نے اس خاص مسئلہ پر بہت زور دیا ہے۔ اور ایک ہی جملہ میں اس نے دنیا کی تاریخ کوٹ کر بھر دی ہے۔ فرمایا۔ **ان المعصران الانسان لبقیٰ خسر** الا الذین امنوا و عملوا الصالحات۔ زمانہ گواہ ہے کہ انسان ہمیشہ ٹوٹے میں رہا ہے مگر اس ٹوٹے سے وہی لوگ نکل گئے ہیں جنہوں نے ایمان و علم صحیح کے ساتھ اپنے کاموں کو اختیار کر لیا۔ اور محنت و مشقت میں لگ گئے۔

آج مسلمانوں کے بظاہر اور حجت کا بڑا سبب یہی ہے کہ وہ تن آسانیوں اور عیش پریشیوں میں مشغول ہو گئے ہیں۔ اور محنت و سعی سے جی بچا رہے ہیں۔ اسلام میں لفظ جہاد کی حقیقت جس کے معنی کوشش اور سعی کرنے کے ہیں (صرف یہی نہیں ہے۔ کہ دین کے لٹو تلوار لے کر میدان کارزار گرم کر دیا جائے۔ بلکہ اس کے معنی ان تمام کوششوں اور سرگرمیوں پر عادی ہیں۔ جو زندگی کی بقا کے لئے کی جائیں۔ اگر ایک مسلمان محنت کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ تو وہ یقیناً جہاد کرتا ہے۔ اور کوئی جائز مال و دولت جمع کرنے کیلئے سفر کی معوبتیں برداشت کرتا ہے۔ تو وہ یقیناً جہاد ہے۔ اس سے آپ انما زہ لگا لیجئے۔ کہ اسلام نے کاپلی کو برستی کے ساتھ کس قدر کھلی جنگ کی ہے اور مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں سعی و کوشش کرنے کی کس شدت سے تاکید فرمائی ہے۔

معاصر جمعیت دہلی نے اپنی کسی اشاعت میں بتایا ہوتا ہے۔ کہ مسلمان اپنی برکتی کی وجہ سے اسلام کی طرف نہیں دیکھتے۔ بلکہ ترقی کیلئے جب کبھی ان کی نظر اٹھتی ہیں۔ تو ان کو یا تو یورپ کا مادی ارتقاء نظر آتا ہے۔ یا بالمشیک روس کا نظریہ نظام ان کے دماغ کو بھالیتا ہے۔ بعض تفریح باب سمان کہتے ہیں۔ کہ روس میں مساوات ہے۔ خوشحالی اور انصاف ہے۔ اور سرمایہ کی عادلانہ تقسیم ہے۔ اگر یہ باتیں سچی ہیں۔ تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہی اسلامی رسالت کا ایک چھینٹا ہے جس سے بالمشیک روس نے سیرابی حاصل کی ہے لیکن ان احمقوں سے کوئی پوچھے۔ کہ اسلام نے جب روحانی نعمتوں کے ساتھ مادی برکات کے دروازے تم پر کھول دیئے ہیں۔ اور یہ تمام چیزیں اپنی کامل ترین صورت میں اسلام کے اندر جو ہیں۔ اور خلافت راشدہ میں ان پر پوری قوت کے ساتھ عمل بھی ہو چکا ہے۔ تو تم ان دروازوں میں کیوں داخل نہیں ہوتے۔ مگر یہ کہ تم کو روس میں کچھ مادی مصلحت حاصل ہو جائے۔ مگر یہ مذہب و اخلاق کے ساتھ جو کھلی جنگ جاری ہے۔ اور علی الاعلان غدار کے وجود کا اس طرح صریح اظہار ہے۔ اس کو دنیاوی ترقی یا مائٹل سے کیا تعلق؟ وہ نظام تو دہریت پر مبنی ہے۔ جس کا ساتھ اسلام کبھی نہیں دے سکتا۔ اس کے مقابل میں اسلام ایک طرف خدا سے رشتہ جوڑتا ہے۔ تو دوسری طرف نبی نور عارفان کس پر دنیاوی شرف و اجمال کا تاج بھی رکھ دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ جفاکش اور مزدور تھے

دنیا کی تمام تر قبول کا مار صرف سعی و کوشش میں پنہاں تھا۔ مگر خوس مسلمانوں کو بہت بڑا جامعہ محنت سے گزیر کرتا۔ اور مسنت خوری کیلئے آمادہ رہتا ہے ایک طرف نام نہاد صوفیا اور گمراہ پیر و فقیر ہیں۔ تو دوسری طرف وہ علماء ہیں۔ جو محنت و مزدوری کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مہد اول کے بڑے سے بڑے مسلمان محنت و مزدوری کر کے اہل دعیال کی پرورش کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ جو اعلم الناس و افضل الناس تھے۔ وہ اکثر تجارت پیشہ تھے۔ انہر کلام نے بھی اکل حلال کیلئے شقیں برداشت کیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج محنت کو کسر شان سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی جو کیفیت ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اگر ان میں جھانکشی کی عادت ہوتی۔ اور ان آسانوں میں مبتلا نہ ہوتے تو آج ان کی حالت بھی کچھ اور ہوتی۔

خیرات و خیرہ گزارہ کرنے والے اور کابل مسلمان ذرا ادا قعات ذیل غور سے پڑ ہیں۔ اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ پیغمبر خدا صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ محنت ضروری کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص بارگاہ نبوی میں سوال کرتا تھا آیا آپ نے اس کے لئے کھانا نہیں کھایا۔ اور کھانا دیا۔ کھانے کے بعد کھانے میں جاکر کھانا کھا اور بارہا اس لاکر فروخت کر۔ چنانچہ اس نے میا ہی کیا۔ چارہ ہی جہیز میں اس کے پاس اتنا روپیہ ہو گیا۔ کہ وہ مستقل تجارت کرنے لگا۔

پیشہ نہ کرنے والا میری نظر سے گر گیا

ایک دفعہ ایک سائل حضرت عرفان روقؒ کے پاس آیا۔ آپ نے اسکی جہولی کو دیکھا تو وہ آتے سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے اسکو چھین کر اونٹوں کے آگے ڈال دیا۔ اور کہا جو مانگن ہو مانگ حضرت امیر المومنینؓ میں شخص کو ظاہر میں خوشحال اور کھانا پیتا دیکھتے۔ تو دریافت فرماتے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اور کس پیشہ میں مشغول رہتا ہے۔ جو لوگ کہتے۔ کہ وہ کوئی پیشہ نہیں کرتا۔ تو فرماتے تھے۔ کہ وہ میری نظر سے گر گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ ذیل پیشہ بھی فانی رہنے سے چاہا ہے۔ اس ضمن میں علامہ دردی نے کہا ہے۔ کہ منصب کا فرض ہے۔ کہ ایسے لوگوں کو جو کھانے کمانے کے لائق ہوں۔ اور پھر صدقہ خیرات لیتے ہوں۔ تہنید اور تادیب کے بعد علماء اور صوفیا و مشائخ و فقہاء وغیرہ کریں۔ اور محنت خوری کی لعنت سے خود بھی بچیں۔ اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ ظاہر ہے کہ عمما کے افعال کا اثر عوام پر پڑتا ہے۔ اگر یہ لوگ بھی محنت و مزدوری سے اپنا پیٹ پالائیں۔ تو عوام ہر اس کا اچھا اثر پڑے۔ ورنہ عموماً کال اور بیکار رہنے والے لوگ صوفیا و مشائخ کا حوالہ دے کر بربادی ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ شامد محنت خوری بھی اسلام کی کوئی خاص شان ہے۔

حضرت عرفان روقؒ نے فرمائی ہے۔ انہوں نے علماء کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ (لا تکلونہ اعینا لا علی المسلمین) مسلمانوں پر اپنا بار نہ ڈالو اگر صحابہ کرام کے حالات کا تجسس کیا جائے تو بیشمار شایں ایسی مل سکتی ہیں۔ کہ انہوں نے باوجود صاحب علم و نقد ہونے کے کھانا پینے کا میل روٹی ہنسی۔ زراعت کی اور کنوؤں سے پانی نکھینچا۔ اور اپنے مال بچوں کا پیٹ پالا۔ یہی لوگ جنگ کے موقع پر سپاہی بن جاتے تھے۔ غارت کے وقت اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرتے تھے۔ اور مزدوری کے وقت خون پسینہ ایک کر دیتے تھے۔

وہ لوگ جو دوسروں کی مدد پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ اپنے وجود سے مسلمانوں کو کبھی نہ غارت کے سخت نقصان پہنچاتے ہیں۔

ان کا جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے عضو معطل سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ الجحیۃ

رضا خاں پہلوی

انگلہو پرشین آئل کینی اور ایرانی حکومت کے فیضیے کے باعث آجکل ایران اور ایران کے بادشاہ پر تمام نظریں جمی ہوئی ہیں۔ جو شخص کسی زمانہ میں طہران کے شاہی محلات کے دروازوں پر درباری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ آج شاہ ایران ہے۔ اور ایران پر حکومت کر رہا ہے۔

رضا شاہ نے گزشتہ چھ سات برس کے اندر اس قدیم ملک میں بہت بڑی حد تک زندگی کی روح بھونک لی ہے۔ یہ دہی سرزمین ہے جو سالی شہر کے دو حکومت میں قومی اعتبار سے وسیع پیمانہ اور قیمت زدہ تھی۔

رضا شاہ ہند قامت بھوسے بالوں اور پیامناہ انما کی لابی مگر خوبصورت اور سخت موخوں والا آدمی ہے جسکی آنکھیں اب تک خواب دیکھ رہی ہیں۔ اس کے اخلاق شریفانہ، عادلانہ اور کرمانہ ہیں۔ فیض اس کی زندگی کی لازمی دلچسپیاں ہیں۔

رضا شاہ ایران کی کاسک ڈیزن میں سو سال کی عمر میں تھی۔ اور یہی اکی تائی زندگی کی ابتدا ہے۔ مگر رضا شاہ اسوقت ہی معمولی سپاہی نہ تھا بعض لوگوں نے کہا جو کہ ایک کسان کا بیٹا ہے۔ یہ غور غلط ہے حقیقت میں اسکا باپ دوشاہوں کی عدالتوں میں وزیر موم رہ چکا ہے۔ اور یہ وہ عہد ہے جو آج تک کسی معمولی آدمی کو نہیں ملا۔ پہل نوجوان سپاہی دنیا میں اپنا راستہ خود تعمیر کیا۔ اور اسکی موجودہ زندگی کو اس کے والدین کے اثر سے کوئی انداز نہیں ملے۔ البتہ اس کی قیمت کا ستارہ ہمیشہ چمکتا رہا۔ رضا شاہ کی فطری فوجی خصوصیات نے اسکو ابتدا سے اختیار اور بعد میں با اختیار اور اختیار فوجی زمانت کا اس نے وہ شہوت دیا کہ اس زمانے کے شاہ نے اسکو نیلڈ مارشل اور پھر وزیر جنگ کے عہدے سے سرفراز کیا۔ اور اسی زمانے میں جب

وہ اس عہد پر مقرر تھا۔ اس ایک عربی قوت کے خلاف ہم سر کی۔ جو عرصہ دراز سے حکومت طہران کی نظروں میں کاشاسی کھلک رہی تھی۔ اس عظیم الشان مہم میں اس نے مقابل عربی قوت کے شج کو بھی گرفتار کیا۔ جو میدان جنگ میں فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اور اس فوجی فیدی کو لے کر قاتحانہ انداز میں دارالسلطنت وہیں آیا۔ اور قاتحانہ جشن ترتیب دیا گیا۔ توین شرکوں وہ گدراں پر میل تک خوبصورت فوجی دہلیں بھی پڑی تھیں بہر حال رضا شاہ کی زندگی میں صبح انقلاب اس وقت ہوا جب شاہانہ میں اس نے طہران کی کاسک برائیڈ پر قبضہ کیا۔ اور اس برائیڈ کے افسر علی کو گرفتار کیا۔ جو اس زمانہ کے شاہ کا چچا یا ماموں تھیں۔ اس نے ایرانی فوج کی باقیات کو جمع کیا۔ جو بیرونی اثرات کی وجہ سے نہایت پریشان حالی کیشت ترین تر ہو گئے تھے۔ اور اس طرح رضا شاہ کو بائچو کلہ پڑھ دیا۔ یہ فوج کا ہر اعتبار سے ہم خیال و یک زبان تھے۔

آکا خرفشاہی تاج پہن کر فوج عظیم نادر کے تخت چلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے اسکا تاج بائچو کلہ زیب کر کیا۔ پتے موئی کا تاج پہنہ اور نادر کی مشہور تاج اپنے ہاتھ میں لی۔ خداداد اور انتظامی قابلیت سے ایران کو گھوڑہ ان و ترقی بنا دیا۔ آج ایران کی علمی، اخلاقی اور اقتصادی ترقی اور ترقی خرابی بلبل ہیں اور رضا شاہ پہلوی کے نام پر تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوئی ہیں۔ اس جہان بخت حکمران نے دنیا کی مشہور ترین اسلامی سلطنتوں سے روابط و دوک و ضوابط کی گنجی قائم کر لئے ہیں۔ اور یہ ان ترقی میں بڑا حجاب ہے۔ اللہ ہم نواز ہو۔

مے باقی

(از ظفر علی خاں)

نوبہار است ساقیا برخیزند
مے باقی بجامِ مُسلم ریزند
ماسوائے سے سوا ہو کم جس کا
کیف جس کا ہو روحِ برقی سے تیز
جس میں نوشہ شرابِ انجمن
جس کے پیئے میں ہو نہ کچھ پرہیز
جس کی مستی میں سامنے آجائیں
مرد و شیراز و مشہد و تبریز
ہو گلِ نو دمیدہ موجِ اس کی
یا مگر ایک شاہِ نوخیز

مطرب اک لغتہ نشاطِ افسروز
ساقی اک جرعهٴ سرورِ نگین
ناٹے دلکش بہ نوحہٴ فرعون
جامِ بنیش بہ کورنی پتلیں

آگئی باغِ مصطفیٰ میں بہار
کیوں نہ میرا قلم بھی ہو گلِ یز
عطر میں بس رہی ہے آج نسیم
اور شمال و صبا ہیں غنبرِ یز
کو کب صبحِ جلوہ ریز ہوا
شب نے کی اختیارِ راہِ گریز
عرش پر ایک پل میں پہنچوں گا
آج جولاں ہے فکر کا شبدِ یز

نامہٴ مصطفیٰ ہے اب تک نقش
مٹ گیا نامِ خسرو پر ویز
دنِ دولہا ہے اور دولہنِ ونیا
عرش کا میں ہے اور فرشِ جہیز
قطعِ جنت کی راہ ہوتی ہے
علم تو سن ہے اور عملِ ہمیز
عارضِ والضحیٰ و ثیقہ مرا
زلف و اللیل میری دستِ آویز

صلحِ اسلام سے ہوئی جس کی
اس سے کیا کر سکیگا چرخِ سیتہ

تاریخ اسلام کا ایک ورق

فتح مکہ

(مکہ محمد طفیل بی۔ ۱۔ ے۔ بی۔ ٹی (علیگ) ایل۔ ایل۔ بی۔)

رشد و نبی پیکر علیؑ اور زبیرؓ نے ہتھیار منہمال لئے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر مکہ کی طرف چلے گئے۔ ابھی ٹھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا۔ ”اگر اجازت ہو تو میں گھوڑے کو سر پٹ کر کے جرادہ کا رستہ روک لوں۔ اور اس سے محبوب چھین لاؤں“ حضرت علیؑ نے اجازت دے دی اور وہ ہوا ہو گئے۔ اور اسے بالیا۔ اور قریب پہنچتے ہی لٹکار کر کہا۔

”جرادہ! ٹھہر بات سن رہی جا“

جب اس نے آواز سنی۔ تو سواری کو بٹھا کر پیچھے آئی۔ اور آپ کی طرف بڑھی۔ حضرت زبیرؓ بھی گھوڑے سے اتر آئے۔ جرادہ نے آپ کو سلام کیا۔ اور آپ کے ہاتھ چومے۔ اور بولی۔

”بھائی کیا مجھ سے کوئی کام ہے“

حضرت زبیرؓ نے۔ ”ہاں“

جرادہ۔ ”وہ کیا“

حضرت زبیرؓ جرادہ وہ خط لا جو بھگے حاطب بن بلتعقہ اقبسی نے دیا ہے۔

جرادہ۔ ”مغزوہ کون حاطب ہے۔ جس کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ میں تو اسے جانتی ہی نہیں۔ اور نہ میں نے کبھی اسے دیکھا ہے۔“ آئیے یہ میری سواری ہے اور سب ماں اس پر موجود ہے۔ دیکھ لیجئے“

یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اور حضرت زبیرؓ آگے بڑھے۔ اور سب سامان الٹ پلٹ کرنے لگے۔ لیکن کوئی خط نہیں ملا۔ اب جرادہ نے جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت زبیرؓ نے اسے روک لیا۔

”ٹھہر علیؑ آ لیں“

علیؑ کا نام سنتے ہی اس کے ہوش اٹ گئے۔ اور پہرے کا رنگ بدل گیا۔ ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ علیؑ بھی آ گئے۔ جرادہ نے انہیں دیکھتے ہی آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اور ان کے ہاتھ اور سینے کو بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔

”جراوہ وہ خط جو عاصی نے تجھے دیا تھا۔ لا بجے دے“

جراوہ : حضور اس معاملہ کی کچھ اہل نہیں۔ آپ اپنے بھائی زبیرؓ سے پوچھ سکتے ہیں۔

حضرت زبیرؓ (اگے بڑھ کر) اب کس ہیں نے اس کی سواری کی کافی دیکھ بھال کر لی ہے۔ کوئی خط نہیں ملا۔

حضرت علیؓ : زبیرؓ میرے بھائی محمدؓ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کہا ہے۔ جبریلؑ کی زبان سے کہا ہے۔ اور جبریلؑ سوائے خدا کے حکم کے کوئی بات منہ سے نہیں کہتے۔ تم ذرا ہٹ جاؤ۔ تاکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (جبریلؑ کی قسم کو کھول دے) میں کر زبیرؓ ہٹ گئے۔ اور علیؓ نہ جراوہ کی طرف بڑھ کر کہنے لگے۔ ”جراوہ کیا تم جانتی ہو میں کون ہوں؟“

جراوہ : اللہ کی قسم جانتی ہوں میں جیسے جاننے کا حق ہے۔

حضرت علیؓ : ”میں کون ہوں؟“

جراوہ : ”آپ صاحب الخواطف العظام و المناہل الکرام امام علی بن ابی طالب ہیں“

حضرت علیؓ : ”تو سچ کہتی ہے۔ بہن؟“ چنانچہ آپ نے ذیل کے اشعار کہے۔

جراوہ صلی شعری کی تھل کلا متکری شہانی انا علی

(ترجمہ) جراوہ بال کھول کیوں دیر کرتی ہے۔ اور اس بات سے انکار مت کر کیونکہ میں علی ہوں۔

ومنہ اخر حلی مایکون محباء بامر رسول اللہ حقاً اسرلی

(ترجمہ) اور میرے لئے رسول اللہ کے پسے حکم سے وہ چیز نکال جو اس میں پوشیدہ ہے۔

کتا بابه ستر لا عدل انا بدا لخبیر ہمدنیہ بامر الہ جلی

(ترجمہ) وہ ایک خط ہے کہ جس میں ہمارے دشمنوں کے پاس راز کا اظہار ہے۔ عاصی اس میں ان کو ایک بات کی اطلاع دیتا ہے جو اس کے لئے آشکارا ہے۔

دلائل توفانی فالحسارہ مجرڈ فراسک ارمیہ وللا تاعطلی

(ترجمہ) اور تو نہ رک اس لئے کہ تموار سستی گئی ہے۔ میں تیرا سر اس سے اڑا دوں گا۔ اور تو آگ میں پڑے گی۔

دان تنطقی لی عاجلا شہائی لرب العالمین والمصطفیٰ خیر مرسل

(ترجمہ) اور اگر تو نے مجھ سے میرے سامنے رب العالمین اور مصطفیٰ ﷺ کو جو بہتر رسول ہیں مکہ پڑھ لیا۔

افور رجبات و حور تزئینت دوللہا بنا بحسن والنور تجلی

(ترجمہ) تو جو جنت میں فز پائے گی۔ جس کو حور دے نے زینت دی ہے۔ اور غلمان اس کے حسن اور نور کا۔ یہ دینی کا باعث ہیں۔

وتخطی لخبیر العالمین محمد ا وصحابہ و اهل الوفا والتفصل

(ترجمہ) اور تو حصہ پائے گی۔ محمد ﷺ اور صحابہ و اہل الوفا اور تفصل (منفصل)۔

جب جراحہ نے حضرت علیؑ کا یہ کلام سنا۔ تو وہ آپؑ کی طرف بڑھ کر کہنے لگی: آپؑ کو اس بات سے کس نے آگاہ کیا ہے؟
 حضرت علیؑ: ”مجھے میرے چچا کے اٹکے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ کی زبان سے حکم دیا تھا کہ میں اسے مطلع فرما دوں۔“
 جراحہؓ نے کہا: یقین کے بعد شک کی گنجائش نہیں۔ اور ایمان کے بعد کفر کو جگہ نہیں۔ مائدہ بڑھائے۔ میں گوہری دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک اور بلا شریک ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ اور آپ خدا کے دوست اور صاحب علم و یقین ہیں۔“ اس کے بعد اس نے خط نکال کر اسے بوسہ دیا۔ اور حضرت علیؑ دم کے سپرد کر دیا۔ اور عرض کیا:-
 جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؑ کی وساطت (دراپے فضل و کرم سے راجہ ہائست کی توفیق دی ہے۔ اسی طرح آپؑ بھی مجھ پر ایک مہربانی کیجئے۔

حضرت علیؑ: ”وہ کیا“

جراحہؓ: ”میرا جسم معاف کر دیجئے۔“

حضرت علیؑ: ”مجھے خوش خبری ہو۔ تو دنیا اور آخرت میں اللہ اور اس کے رسول کے مان میں ہے۔ لیکن جراحہ میری بھی ایک شرط ہے۔ جو مجھے ماننی پڑے گی۔ یہ کہ تو ان معاملات کے متعلق ایک حرف بھی قریش تک اور اپنے کنبہ و انوں سے نہ کہے۔ اور اگر تو نے ایسا کیا تو گویا تو نے خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت ایک گناہ عظیم ہے۔“
 جراحہؓ: ”مغفوریہ شرط مجھے منظور ہے۔“

یہ کہہ کر جراحہؓ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آپؑ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اور چلے جانے کا اشارہ کیا۔ پناہی اشارہ پاتے ہی وہ چل دی۔ جراحہؓ کے مکہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد حضرت علیؑ زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرما نے لگے۔
 ”زبیرؓ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو کیا پایا“

زبیرؓ نے حضرت علیؑ دم کے سپرد کر دیا۔ (بنا ہے تو سہی آپؑ کو اس معاملہ کی کیسے خبر ہوئی؟)

حضرت علیؑ (رحمہ اللہ) نے بھی یہ سب کچھ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اب یہ دونوں شادان و فرحان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط پڑھ کر سنا دیا۔ جسے سنتے ہی حضور علیہ السلام غضب آلودہ ہو گئے۔ اور بلائ سے افسوس و الحاح کے کی منادی کے لئے فرمایا۔ منادی سنتے ہی صحابہ کرام جو حق و درجہ مسجد نبویؐ میں آگئے۔ اور مخلوق کا اثر نام اس قدر ہوا۔ کہ قتل و دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور دعا فرمانے کے بعد منبر پر بیٹھ افرز ہوئے۔ اور حمد و ثناء کے بعد فرمانے لگے۔

ایھا المسلمون! حاضر و ن۔ ایکم کتب ہذا لکتاب الی اہل مکة یخبرہم باہم اللہ تعالیٰ رب
 غفرنا علیہ من غیر اذن من اللہ تعالیٰ ولا من رسولہ فلیقمہا لعالہ و رسولہ حتی
 اراہ و اسرفہ و الاقامہ جبریلؑ کرہا باہم رب العالمین۔

(ترجمہ) مسلمان حاضرین تم میں سے جس نے یہ خط اہل مکہ کو لکھا ہے۔ جس میں انہیں خدا اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر اللہ کے حکم اور ہمارے ارادہ سے مطلع کیا گیا ہے۔ چاہیے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے تاکہ میں اسے دیکھ لوں۔ اور پہچان سکوں۔ درنہ جبریل علیہ السلام چار و نما چار رب العالمین کے حکم سے اس کا نام بتا دیں گے۔ جب لوگوں نے بغیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد سنا۔ تو ان میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ لیکن اسی وقت عاتب بن ملثم القیس کھڑے ہوئے اور کہتے ہوئے حضور کے سامنے آئے جس پر آنحضرتؐ اور ان کے دریاں یہ گفتگو ہوئی :-

عاطبؓ :- "اسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

رسول اللہؐ :- "علیک السلام۔ اے شخص تو کون ہے؟"

عاطبؓ :- "میں عاتب بن ملثم القیس ہوں"

رسول اللہؐ :- "کیا تم نے یہ خط لکھا؟"

عاطبؓ :- "جی ہاں"

رسول اللہؐ :- "کس بات نے تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور ان کے راز کے افشاء پر مجبور کیا؟"

عاطبؓ :- "مقدور میری عرض سن لیجئے۔ مجھے ایک دفعہ دوران سفر میں اہل مکہ کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے میری آؤ بھگت کی۔ اور مجھ نزاری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ میں اس انتظار میں تھا۔ کہ کوئی موقع ملے تو میں ان کی اس توجہ کا بدلہ انہیں دوں۔ میں نے یہ خط اس خیال سے ان کی طرف لکھا۔ کہ کچھ تلخ فحش ہو سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اس سے اطلاع دے کر میری فحشیت کی۔ میں حضورؐ کے سامنے حاضر ہوں۔ اور اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہوں۔ جو سزا اللہ اور اس کا رسول میرے لئے تجویز کرے۔ مجھے اس سے سہر موار خراف نہیں۔ میں خدا سے اپنے اس گناہ عظیم کے لئے استغفار کرتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ حضورؐ میں اس بات کا بھی اظہار رکھ دیتا ہوں کہ اسلام لانے کے بعد ہرگز کافر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ایمان لانے کے بعد میں نے منافقت کی ہے۔"

عاطبؓ یہ الفاظ ختم کرتے ہی اس کثرت سے گریہ و زاری کرنے لگے۔ کہ ان کی کھلی بندھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا :-

"شخص اپنے گھر جا اپنے جرم کی معافی پر گریہ و زاری کر میں اس وقت حکم ربانی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ وہی جو چاہے گا تیار متعلق فیصلہ کرے گا۔ کیونکہ وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"

پھر آپؐ کے مہاجرین اور انصار سے ان الفاظ میں خطاب کیا :-

جب تک اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ میں کوئی فیصلہ صادر نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ملنا۔ جملنا کھانا اور پینا ترک کر دو۔"

ارشاد پاستہ ہی عاطبؓ نے گھر کی ماہ لی اور دسے چلائے چلے گئے۔ مگر پہنچے پر ہیوی نے دوسے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے اس سے سب کچھ کہہ سنایا۔ وہ عظیم بھی گریہ و زاری میں ان کی حمد و ادھر ہوئی۔ اور دوسے لگی۔ عاطبؓ بہت بے چین ہو گئے۔ اور صبر نہ

کر سکے۔ اور گھوڑے کے باندھنے کا رستہ اٹھا کر اپنے آپ کو درخت کے تنے کے ساتھ جو گھر کے صحن میں آگاہوا اٹھا۔ باندھ دیا۔ اور قسم اٹھائی۔ کہ جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ راضی نہیں ہوں گے۔ نہ کچھ کھاؤنگا نہ پوؤنگا۔ اور نہ ہی سوؤں گا۔ بلکہ اسی طرح اپنے آپ کو بندھا رکھوں گا۔ اس کے بعد گریہ و بکا میں مصروف ہو گئے۔ اور ان کی زوجہ محترمہ اور بچے بھی ان کے ساتھ رونے چلانے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کی قبولیت کی دعا مانگنے لگے۔

اسی طرح بندھے ہوئے اور گریہ زاری کرتے ہوئے کئی دن گزر گئے۔ یہاں تک کہ نقاہت کے آثار ان کے جسم پر ہویا ہوئے اور جو کہ اوپر پاس نے ان کے اوصاف عطا کر دیئے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کو ان کی اس حالت زبوں پر رحم آیا۔ اور ان کی توبہ قبول کی گئی۔ جبریلؑ کو حکم ہوا کہ جاؤ کہ رحمتہ اللعالمین سے میرا سلام کہو۔ اور یہ پیغام پہنچاؤ۔ اللہ نے عاٹب کا جرم معاف کر دیا ہے اور اس کی توبہ اپنے فضل و کرم سے قبول کر لی ہے! ارشاد خداوندی پاک کہ جبریلؑ در دولت نبویؐ پر حاضر ہوئے۔ اور ان الفاظ میں پیغام ربانی پہنچانے لگے:-

قل یا عبادِی الذین اسر فوا علی انفسهم ولا تقنطوا من رحمتہ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً
انہ هو الغفور الرحیم۔ اعلموا ان اللہ تعالیٰ قد جاد بکرمہ وفضلہ ورحمتہ علی عبدک عاٹب
بن بلتعۃ القیسی و قبل تقویٰ عہ و رکا و کلاً و قبل توبتہ و غفر زلتہ اکراماً لک خانہ من
اصحابک۔ فارسل الیہ من یشیر لا بالتوبۃ و قبلولہا و یجملہ من الشجرۃ ربانی بہ الیلک
فاستغفر لہ و ادع لہ و للمسلمین ط

(ترجمہ) اے نبی کہدو۔ اے میرے وہ بند و جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے۔ کہ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جیو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے اپنے بندے عاٹب بن بلتعۃ القیسی پر بھر پوری رحمت کی ہے۔ اور اس کی تضرع و گریہ و زاری قبول فرمائی ہے۔ اور اس کی توبہ منظور کر لی ہے۔ اور اس کا جرم اس وجہ سے معاف کر دیا ہے۔ کہ وہ آپ کے احباب میں سے ہے۔ پس آپ کسی کو اس کی طرف بھیجئے۔ کہ اس کی توبہ کی قبولیت کے متعلق خوشخبری دے۔ اور درخت سے کہول کر اے آپ کی خدمت میں لے آئے آپ اس کیلئے استغفر کیجئے۔ اور اس کے اور دیگر مسلمانوں کے حق میں دعا کیجئے!

پیغام ربانی سنئے ہی حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھا۔ اور آپ نے احباب کو یہ خوشخبری سن کر حکم دیا۔ کہ فوراً عاٹب کو قبولیت توبہ کا مشرودہ سنائو۔ احباب حکم پاتے ہی بھاگے ہوئے گئے۔ لیکن دروازہ پر پہنچ کر انہوں نے عاٹب ان کی زوجہ ان کے بچوں کی گریہ و زاری سنی۔ توبہ بے ساختہ چلا آئے! ۱۔

ارزق بنفسک و اساک عن البکاء و النوح و لک البشارۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن جبرائیل عن رب العالمین حل و علا بالتوبۃ و قبلولہا و بالمغفرۃ و رضوان و قدر و جلال

بجود ذکر و محاسبہ احباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ترجمہ) بھائی اپنے نفس پر زہمی کر اور رونے اور فوج کرنے سے رک۔ کیونکہ تیرے لئے نبی کی طرف سے بشارت ہے۔ اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے۔ اور تیرا جرم معاف کر دیا ہے۔ اور تجھ سے راضی ہو گیا ہے۔ ہم تیرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب ہیں۔ جو تجھے یہ مژدہ سنانے کے لئے آئے ہیں۔

ان کی زوجہ محترمہ نے صحابہ کبار کا کلام سنا۔ تو وہ اور ان کے بچے بچے بچے ہوئے دروازے پر آئے کہ وہ مکمل کر صحابہ کرامؓ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حالانکہ انہیں صحابہ کو دیکھ کر زور سے چیخ مادی اور غش کھا کر گر پڑے۔ علیؓ نے بڑھ کے ان کے سنبھ پر پانی چھڑکا اور ہوش میں لائے پھر انہیں قید بند سے کھول کر خوشخبری سنائی اور مصافحہ اور معالغہ کیا۔ اور ان کی بیوی سے پانی لائے کو کہا۔ چنانچہ چٹا نے غسل کر کے پاکیزہ کپڑے پہنے۔ اور رکعت نماز شکر ادا کی۔

درس عمل

(از ابوالاقبال حضرت علامہ عیش فیروز پوری)

اے مسلم خوابدہ ہشمار ہو وقت آیا
وقت آگیا اے مسلم اب تو کوشش پیہم کا
میدان عمل میں آکھیا اے عمل بن جا
مقصد ترے آنے کا دنیا میں تھا کیا مسلم
بھولا ہے سبق تجھ کو طاعت کا اطاعت کا
اے قوم نہ کر پیدا سامان تباهی کا
اسلام کے منکر سے اس نام کے منکر سے
قائل نہیں قرآن کا دشمن ہے جو ایساں کا
اب جمع تو اے مسلم اجڑائے پریشاں کر
اسلاف کا پیدا کر مسلم بنرا اپنے میں

اے اُمّتِ مروتِ محمد اللہ کی رحمت ہو

تو بزمِ مجازی میں ہمرازِ حقیقت ہو

تذکرۃ السلف

حسن بن صباح

(صحابی رضی الدین احمد صنف چہرہ ہی نیاز الدین احمد صاحب دہلوی)

حسن بن صباح خراسان کا رہنے والا۔ امام موفق نیشاپوری کا شاگرد۔ نظام الملک طوسی وزیر ملک شاہ سلجوقی اور حکیم غیاث کا ہم کتب تھا۔ اول اول یہ ملک شاہ کے دربار میں نوکروں کا سربراہ تھا۔ یہاں نظام الملک سے رشتہ ہو گئی۔ پھر مستنصر شاہ علوی کے پاس ہوا گیا۔ بادشاہ کی نظروں میں آ کر محکم مقبول رہا۔ مگر درباریوں سے ان بن رہی۔ یہاں سے الگ ہوا تو اس نے مسکنہ میں قہستان میں اپنی حکومت قائم کی۔ اور بجائے بادشاہی طریقہ کے درویشانہ وضع اختیار کر کے مذہب اسماعیلیہ کا دعوت شروع کیا۔ اور مذہبی پیشواؤں کی حیثیت پیدا کر لی۔ اس فقیری گدی کے مریدند یا ان قوم شاہین یا فرقہ بالطنیہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ والداروں سے تعلقات کا پیدا کرنا پناہ فرقی منسحبی کہتے تھے۔ اپنے پیروں کے حکم سے ایک نے نظام الملک کا کام تمام کیا۔ اور اسی اثنا میں ملک شاہ بھی ملک عام کو سدا را جس سے حسن کی خود مختاری اور زیادہ ہو گئی۔ ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں با اثر لوگ مار ڈالے جائیں، چنانچہ بڑے بڑے علماء فقراء اور بادشاہ فرقہ بالطنیہ کے اصول قتل ہوئے۔ یہ لوگ بڑے زہریت سمجھے جاتے تھے۔ مگر چھپ کر کیا کرتے تھے۔ اس فرقہ نے رفتہ رفتہ اس قدر قوت حاصل کی کہ ان کے خاندانے تمام ملکوں میں رہنے لگے۔ جن کا فرض ہوتا تھا کہ وہ دہاں کے قومی لوگوں اور سپاہیوں کے ذہن نشین کر دیں۔ کہ سجادہ نشین جتنے جی بہشت کی سیر کر دیتا ہے۔ جب بہشت سے مراجع طے کرنے کے بعد کوئی محقق سجادہ نشین کے دروازہ پہنچتا تھا تو ٹھوڑی دیر کے لئے وہ بہشت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ اور بہشت سے واپس آ کر جب وہ حور بہشت کے عشق میں ہانے کے نعرے مارتا تھا۔ تو اس سے کہا جاتا تھا کہ نکال رہیں کو مار ڈالو۔ تو ہمیشہ کے لئے جنت میں رہ سکتے ہیں۔ وہ غریب جو عشق میں خون نافع کر کے پیوے پاس آتا۔ تو سچے بہشت میں بھیجنے کے قتل کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ افشائے راز نہ ہو۔

جنت کی صورت یہ تھی کہ سجادہ نشین کے مسکن کے قریب وادی کہہ قاف میں ایک قلعہ بنایا گیا تھا۔ جس میں سونے چاندی کی لیلیا تھیں۔ یا قوت دہرہ کی بچی کا رے کا کام بنایا ہوا تھا۔ مصنوعی دولت زبردہ یا قوت۔ نیلم و پیکراج وغیرہ سے آراستہ کر کے ان کی تہذیب کو خوشنما رنگوں سے رنگا۔ آیات قرآنی پڑھنے والے طور پالے جھٹے تھے۔ گلاب اور کیڑا سے اسے حوض مہرے ہوتے تھے۔ دودھ و شربت کی نہریں جاری تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ تھا کہ کوہ قاف کی دو شیرہ حسین لڑکیاں اور غلامان چُن چُن کر اس میں رکھے گئے تھے جب کوئی مرید جنت کی سیر کو آتا تھا۔ تو اسے داروئے بیہوشی ملا دی جاتی اور کلمات بیہوشی دہ بہشت کے اندر بھنپایا جاتا تھا۔ جب وہ کسی حور پر فریفتہ ہوتا تھا۔ تو وہ جو ایک جام بیہوشی سامنے رکھتی۔ اور کہتی کہ اگر تم کو میرا دھالی منظور ہے تو دنیا میں جاؤ اور خلیں

نہیں یا حاکم کو مار دیا۔ اگر تم سے تو شبہ ہو کر چلے آؤ گے۔ اور جو غازی رہے تو سجادہ نشین سے پروانہ راہداری سے کر چلے گا۔ ہم یہی پینے کے بعد جب وہ جوش میں آتا تھا تو قلعہ کے قریب کسی غار میں اسے ہوش آتا تھا۔ اور پھر وہ اس کام کو ضرور کرتا تھا۔ جس کی فرمائش جبرئیل کرتی تھی۔

سلطان صلاح الدین کے زمانہ عروج میں اس فرد باطنیہ نے ان کی جان بھی لینی چاہی مگر یہ محفوظ رہے۔

حضرت شفیق لمخیؒ اور حاتم اصمؒ

حاتم اصمؒ ۷۴۷ھ میں حضرت شفیق لمخیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ایک روز حضرت شفیقؒ نے حاتم اصمؒ ۷۴۷ھ سے پوچھا کہ تم کتنی مدت سے میرے پاس ہو۔ انہوں نے جواب دیا تینتیس برس سے۔ اس شفیقؒ نے فرمایا کہ اتنے عرصے میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا۔ حاتم نے کہا۔ کہ آٹھ باتیں۔ آپ نے فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ میرے اوقات تم پر ضائع مجھے۔ تم اتنی مدت میرے پاس رہے۔ اور صرف آٹھ باتیں سیکھیں۔ حاتم نے کہا کہ اے استاد! میں جو بولن پسند نہیں کرتا۔ میں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں سیکھا۔ تب آپ نے فرمایا۔ اِجِئْنَا وَاُتِیْہِمْ تَوَہِّدًا وَاُتِیْہِمْ تَوَہِّدًا۔

حاتم نے کہا۔ اول یہ کہ میں نے جب مخلوق کو دیکھا۔ تو معلوم کیا۔ کہ ہر ایک شخص کا ایک محبوب ہوتا ہے۔ اور نزدیک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے۔ جب قبر میں پہنچ جاتا ہے تو اپنے محبوب کے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنا محبوب اعمال صالحہ کو تعمیر الیا۔ تاکہ جب میں قبر میں جاؤں۔ تو وہی میرا محبوب میرے ساتھ رہے۔

شفیقؒ نے فرمایا کہ واقعی تم نے بہت کچھ بات سیکھی۔ اب باقی سات باتیں بھی بتاؤ۔

حاتم نے کہا دوسرے یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر خوب غور و تامل کیا۔ **وَاَمَّا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ** دھکی **النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاوٰی** (یعنی جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جائے گا۔ اور اس نے اپنے نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا۔ سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔ تو سمجھ گیا۔ کہ خدا تعالیٰ کا فرمان بجا اور درست ہے۔ اس لئے میں نے اپنے نفس پر خواہش کو دور کرنے کی محنت ڈالی۔ حتیٰ کہ وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

تیسرے یہ کہ اس دنیا کو جو دیکھا۔ تو یہ پایا کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز قدر و قیمت کی ہے۔ وہ اس کو خوب حفاظت سے رکھ جھوٹا ہے۔ اور اس کی خوب محافظت کرتا ہے۔ پھر جب میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول دیکھا۔ **کَہَا عِندَ کُفْرٍ یُّفْہِدُ وَاَعِندَ اللّٰہِ** باق (یعنی جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے۔ وہ ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا۔

تو جو کچھ جتنی چیز میرے ہاتھ لگی۔ وہ میں نے اللہ کی راہ میں دے دی۔ تاکہ اس کے پاس موجود رہے۔

چوتھے یہ کہ جب لوگوں کو دیکھا۔ تو ہر ایک کو مال حسب نسب اور شرافت کی طرف راغب پایا۔ اور جب ان امور میں غور و خوض کیا۔ تو یہ سب بیچ معلوم ہوئے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سوجا۔ کہ **اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰہُمْ** یعنی اللہ

کے نزدیک تم سب میں سے بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اس لئے میں نے تقویٰ اختیار کیا۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کریم و بزرگ ہو جاؤں۔

پانچویں یہ کہ لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر گمان بد کرتے ہیں۔ اور برا کہتے ہیں۔ اس کی وجہ حسد کو پایا۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف متوجہ ہوا۔ تو یہ پایا کہ **خَوْنٌ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** (یعنی دنیوی زندگی میں (تو) ان کی روزی ہم ہی نے تقسیم کر رکھی ہے)۔ اس لئے میں نے حسد کو ترک کیا۔ اور لوگوں سے کنارہ کش ہو گیا۔ اور خوب اچھی طرح جان کر قسمت اللہ کے ہاں ہے۔ اس لئے میں نے خلق کی عداوت چھوڑ دی۔

چھٹے یہ کہ جب لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے جنگ و جدال اور کشت و خون کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف رجوع کیا۔ **وَاللّٰهُ يَمْلِكُ لَكَ عَدُوَّكَ**۔ یہ شیطان میسک تیار دشمن ہے۔ سو تم اسکو اپنا دشمن ہی سمجھتے رہو) اس بنا پر میں نے صرف اسی اکیلے کو اپنا دشمن ٹھہرا دیا۔ اور اسی بات کی محوشش کی کہ اس سے بچتا رہوں۔ کیونکہ اس کی عداوت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی گواہی دی ہے۔ اسوجہ سے میں نے اس کے سوا اور مخلوق کی عداوت چھوڑ دی۔

ساتویں یہ کہ لوگوں کو دیکھا کہ سب پارہ نان کے خواہان ہیں۔ اور اس کے بارے میں اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور ایسے ایسے امور میں قدم رکھتے ہیں۔ کہ جو ان کے لئے جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کیا۔ **وَمَا مِنْ ذَابِقَةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلٰى اللّٰهِ رِزْقَهَا** (یہی کوئی (رزق کھانے والا) جاندار و نہ زمین پر چھنے والا۔ ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو) میں نے بھی سمجھا کہ میں خدا تعالیٰ کے ان جہانوں میں سے ہوں جن کے رزق کا وہ ذمہ وار ہے۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں مشغول ہوا اور اپنے رزق کی جود خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ طلب ترک کر دی۔

آٹھویں یہ کہ میں نے خلق کو دیکھا۔ تو ہر ایک کو کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ کرتے پایا۔ کوئی اپنی زمین پر بھروسہ رکھتا ہے۔ تو کوئی اپنی تجارت پر۔ کوئی ہن کی تندرستی پر۔ غرض کہ مخلوق میں سے ہر ایک کو اپنی ہی طرح کی مخلوق پر بھروسہ و اعتماد کرتے پایا۔ جب میں نے خدا تعالیٰ کے قول کی طرف رجوع کیا۔ تو ارشاد پایا:-

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (یعنی جو شخص اللہ پر توکل کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ اس لئے میں نے خدا پر توکل کیا۔ کہ وہی مجھے کافی ہے۔

یہ سن کر حضرت شقیق عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ **ہم** خدا تعالیٰ تم کو تو فیق فائز کرے۔ میں نے جب تورات، انجیل، زبور اور تفسران کے علوم پر نظر ڈالی۔ تو ان سب کا خلاصہ اپنی آٹھ باتوں میں پایا۔ جو کوئی ان پر عمل کرے۔ تو وہ گویا چاروں آسمانی کتابوں پر عمل ہے۔ **وَاذْكُرْ اَنَ الذِّكْرُ لِي تَنْفَعِ الْمُؤْمِنِينَ**۔

استرداد برار

جب سے کہ وزیر ہند سرسمونل ہور کی تقریر جس میں برار کی واپسی کا ذکر ہے شائع ہوئی ہے۔ مخصوص معلقین میں اس کی سرگرمی سے مخالفت کی جا رہی ہے۔ کہ برار کی واپسی برادرانوں کے لئے مضرب ہے۔ اور لطیف یہ ہے کہ برادرانوں سے اس ہمدردی کا اظہار غیر ہمدردی گوئوں سے ہو رہا ہے۔ فری پریس جرنل سرکرکرمیدری اور سرسمونل ہور کی تقریروں کے حال طنزیہ انداز میں بیان کر کے لکھتا ہے کہ ہندوستان کے لوگ اہل برار کی رضا مندی کے بغیر برار کی واپسی کی اجازت نہ دیں گے۔ یہ ایک بے سرو پا رہنے ہے۔ جس میں کوئی استدلال نہیں۔ البتہ اس سے خفی پر اس کا منشا مزید معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ عامۃ الناس کو برار کی واپسی کی مخالفت پر اکسار دوسرے اخبار سروٹ آف انڈیا نے اہل برار سے اس طرح ہمدردی کی ہے کہ برار کے سید رکابا دیں شامل ہو جانے سے اس کی رجعت قہر پری ہوگی۔ کیونکہ حیدرآباد کی ریاست ترقی کے میدان میں بہت پیچھے ہے۔ حالانکہ المظفرت بند گان عالی نے تقریباً اسی سال پہلے اپنے فرمان میں اس کی صراحت فرمادی ہے۔ کہ برار کی واپسی کی صورت میں اس میں ایک ذمہ دار حکومت عطا کی جائے گی۔ جو اس زمانہ کے لحاظ سے برطانوی ہند سے بھی ایک قدم بڑا ہو۔ جتنا سیاسی پڑنے اہل برار کو مخاطب کیا ہے۔ کہ وہ اس واپسی کے خلاف احتجاج کریں۔ اس نے برار کو ہر ماکے محال قرار دیا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ جیسے برار کو ہندوستان سے الگ کرنے کے متعلق اہل برار سے رائے لی گئی۔ اسی طرح اہل برار سے بھی رائے لی جانی ضروری ہے ظاہر ہے کہ برار اور برار میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ برار انگریزوں کا مفتوحہ ملک ہے۔ اور برار کے مالک بالکل المظفرت ہیں۔ جس کے حاکمیت برطانیہ نے کبھی انکار نہ کیا جس وقت برار کا برطانوی ہند کو پٹہ دیا گیا۔ اس وقت اہل برار سے رائے لی۔ نہ مشورہ کیا گیا۔ اور اب بھی اہل برار کی صحیح رائے معلوم کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

یہ حال ہی کی بات ہے۔ کہ جب عدنان کو حکومت ہند سے نکال کر وزارت نوآبادیات کے تحت کیا گیا۔ تو اہل عدنان نے اس پر احتجاج کیا۔ اور اس تبدیلی سے ناراضی کا اظہار کیا گیا۔ مگر اس پر توجہ نہ کی گئی۔ جنگ نعیم کے بعد مجلس اقوام نے ممالک متوسطہ یورپ کی مدد بندی کی۔ تو ایک سے زیادہ قوموں کی رضا مندی کے بغیر بلکہ ان کی احساسات کے بالکل خلاف عدنان کی جاننا کہ وہ قومیں اہل برار کے کہیں زیادہ ترقی یافتہ تھیں۔ اور ان کی صحیح رائے عامہ معامہ کرنا نسبتاً آسان امر تھا۔

ریاست حیدرآباد کو صوبہ برار کی واپسی پر نسبت زیادہ ناراضی اور ہجیمان کا اظہار **آجکل برار کتنے نقصان میں ہے** صوبہ متوسطہ کے لوگ کر رہے ہیں۔ اس ناراضی کا سبب کچھ برار سے ہمدردی کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ اس کا بڑا سبب یہ ہے۔ کہ صوبہ برار کی آمدنی سے صوبہ متوسطہ کے خزانے کو مدد ملنی ہے۔ برار اپنے حصہ سے زیادہ صوبہ متوسطہ کے انتظامی مصارف کا بار اٹھاتا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب برار ریاست حیدرآباد کو واپس مل جائیگا۔ تو صوبہ متوسطہ کے ذرائع آمدنی میں کمی ہو جائیگی۔ حال ہی میں ٹاؤن آف انڈیا میں دیکھو کہ لیڈروں کے بیان شائع ہوئے ہیں۔ ہم اس کا ترجمہ ذیل

میں درج کرتے ہیں۔ اس سے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

سربراہی جگہ کو نہیں خیال کرتے کہ سرسوں ہور کو جو بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ وہ برار کی حضور نظام کو دہی کے متعلق معنی کھتا ہے۔ تاہم وہ کہتے ہیں کہ موبکات متوسط بغیر برار کے اور برار بغیر موبکات متوسط کے آئندہ حکومت کے مطالبات کو پورا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دونوں اتے کمزور ہیں۔ کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اختتامی مصارف کی پابجالی نہیں کر سکتے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ برار کے دوستوں کو استرداد برار کے متعلق سرسوں ہور کی اس بدھ ضیافت تقریر پر اتنا چوکنا نہیں ہونا چاہیو جتنے کے وہ نظر کر رہے ہیں۔

مشر آر ڈبلیو فٹ میریوبلیٹو کنسل نے کہا کہ ایسے فیصلے سے جیسا کہ شائع ہوا ہے۔ موبکات متوسط کی صنعت اور زرعہت کو سخت مددہ پہنچے گا۔ اس سے برار کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن موبکات متوسط کی یقینی تنباہی ہوگی۔

مشر ٹی اے کیڈر، ام، ال، سی، سابق وزیر ولیدر پولیس پارٹی نے کہا۔ موبکات متوسط کے لوگ برار کی حضور نظام کو دہی کی فنی فکرت کریں گے۔ سب سے پہلے استرداد سے موجودہ موبہ کا مالی استحکام برباد ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ ناگپور کے لیڈروں کو استرداد برار سے اولین خطرہ مالی نقصان کا لگا ہوا ہے، اور ان کے دونوں میں استرداد کی فنی لغت کا پوشیدہ اور آشکار مالی ایک سبب ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ گنیا موبکات متوسط کی پردوش کی غلط برار کی دہی کو روک دیا جائے جو ریاست حیدر آباد کا ایک جزو ہے اور جس کے مقابلہ کا کوئی معقول جواب حکومت برطانیہ نہ دے سکی۔ اور کیا اہل برار کے حق میں یہ انصاف ہے کہ ان کی آمدنی سے ایک ایسے موبہ کی مدد کی جائے۔ جو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

اپنے اس نقصان کا احساس اہل برار کو ہو چکا ہے۔ اور انہوں نے سی۔ پی۔ سے برار کے احاق کے خلاف مدائے احتجاج بھی کیا ہے۔ اور اپنے لئے ایک نئے برطانی موبہ کی شلیت طلب کی۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ برار ایک نئے موبہ کے انتظامی مصارف بڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ایسی حالت میں اس کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے۔ کہ وہ ریاست حیدر آباد کی شلت وہیں آجائے۔ اور ملغفرت جنگارن عالی کے زیر اقتدار ایک جد آگاہ وفاقی جزو بن جائے۔ جس پر آجائے کسی نقصان کے طرح فائدہ میں بیگم ریاست حیدر آباد سے برار کے متحد ہوجانے سے بوقت ضرورت مدد دہی ملتی رہے گی۔ مذکورہ متوسط ایسے زیر موبہ کے لئے اس کی آمدنی صاف ہو۔

مشر ناگپور یا موبہ متوسط کے لوگوں کا برار کی دہی کو اہل برار کے لئے مضر بنانا غلط بیانی ہے۔ جو ان کی خود غرضی پر مبنی ہے حالانکہ حالات بالکل اس کے برعکس ہیں۔ برار کی اعلیٰ حضرت کو دہی برار کی عین وہیود کا باعث ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موبہ برار انگریزی کمپنی کو کیوں دیا گیا۔ اس پر حضور نظام کیا حق ہے اس کا جواب عام طور پر یہی دیا جاتا ہے۔ کہ موبہ برار حیدر آباد کو تنجٹ کے اخراجات

اجارہ برار کی تاریخ

کے لئے دیا گیا ہے۔ جو مضبوط نظام کی حفاظت کے لئے حیدرآباد میں متعین کی گئی ہے۔ مگر اس فوج حیدرآباد کنٹیننٹ (کے تاریخی حالات پر نظر ڈالئے تو اس میں بہت سی کچھپ باتیں نظر آئیں گی۔

۱۹۵۸ء میں سرحد کنلاب نظام علی خاں بہادر اور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مابین دوستی و اتفاق کا ایک معاہدہ مرتب ہوا جس میں طے ہوا تھا کہ دونوں حلیف ایک دوسرے کے دوست رہیں گے۔ ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن سمجھا جائے گا۔ اور اگر کسی ایک فریق پر کوئی غنیمت حاکم کرے تو دوسرا اپنی فوجیں امداد کے لئے روانہ کرے گا۔ اس معاہدے سے پہلے فرانسیسیوں اور حکومت نظام کے درمیان یہ طے ہوا کہ فرانسیسی مضبوط نظام کی امداد کے لئے اپنی ایک امدادی فوج حیدرآباد روانہ کریں گے۔ چنانچہ ان کی ایک فوج حیدرآباد میں متعین کی گئی تھی جس کا سپہ سالار ایک فرانسیسی شخص موسیور ایمان تھا۔ (جس کو حیدرآباد دالوں نے موسیٰ راجہ بنادیا۔ اور آج بھی اس کی قبر موسیٰ راجہ کی ٹیکری کے نام سے مشہور ہے۔ اور فرانسیسی فوج کا توپوں کا کارخانہ زاب حیدرآباد میں) توپ کا سازہ کہلاتا ہے جس کے کھنڈر فوج میدان کے قریب ہیں۔ اس کے آس پاس کا پورا محلہ توپ کا سازہ کہلاتا ہے جب حیدرآباد کے دربار میں انگریزوں کا اثر بڑھ گیا۔ اور فرانسیسیوں کو انگریزوں سے شکست ہوئی۔ تو انگریزوں نے اس بات کا مطالبہ کیا۔ کہ فرانسیسی فوج کو حیدرآباد کی ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔ اس کے بجائے انگریزوں نے خود اپنی ایک جھوٹی سی فوج کو حیدرآباد پہنچنے کا وعدہ کیا فرانسیسی فوج کے برطرف ہوجانے کے بعد ۱۸۵۸ء کے معاہدہ کی رو سے انگریزوں کو وعدہ دینے کے لئے بھی ایک فوج تیار کرنی پڑی چنانچہ میر عالم کی سرکردگی میں یورپی فوجوں کے نمونہ پر ایک فوج تیار کی گئی۔ جس میں یورپی اقوام کے مختلف اشخاص بھرتی کئے گئے۔ اس فوج کے افسر بھی کسی ایک قوم کے نہ تھے۔ کوئی فرانسیسی تھا کوئی انگریز کوئی ہمالوئی اور کوئی ارٹس لیکن فوج کے سپاہیوں کی کثرت فرانسیسیوں کی تھی۔ جن کی کثیر تعداد میں فرانسیسی فوج کے توپوں کی تھی۔ جو پہلے برطرف کر دی گئی تھی اس فوج کا نام ”لنظامس کنٹیننٹ“ تھا۔ اور یہی حیدرآباد کنٹیننٹ کی اصل تھی۔

۱۹۵۹ء میں انگریزوں اور نیمہ سلطان کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ اس جنگ میں حیدرآباد کو بھی انگریزوں کے حلیف کی حیثیت سے خریک ہونا پڑا۔ حیدرآباد نے لنظامس کنٹیننٹ ”میر عالم کی سرکردگی میں روانہ کی گئی۔ مگر اس وقت اس فوج میں بہت اتاری پھیلی ہوئی تھی۔ سر جان ملکم رنڈیٹ نے فوج کی اس حالت کو دیکھ کر نہایت دانائی سے یکے ایک چل کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ اس کا نمک کوچ کرنے کا اچھا اثر پڑا۔ میر عالم سرسبکم کی تغلبدی سے بہت خوش ہوئے۔ اور انہی کو اس فوج کی تربیت کیلئے مقرر کیا۔ سرسبک ٹیم کے محاصرے میں آدھر ویلزی جو بعد میں ڈیوک آف ولنگٹن کے خطاب سے مخاطب ہیں۔ کی سپہ سالاری میں فوج سرسبک ٹیم کے محاصرے میں شریک تھی جس نے انگریزوں کو اس جنگ میں بہت بڑی امداد دی۔ اس جنگ میں نیمہ سلطان کو شکست ہوئی۔ اور اس فوج کے متعلق آدھر ویلزی نے حیدرآباد کے ریزروینٹ کو توجہ دلائی کہ اگر اس فوج کی تربیت اچھی طرح ہو جائے۔ تو یہ بہت مفید ثابت ہوگی۔ اس مشق کے بنا پر حیدرآباد کے ریزروینٹ سرسبک ٹیم کے زمانہ میں یہ فوج انگریز افسروں کی تربیت میں دے دی گئی۔ رسل کے نام پر کچھ عرصہ تک رسل کی بریگیڈ کے نام سے مشہور رہی۔ مشعلہ میں اس فوج کا لباس یورپین قرار دیا گیا۔ اور بہت سی تبدیلیاں کیں۔

۱۸۵۰ء تک فوج بہت عمدہ حالت میں ہو گئی۔ لیکن اس عرصہ میں حکومت نظام کی طرف سے اس کے اخراجات بقا یا میں پڑ گئے۔ جس کے لئے یہ طے پایا کہ جس طرح حیدر آباد کسٹنٹن ریزیڈنٹ کے ماتحت کی گئی ہے۔ اسی طرح اس کے اخراجات کے لئے برادر کے اخلاص بھی ریزیڈنٹ کی نگرانی میں دیے جائیں۔ تاکہ وہ بقا یا رقم کی ادائیگی کر کے فوج کے اخراجات برادر کی آمدنی سے پورا کر لیں اس تصفیہ کا باقی عدہ معاہدہ ۱۸۵۳ء میں ہوا۔ اور برادر کے تمام اخلاص سے آمدنی کافی نہ ہونے کی صورت میں صوبہ راجپور سے دو آہ کا حصہ بھی اسی معاہدہ کے تحت ایسٹ انڈیا کمپنی کو دے دیا گیا۔

۱۸۵۸ء کے غدر کے زمانہ میں اس فوج نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بیش قیمت خدمات انجام دیں۔ اور تیرہ مہینے تک ریاست کے باہر مختلف محرکے سر کئے۔ جنگ کی ان خدمات کی انگریزوں نے بہت تعریف کی۔ اور فوج کی اس جانفشانی کے صلہ میں دس لاکھ روپہ حکومت نظام کو عطا کر دیا۔ جو فوج کا بقا یا تھا۔ اور صوبہ راجپور کے دو آہ کا حصہ حضور نظام کو واپس کر دیا گیا۔ ۱۸۶۰ء میں ایک اور معاہدہ طے ہوا۔ جس کی رو سے صوبہ برادر کی فاضل آمدنی جو اخراجات فوج و امور انتظامی کے بعد بچ رہتی تھی۔ وہ حکومت نظام کو واپس دی جائے گی۔ ۱۸۶۸ء میں صوبہ برادر کے متعلق ایک معاہدہ ہوا۔ جس میں یہ طے پایا کہ برادر کی ہجرت سے جو غیر معین آمدنی حکومت نظام کو ہوتی ہے۔ اس کے بجائے حکومت ہند (۲۵) لاکھ کی معین آمدنی حکومت نظام کو دیا کرے گی۔ برادر پر حضور نظام ہی کی بادشاہت رہے گی۔ لیکن اس کا دوامی پتہ حکومت ہند کو حاصل رہے گا۔ اس معاہدہ کے بعد ملک برادر میں یہ طریقہ رائج ہے کہ حقوق بادشاہت کے انہار کے طور پر حضور کی سالگرہ کے دن سلطنت آصفیہ کا جھنڈا سرکاری طور پر بلند کسبیا جاتا ہے۔ (نظام گزٹ)

ضرورت

ایک قریشی نسب جو پچاس روپے ماہوار پر محکمہ تعلیم میں ملازم اور ۱۲۵ روپے کے گریڈ میں ہیں۔ اور ۳۰ گھنٹوں اراضی چاہی دہری کے مالک واحد ہیں۔ عمر اکتیس سال، صحت نہایت اچھی، صوم و صلوات کے پابند نکاح شانی کرنا چاہتے ہیں۔ رشتہ کنوارا ہو یا بیوہ جو ال عمر۔ صورت و سیرت نیک اور عادات شریفہ ہوں۔ ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں۔ خاندانی شرافت شرط ہے۔ خط و کتابت پر وہ راز میں رکھی جائے گی۔ دیگر امور باقی یا بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں۔

(ب)

معرفت ایڈیٹر صاحب "القریشی" امیر

بزم قریش

۱. پیر منور شاہ صاحب ایک مطبوعہ مراسلت کتب ذریعہ سے اپنی سادات و قریش برادری کو عظمت قومی و شوکت نسبی یاد دلاتے ہوئے ان سے خواہش کرتے ہیں۔ کہ وہ شعبہ ہائے زندگی میں کامیاب و فائز المرام ہونے کے لئے اجتماعی سعی و کوشش سے کام لیں۔ اور سب سے پہلے اس طریق عمل کے خلاف جو فوجی افسران نے ان کی بھرتی کے متعلق امتیاز کر رکھا ہے۔ مدائے احتجاج بند کریں۔ مراسلت پر بسیم اللہ شریف اور کیا لالیف قریش درج کرنے کے بعد

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ جو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

شعر بھی لکھا ہے۔ اس میں سرداران قوم شہداء پیران طلیقت و رہنمایان شریعت۔ خطاب یافتگان، انستبداران، جاگیرداران، ذیلداران اور دیگر امرا و سادات و قریش سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ کو نام لے لے کر مخاطب کیا ہے۔ کہ وہ عمل کے میدان میں دوڑنے کے لئے قوم کی دستگیری کریں۔ اور انتخاب کی ہے۔ کہ کسی ایک مقام پر جمع ہو کر تبادلہ خیالات کے بعد کوئی صحیح لائحہ عمل تجویز کریں۔ تاکہ مراسم قبیحہ مروجہ کا باغی سد باب ہو سکے۔ اور جی ڈیسی تغافل مہرہ سکے۔ بات معقول ہے۔ اور پیر منور شاہ صاحب کے درد دل کی مظہر ہے۔ لیکن یہ مصداق کو یہ معلوم ہونا چاہیے۔ کہ چودھویں صدی کے سادات و قریش وہ سادات و قریش نہیں ہیں۔ جو خیرات و برکتیں دیتے تھے۔ اور جن کے دل میں دوسروں کے درد کی بھی ٹیس ہو تی تھی۔ جن لوگوں کو آپ نے مخاطب کیا ہے۔ اور جن سے رہنمائی و دستگیری کی توقع کی ہے۔ ان کی مردہ دلی اور بے حسیت ہم سے پلہ چھینے۔ اٹھارہ سال گدہ مشقت سے بچانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ مگر وہ اس نیند سوئے ہی نہیں کہ اٹھنے کی امید ہو۔ وہ ماتا ہی نہیں۔ کہ جس کی صبح ہونے کا خیال ہو۔ بجاہت و اعانت کا شمار ہے۔ کہ ہوش نہیں آنے دیتا۔ مردود سے شرط لگائی ہے اور پڑے ہیں۔ احساس زیاں ہو تو کوشش ہو اور جہاں احساس ہی نہ ہو؟ یاد رکھئے

کسی قوم کا جب اٹھتا ہے دفتر تو مسخ خان میں ہوتے ہیں پہلے تو انگر

اس قوم کے امرا مسخ ہو چکے ہیں۔ لہذا متوسط احوال طبقہ سے پہل کیجئے۔ شاہد چند آپ کے ساتھ ہو جائیں۔ کیا۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنے کی جرات کر سکتا ہوں۔ کہ اس وقت تک آپ نے ”ندوة القریش“ جو قریشیان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور جس کا صدر مقام انڈس ہے اور جس کے سالانہ اجلاس بھی ہو چکے ہیں۔ کی جانب توجہ کیوں نہیں کی؟ اور اپنے قومی آرگن ”القریش“ کی خریداری سے اس کی کیوں اعانت نہیں کی؟ کیا اس ضرورت کے سوا جس کے لئے آپ نے مرسلت کی اشاعت کی تکلیف فرمائی ہے۔ قوم مزدوریات سے بے نیاز تھی؟ کیا ندوة القریش اور القریش سے آپ کو تعارف نہیں اگر نہیں تو اس سے زیادہ بے حس کیا ہو گی۔ اگر ہے تو پھر کارکنان لودہ اور کارپر داران القریش کا حاحی و معاون نہ ہونا

بے اعتنائی نہیں تو کیا ہے؟ میرے محترم آپ ایسے دو مذاہب کی اگر یک کیفیت ہے۔ تو ان لوگوں سے کیا توقع جنہیں دل ہی عطا نہیں ہوا۔ بے ادبی صاف۔ اگر دنیا میں زندہ اور عزت سے زندہ رہنے کی تمنا ہے۔ اور روایات گذشتہ بجا ل کرنا مقصود ہے تو اطمینان کر بہت مضبوط بانہیں۔ افراد قوم کو توجہ دلائیے کہ وہ قومی جماعت "مدۃ القریش" کے ممبر اور قومی جریدہ "القریش" کے معاون ہوں۔ عمل اپنی ذات اور اپنے گھر سے شروع فرمائیے۔ اور ان اللہ لا یغیر ولما یقوم حتیٰ یغیر وما ینفسمہ۔ یعنی خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ نہ جو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا کی وسیہ پر پیش کیجئے۔ اور دیکھئے کہ خدا نے تادرو تو ان آپ کی کس طرح مدد کرتا ہے۔ اور آپ کا قومی پرچم کس ترکہ و خشت مہ کے ساتھ منصفہ و عروج پر لہراتا ہے۔ واللہ التوفیق! فوجی بھرتی سے متعلق ایک معقول دہرین مراد اسی اشاعت میں کسی دوسری رقم درج ہے ملاحظہ فرمائیں ۲۔ دفتر میں کثرت سے ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں حقوق زراعت سے متعلقہ کارروائی کے نتیجہ کا استفسار کیا گیا ہے جن کا تفصیلی جواب انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ اشاعت میں دیں گے۔ احباب انتظار کریں۔ خدا کے فضل و کرم سے نتائج حسب دلخواہ برآمد ہوں گے۔ اور آپ اپنے واجبی حق کے مطالبہ میں ضرور کامیاب ہو کر رہیں گے۔

۳۔ جو لوگ قوم اور قوم کے اصلاحی امور میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ قومی مرکز اور قومی جریدہ سے جنہیں کوئی واسطہ نہیں۔ اور ہر معاملہ میں الگ فہمک اور ملکا نہ رہتے ہیں کیا وہ تیار کئے ہیں کہ ذاتی اغراض میں قوم یا کسی قومی ادوار سے مدد لینے کا انہیں کیا حق پہنچتا ہے؟ "مدۃ القریش" قریشیان ہنکام مرکز اور "القریش" قوم کی آواز ہے۔ اول الذکر کا چندہ ممبری صرف ۲ ماہوں یا عہد سالانہ مقرر ہے اور ثانی الذکر یعنی "القریش" کا مدل اشتراک ہر آٹھ ماہوں یا تین روپے سالانہ ہے۔ ایک سال یا بارہ مہینے کے بعد یہ لیبر کی رقم درمندان قوم کے لئے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ مگر انہیں اس سے کہ قومی اغراض کیلئے وہ اس حقیر اور قلیل تر رقم کو بھی پس انداز نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے اس کے کچھ نہیں کہ جذبہ اشتراک نہیں۔ اور دل درد کے احساس سے معزاً ہے۔ اور جو لوگ قومی اغراض کیلئے دو یا تین روپے بھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ انہیں کوئی حق نہیں کہ وہ ذاتی مقصد کی گرہ کشائی کیلئے قوم اور قومی اداروں کو دعوت دیں۔ اگرچہ قوم تنگ دل نہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کو اپنے اعمال پر کچھ شرم کرنی چاہیے۔

گذشتہ جہت میں ہیں پندرہ خطوط ایسے موصول ہوئے ہیں جن میں مختلف ضرورتوں کا پندرہ قریشی حضرات نے اظہار کرتے ہوئے "القریش" اور "مدۃ القریش" کی امداد طلب کی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ ان پندرہ احباب میں سے ہم کسی بھائی کو بھی نہیں جانتے۔ اور ان میں سے ہر ایک ایسے ہیں جو کچھ اس روپے سے زائد ماننا نہ پاتے ہیں۔ اور لیبر کی رقم باسانی پس انداز کر سکتے ہیں۔ ہر ماہ اس کے گرامی اور ان کی ضروریات کی تفصیل کے اندر درج سے اتر کر دیتے ہیں۔ اور ان کو توجہ دلاتے ہیں کہ ذاتی ضرورتوں سے عہدہ برائے کے لئے قومی ضرورتوں کو مقدم سمجھنے کے اصول پر عامل ہوں کہ اسی بیگمبانی و کامرانی کا لازماً مضمر ہے۔

۴۔ کمری شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی کی بھائی و کامرانی پر کارپردازان القریش آپ کو بدیہ تبریک و ہنپیش

کرتے ہوئے داعی ہیں کہ خدا سے عز و صل آپ کا حامی و معاون ہو۔ آمین

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

النَّجَات

تیسرا باب

نجات میں

(گزشتہ سے پیوستہ)

دوسرے باب کے اندر اعمال کی تقسیم کرتے وقت حق امداد حق العباد کا مفصل بیان ہو چکا ہے جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے اندر انسان کو ضرور خدا کے ساتھ ایک تعلق اور معاملہ ہے۔ اگر اس تعلق سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر انسان کو ایک دن کاٹنا تو بیکار ایک گھڑی یا اس سے بھی بہت کم وقت بسر کرنا دوپہر ہو جائے گا۔ الغرض ہم بجز فضل ایزدی و بنیائیں ہر اختیار خود ایک سانس بھی نہیں لے سکتے۔ اس موقع پر مجھے ایک بات یاد آئی ہے کہ جس کا نہایت ہی اچھا اثر معلوم ہوا۔ وہ یہ کہ مجھے عمر بھر کے ایک غیر متاثر ایک حاجی صاحب نے ذکر کیا کہ جن کا اسم گرامی حاجی عبدالمدحان عرف مسافر شاہ صاحب قادری تھا۔ قدس سرہ الاطہر اور جو ہمیشہ بیداری میں یا وضو رکھتے تھے۔ اور دعائے کریمی و دعائے جمعی وغیرہ اور ادا اکثر شرط کیا کرتے تھے۔ اور برسوں شاہ صاحب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت فیضیت میں رہ چکے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ ہندوستان کے رہنے والے ذات کے راجپوت کئی سو گھامیل اراضیات کے مالک تھے۔ مگر پوجہ غلام شریف علی سب زمینداری تعلقات چھوڑ کر زنگوں اور دیشوں کی صحبت میں رہنے کو رغبت سمجھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اسی تعزیر سے بستی غزاں مضافات شہر جالندھر میں حضرت جناب۔ خواجہ غلام محمد علی الدین خاں صاحب قادری قدس سرہ کی خدمت یا برکت میں پہنچے۔ اور ۱۹۱۹ء میں مجھ کو ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تب ان کی عمر اٹھارہ و سبشتاؤ سال تھی۔ اور پچیس سال سے نایاب تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے زمینداری تعلقات کو فریاد کہدیا تو میری عمر اس وقت پچیس سال کی تھی۔ خیر یاد کہتے ہی سید میں جج کے ارادہ پر حرمین شریفین کی طرف عازمانہ جیل پڑا۔ بمبئی سے جہاز پر سوار ہو کر ایک تریبا نصف مندر کے ٹکڑے پر گیا۔ تو ایک رات پاکستان جہاز بے ساختہ چلایا۔ اور زمین کو کہہ کے پسپو ہونے سے بولا کہ جہاز پر ایک آذت آنے والی ہے۔ تم لوگ فوراً اس مکہ کو خالی کرتے ہوئے اوپر کے کمروں میں چلے چلیں چنانچہ ہم سب مسافر گھبرا کر فوراً اپنا اپنا بسٹر بوریہ لیکر اٹھے۔ اور اوپر کے کمروں میں کہ جہاں ہمیں کی سیٹنگ تھی۔ جا کر بیٹھ گئے۔ مگر میں جس جگہ جا بیٹھا۔ اتفاق سے وہاں پر چڑھ ہی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کم بہت مجھے کچھ پھیر چھاڑ کرنے لگی۔ میں نے دو تین دفعہ تو اسے ڈانٹا۔ کہ یہاں تم پوش میں بیٹھو اللہ باز

آئی۔ آخر شیطان نے مجھ بھی بہکا کر مٹا دیا۔ اور مارہ نے اعجاز دیدی کہ اس عورت کا حج چاہتا ہے کیا مضائقہ ہے کہ یہ بھی خوش اور تم بھی خوش ہو، اس خیال کے گزرتے ہی خوف خدا اور فضل ایزدی مجھ پر طاری ہوا کہ اوکھت تم حج کے لئے جا رہے ہو وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کس منہ سے جاؤ گے۔ اور ادم جہان پر کثرت آبیانی ہے۔ خدا نخواستہ اگر یہ جہاز غرق ہو گیا تو سب کے سب خون تیری گردن پر اس بد راہہ کی بدولت میدانِ محشر کے اندر قابلِ مواخذہ ہوں گے۔ پس میں فوراً وہاں پر سے گھبرا کر اٹھا اور تھوڑی دور کی کسی دوسری جگہ پر علیحدہ ہو کر جا بیٹھا۔ صبح کو جب میں نے دیکھا۔ تو وہ عورت نہایت ہی خوبصورت اور جوان عمر کی قریباً میرے جیسے تھی۔ تب میں نے جناب باری کے حضور دو گانے کے ذریعے سجدہ شکر ادا کیا کہ تیرے ہی فضل اور مہربانی سے میں اس لنگھل جرم سے معقول و مامون رہا۔ ذلک فضل اللہ یبہ من لیشاء

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست تا نہ بخشہ خدائے بخشندہ

دردِ ارتکاب جرم میں کونسی دیر تھی۔ لہذا ہم بجز فضل ایزدی بہ اختیار خود ہرگز کچھ بھی نہیں کر سکتے مجبورِ محض ہیں۔ طرح سے دنیا کے اندر انسانوں کو نہرِ فساد کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن خدا کو بھی اپنے بندوں کے ساتھ ایک شرم کا تعلق اور خاصہ بے ضرر ہو گا کیونکہ دنیا دارِ اعلیٰ ہے اور آخرت دارِ اہم۔

دنیا کے اندر ہمارے آنے کا باعث یہی امتحان ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ تبارک الذی بیدل المملکت دھو علی کل شیئ قدیل۔ ان الذی خلق الموت والحیۃ لیبولکما یتلکما احسن عملاً ۱ سورہ ملک ع

پس میدانِ محشر میں وہی شخص سُرخ رُو اور کامیاب ہو سکتا ہے۔ جو معتقد باللہ بنے ہوئے کے علاوہ اعمالِ صالحہ کا بھی پابند رہا ہو۔ دینِ محض امتدادِ ملی انداز کا فی ہے۔ ہاں اگر خدا چاہے تو وہ ایک علیحدہ بات ہے مگر وہ الیک کرنے کا عادی نہیں کیونکہ اس کے الیک کرنے میں صاحبینِ پر تعیل احکام کی پابندی کے جبر و نا واجب اور مجبور و نا مجبور پر عطا نے بے موجب کے سبب ہونے کا اعتراض آئیگا۔ جو اس کے وعدہ و وعید اور عدل و انصاف کے سراسر خلاف ہے۔ چنانچہ اس کا فرمان واجب الاذعان یہ ہے کہ لایستوی أصحاب النار و أصحاب الجنة ۲ و أصحاب الجنة هم الفائزون ۳ جو بخوبی شاہد و موجد ہے۔

اتنا ضرور ہے کہ معتقد باللہ جو اعمالِ صالحہ کا پابند نہیں رہا ہے۔ سزائے مجوزہ کی اجازت کے بعد خلاصی درجات (پا جائیگا مگر نجات کی نظر میں اس کی قدر و منزلت وہ نہیں ہوگی جو ایک کئے مومن پابندِ اعمالِ صالحہ کی کہ جس نے بدولت کسی سزاوارہ پارس کے غلطی حاصل کی ہو۔

معتقد باللہ جو اعمالِ صالحہ کے ساتھ اتنی رعایت نہیں ہے کہ وہ عذاب سے کسی نہ کسی وقت بری ہو جائے۔ اور اگر اس کا عقائد میں اعمال کی طرح خراب اور فیر ناص نکلا۔ تو پھر اس کے جیس و دام اور عذابِ مام میں کلام ہی نہیں جیس کہ قرآن مجید و قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ان جہنم مرصداً للظالمین ما بالاثین فیہا احقاباً ج کاذب و قون فیہا برد کا شرا ایا لا الاحیاء و غساقا فجزاء و فاقا انہم کما لو الا برجون حساباً و کذبوا یا باتنا کذاباً و کل شیئ احصیاء

کتاباً لا فخر ولا قوۃ فلن نزدیکم الا عذاباً ماس وسيق الجرمون وهو عزاق۔ الى ذات المقامح والکمال،
فنادو ادبلنا ویلاً طویلاً۔ وجماعی سلاسلہا الطوالی، فلیسوا امیتین فیسترحوا۔ وکلهم جحیم النار
یعنی جہنم نافرمان لوگوں کی ناک میں ہے کہ جس میں وہ ہمیشہ لبر کر رہے گئے۔ اور ان کو دھاکیں پر گھسائے مغلف اور کھڑے ہوئے پانی کے
ٹھنڈا اور میٹھا نصیب ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کی نافرمانی کے موافق حال ایسا ہی سادک ہے وہ لوگ حساب آخرت کی توامید ہی نہ رکھتے
تھے۔ بلکہ انہیں ہمارے احکام کی تکذیب کی کرتے تھے۔ حالانکہ ہم نے ہر ایک امر کو نسران مجید میں لکھ دیا ہے۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے۔
کہ ان نافرمان لوگوں پر جو کہ جہنم میں پڑے ہوئے تڑپ رہے ہوں گے۔ اگر ہم ذرا اور ہرمانی کریں گے۔ تو یہی کہ تکلیف و شدت
زیادہ کرتے رہیں گے کسی نے کیب اچھا کہا ہے۔ کہ جب قیامت کے دن مجرم و گنہگار لوگ بحالت برہنگی اپنی اپنی عذاب گاہ کی طرف
دھکیل دیئے جائیں گے۔ تو ان کے پاؤں میں پٹرل اور ماحول میں پتھریاں ہونگی۔ اور وہ زور زور سے چلا رہے ہوں گے اور وادیا کر
رہے ہوں گے۔ یہ وہ اسٹے نہیں رہے ہیں کہ آرام پائیں بلکہ وہ اس لئے رہے ہیں کہ بے اندازہ آگ ہی میں جلتے رہیں۔

مسلمانوں کی بچی اور بلاخریف کتاب منزل من الدین ایک شرک کیلئے سزا مقرر ہے۔ کہ وہ ہمیشہ کیلئے دوزخ ہی میں رہے گا۔
اور علی الدوام اس عذاب زیادہ ہوتا رہے گا۔ جس سے وہ ذلیل و خوار ہی بنا رہیگا۔ کقولہ تعالیٰ ومن لیفعل ذالک یلقا ما مایم
لیضاعف لہ العذاب لیم القیامۃ و یخلافہ مہانا۔ یعنی جو شرک آدمی خلاف منشاء نے بڑی دنیا میں زندگی بسر کر لیا ہے۔ وہ
دفعی مجرم ہے ہم قیامت کے دن اس پر دوزخ زیادہ عذاب کرتے رہیں گے۔ اور وہ ہمیشہ اس عذاب (دوزخ) میں ذلیل و خوار ہی
پڑا رہے گا۔

اسلام نے صرف شرک ہی کیلئے جس دہم باشت کی سزا مقرر کی ہے۔ سوائے شرک لوگوں کے باقی سب ان علی حساب حال سزا
بھگتنے کے بعد نصیحت و نجات کے مستحق ہو جائیں گے۔ اور ان کو رخلو فی الجنة کے مستحق ہو کر خالدین فیہا کے مصداق بنیں گے۔
یہ امر کہ شرک کون ہے۔ وہ وہ ہے کہ جس کا ایمان اور اعتقاد بالبدن ہو اگر جو تو غیر خالص۔ اصل ایمان تو اتنا ہی ہے جو توحید
خدا کے متعلق ہے۔ جیسے کہ لا الہ الا اللہ ہے۔ مگر متعین اسلام نے اس کے چند مدارج اور مراتب قرار دیئے ہیں۔ جن پر ایمان کرنا
نہایت ضروری ہے۔

اگر ان مدارج اور مراتب پر سرخا نہ اعتقاد نہ رکھا جائے۔ تو صرف دنیا کی زندگی ہی تنہا نہیں ہو جاتی۔ بلکہ آرام و خراب بھی کہ نور ہو جاتا ہے
اور قیامت کا جیل ہی بھگتنا پڑے گا۔

ایجا غم معیشت و آسنا سزا نے عسیاں

آسائش دو گیتی برما سرام کر دند

اب تو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ نجات کیا چیز ہے۔ مگر اعتیاداً بھرا عادیہ کر دیتا ہوں۔ برفانہ وہ سے لڑائی

(باقی دارد)

نہیں ہوگا۔

میری سرگزشت

نمبر ۱

جہالاوان میں میرا ایک اقامت میری زندگی کا فقید المثال حصہ ہے۔ اس محاطہ سے کہ وہاں کی $\frac{3}{4}$ ۹۹ فیصدی مسلم آبادی کا روح پرور نظارہ میرے لئے نہایت ہی خوش آئند تھا۔ جبکہ میں ہر وقت اپنے گرد پیش انوت اسلامی کی کیف اور منظر دیکھتا اور اسلام کی عالمگیر برادری کا خیال کرتے ہوئے لطف اندوز ہوتا۔ اور ہر طرف اسلام ہی اسلام موجود پاتا، کفر و شرک بے اثر معدومیت کے تھا۔

لا محالہ کہنا پڑتا ہے کہ عرب جہاں جہاں گئے۔ حکومت کے ساتھ ساتھ اس نصب العین کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے رہے کہ اسلام کی دعوت دنیا کی بہن اہل دعوت ہے۔ جو کسی خاص ملک اور قوم تک محدود نہیں۔ چنانچہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ اس وقت بہتت مجموعی میٹل بلوچستان میں سکھ آبادی ۹۴ فیصدی موجود ہے۔ اور صوبہ سندھ میں ۵۷ فیصدی

اگر ہندوستان کے غیر عرب مسلم سلاطین بھی اپنی آئندہ سولہ فرما زوادی میں اسی زریں اصول کو پیش نظر رکھتے۔ اور اس پر عمل پیرا ہوتے تو پھر نہ تو جہاں اشتریں کسی سیادابی کے وجود کی ساخت ہی عمل میں آسکتی۔ نہ حیدر آباد وکن کے علاقہ سے کوئی بندہ بیراگی بن کر سرزمین پنجاب میں نمودار ہو سکتا۔ اور نہ ۱۱ کروڑ غیر مسلم تعداد ہی بن سکتی۔ تواریخی شواہد اس بات کے منظر ہیں۔ کہ جب تک مسلمانوں میں دعوت اسلام کا جذبہ کار فرما رہا۔ اس وقت تک دنیا کی کوئی قوم ان پر غالب نہ آسکتی۔ اور جب یہ جذبہ مرده ہو گیا۔ تو اسی دن سے مسلمانوں کی قومی موت بھی شروع ہو گئی۔

جہالاوان کے برہی قبائل میں چھوٹے بھلے یا بڑے۔ وٹ کو اپنے اپنے گدبان یا خیمہ کے سامنے آگ روشن کرنے کا رواج ہے اور یہ بھی عرب حکومت ہی کی یادگار ہے۔ کیونکہ عربوں کا دستور تھا۔ کہ لشکر دل میں آگ روشن کیا کرتے تھے۔

فتح مکہ کیسے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجاز میں واقع اور دیگر قبائل عرب کے بارہ ہزار لشکر ظفر پیکر کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور منزل سرا الطہران میں قیام فرما ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ رات کو ہر آدمی اپنے خیمے کے آگے آگ روشن کرے جہالاوان بویا سراخان۔ بھی ہو یا برٹش بلوچستان۔ سب میں لغتاً لہجہ کی بجائے ثنائی ہی کا رواج ہے۔ اور یہ بھی عربی ہی کے عہد حکومت کی یادگار ہے۔ کیونکہ وہ جس کا حصہ لیا کرتے تھے۔ جس کو مقابلہ کہا جاتا تھا۔

سلسلہ ہجری میں قلعہ خیبر کے فتح ہونے پر جب باقیماندہ یہود کو جلا وطن کئے جانے کی بجائے باغات اور اراضیات کے لئے ان کی خوشحالی پر ان کو بطور مزدور بٹائی پر خدمت کے لئے رکھا گیا۔ تو پیداوار میں سے نصف حصہ ان کا منفر کیا گیا۔ عربی میں معاملہ بٹائی کو جو ”خا برہ“ کہتے ہیں۔ وہ خیبر ہی سے مشتق ہے۔

بعثت انانیہ جب تک میں علاقہ جہالاوان میں ۱۰۱۔ میرے کھانے اور میری سواری کا انتظام سردار گوہر خاں اور یوسف خاں

نے اپنی وجہ امت کے لحاظ سے میری خواہش کے خلاف اپنے ذمے ہی رکھ لیں۔ میں اب بھی ان کا شکر گزار ہوں۔ ان کے غلام بالکلیز تبت مقررہ پر خود بخود میری اقامت گاہ پر کھانا لے آئے۔ اور کبھی کبھی سردار کو ہر حال اپنے خاتمہ کے متبادل سے بھی میرے لئے کچھ بھجوا دیتا۔ جو ملکی دستور کے مطابق نشان مروت ہوتا۔

میرا طریق عمل بغاوت خود دالان تھا۔ الگ تھک رہتا۔ ان کے قومی امور میں دخل نہ دیتا۔ جب تک کہ وہ خود نہ پوچھتے۔ ان کی جہلوں میں شریک نہ ہوتا۔ جب تک کہ وہ خود نہ بلائے۔ باخبر رہتا لیکن بغاوت پر بے اعتنائی کا عالم بلا ضرورت کسی سے بات چیت نہ کرتا۔ کیونکہ میرے محفوظ رہنے کا راز اسی میں مضمر تھا۔ میری سواری کیلئے بھی کس کس یا گھوڑا یا سانڈ مینی طیارہ رہتے۔ جن کی غور و برداشت کا کام ان کے غلاموں ہی کے ذمے ہوتا۔ میں جب تک وہاں رہا۔ میں نے ان کے اوپر پٹیکل ایڈوائزر کے درمیان بعض امور میں "انفرسٹ" کا کام دیا۔ جو اگرچہ ہمیشہ فرائض میں داخل نہ تھا۔ مگر جانیں اس کا خون بھی کیلئے۔ میں جب تک گوہر دیوسف کے درمیان رہا۔ ان کی پولیش محفوظ رہی۔ اور ایک مدت تک شک شبہ سے بالاتر بھی۔ میرے چلے آنے کے بعد کے واقعات کی ذمہ داری ان کے اپنے ذمے تھی۔

جھالادان کے بروہی قبائل دن بھر اسلحہ بند رہنے کے علاوہ رات کو سوتے وقت بھی اپنے اپنے ہتھیار بند دق ہو یا تلوار بستر میں ساتھ رکھتے ہیں۔ خواہ باپ بیٹا ہوں یا بھائی بھائی۔ باہمی اعتماد کے زیادہ مشتاق نہیں۔ اور بشرط عقل است بدگلان بون پٹیل پیرا رہتے ہیں۔

۱۹ مارچ ۱۹۵۹ء کو نواب قیل والد محترم سی سے مراجعت فرمائے گوہر نولہ ہوئے۔ اذین ۱۹ مارچ ۱۹۵۹ء کی شام کو رائے بہادر۔ میتو رام صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ پٹیکل ایڈوائزر کے ساتھ شہر ہجاک کے لئے روانہ ہوا۔ جہاں نرالی نس خان قلات بتقریب دو سو سوڑی فروکش تھے۔

اسی ٹرین میں سیجو ایچ۔ ایم۔ ٹیمیل صاحب : M. T. Chowdhury : صاحب پٹیکل ایکٹ تقات بھی کوئٹہ سے چٹکارا لہی قسمت پر انگلستان جا رہے تھے۔ سی ٹیمیل کے پلیٹ فارم پر میں ان سے ملا۔ گوہر خاں کے متعلق سلسلہ گفتگو شروع ہوا ہی تھا۔ کہ گارڈ نے سیٹی بجا دی وہ اپنے ڈبے کی طرف سرے۔ اور میرا اپنے کپارٹمنٹ کی طرف اپکا۔

اسی رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ گورے رنگ کے ایک سفید لیش بزرگ جن کی شکل ابھی میری آنکھوں کے سامنے چھری ہے سفید مامہ باندھے اور یلوچی وضع کا کھلی اسٹین والا سفید کرتہ پہنے اپنے دائیں ہاتھ سے بچے اس طرف نہ آئینکا اشارہ کر رہے ہیں۔ انگلین اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ پٹیکل ایڈوائزر صاحب مجھے سردار دیوسف خاں کی جاگیر پر شہر گاجان میں مامور کرنے کی غرض سے ہمراہ لے جا رہے تھے جس کا مجھے علم نہ تھا۔ مگر ٹرین میں سیجو ٹیمیل نے اس تجویز سے اس بنا پر اختلاف کیا۔ کہ گوہر خاں اس بات کو گاجان کی فضیلت سمجھے گا۔ اور جھالادان سے آدی جیکٹر نظیر حسین کو سردار ڈالے گا۔ اس لئے یہ تجویز متوی ہو گئی اور دائیں ہاتھ کا اشارہ اپنا کام کر گیا۔

اس بات کے اظہار سے افشا نے لازوالی مطلوب نہیں۔ بلکہ بطور تحدیث بالغت اس امر کا اعتراف مقصود ہے کہ اولیاء اللہ عالم

مات میں بھی عالم حساب کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

۱۷۵۵ء کو بہارک قیام رہا۔ ۲۱ مارچ ۱۷۵۵ء کو پولشکل ایڈوائزر صاحب ہڑائی نس سرمر محمد خا نصاحب بیکلہ بیگم جی سی۔ آئی۔ اسی خان قلات کی ملاقات کے لئے گئے۔ اور مجھے بھی ساتھ لیتے گئے۔ ۹ بجے صبح کا وقت تھا۔ نہرائیس اپنی "میری" لینے نکلے سے منسلک سٹیل شکل کے دربار ہال میں تشریف فرما تھے۔ دروازے پر دو چوہدار نفرنی عصا ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ باہر مختصر سا فوجی پہرہ تھا۔ چوہدار دربار میں شامل ہونے والوں کو ان کی جائے نشست کا پتہ دینے پر مامور تھے۔ نشست دربار نشینی طریق پر تھی۔ ہڑائی نس وسط ہال میں بیٹے کے ایک چوتھرہ پرس پر قالین بچھے ہوئے تھے۔ دیوار کی طرف گاؤٹیکہ لگائے بیٹھے تھے۔ اور ایک ملازم نشست کی جانب مویچل ہمارا تھا۔ دربار کا فرش دریل سے ڈرا سنہ تھا۔ حاضرین دربار ڈیڑھ سو کے قریب تھے۔ جو دیوئیں بائیں اور سامنے دیواروں کے ساتھ ساتھ بلوچا شائین نشین قریب کے ساتھ بوجی کا جنگلی وضع کے لباسوں میں بیٹوں دوڑاؤ جو کر بیٹھے ہوئے تھے کچھ فاصلہ ہڑائی نس کے سامنے مستوفی۔ وکیل ریاست۔ اور نائب بہارک کی نشست تھی۔ پولشکل ایڈوائزر صاحب ہڑائی نس کی بائیں جانب پہلے نمبر پر بیٹھے اور مجھے مستوفی کے زمرہ میں جگہ دی گئی۔ میرے لئے خان قلات کا یہ پہلا دربار تھا۔ جس میں اس طرح پر مجھے شامل ہونے کا اتفاق ہوا۔

گوہر خاں کا وجود اس کی بعض خصوصیتوں کے لحاظ سے بہت سی ویکسیوں کا موجب بنا ہوا تھا۔ اس لئے نہرائی نس نے اس کے متعلق بعض فروغی باتیں مجھ سے دریافت کیں۔ اداس بنا پر میں نے ظرف مکا لہ پایا۔ گفتگو اردو زبان میں تھی۔ ہڑائی نس خاصی بلوچی۔ بروہی اور پشتو کے علاوہ اردو بھی بآسانی بول سکتے ہیں۔ آپ کا قد درمیانہ جسم ہڈی تیز۔ رنگ گندم لال۔ ریشمی لباس زیب تن۔ عباسی نمونہ کی شمشیر جوہر دار کمر سے آویزاں۔ زریہ دار لمبا گلاؤ قلاتی اور زریہ دار لنگی زیب سبز نگر بلوچی دستور کے خلاف سر کے بال بہت چھوٹے اور چہرہ داڑھی کے بوجھ سے سبکدوش بہ ہم ایک گھنٹہ تک دربار میں رہے۔ اور خاتمہ پر قیام گاہ پر آ گئے۔

ہڑائی نس سرمر محمد خاں ۱۷۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے والد میر خدا دا د خاں صاحب کی کنارہ کشی از حکومت کے بعد نومبر ۱۷۹۳ء میں مسند آرائے ریاست ہوئے۔ آپ قوم عرب قبیلہ میرداری سے ہیں جس نے چند برسوں میں صدی عیسوی کے وسط میں قلات میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کے بزرگوں میں سے میر نصیر خاں (خان قلات) کو نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں خطاب بیکرنگی عطا کیا تھا۔ چونکہ بدنس منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ احمدزی خاندان میں سے آپ چو بیسویں خان قلات ہیں۔ اور محمود خاں دوم۔

۱۷۔ ترکی زبان کا لفظ ہے۔ بمعنی سپہ سالار۔ امیر الامرا۔

۱۸۔ یہ بات میرے دہم دگان میں بھی نہ آ سکتی تھی کہ اس سے چودہ سال بعد اسی دربار ہال میں اسی چوتھے پر کشیت ستوفی اعلیٰ افسر مقامی ہونے کے لحاظ سے مجھے صدر جلسہ ہو کر میٹھنا ہوگا۔ تاحی۔

۱۹۲۲ء کو ہر کیلینسی لارڈ یجن صاحب و انسر اے ہندوستان نے کوٹہ کے دوسراگل دربار میں آپ کو جی۔ سی۔ سی۔ بی کے معزز خطاب سے مناد کیا تھا۔ میرے لئے یہ پہلا دوسراگل دربار تھا۔ جس میں چیف آف جملاوان کا اتالیق ہونے کی حیثیت سے مجھے شامل ہونے کا اتفاق ہوا۔

خان قلات کی بلوچی طرز حکومت از منہ ماضیہ کی عجب حکومت کے نظام سے مماثلت کھتی ہے۔ رقبہ ریاست نوے ہزار مربع میل ہے مردم شمار ہی چھ لاکھ سات ہزار چار سو بہتر تحصیل سات لاکھ نو ہزار دوسو پچاس۔ فوجی قوت: نہیں لپ۔ دوسو پچاس سوار پانچ سو یا دس اوسلامی نہیں ضرب لپ۔ آپ انگریزی حروف میں نقدا پنا نام لکھ سکتے ہیں۔) آپ کی ہر کا سنج یہ ہے۔ عسلی اُن بدعتنا مفاہم محموداً ط مرسلہ یغزان کی مہارت کے خاتمہ پر جہاں تاریخ اور سن لکھا جاتا ہے پشت کی جانب میں اس کے محاذ پر چہرہ ثبت کرنے کا رواج ہے۔ آپ کے برادر مخیر میر بہرام خاں آپ کی افواج کے جنرل ہیں۔ دربار مال سے باہر "میری" سے براہ ہوتے ہوئے بس نے ان کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ کنا دین کی شلوار پہنے ہوئے باقی لباس سفید اور سادہ۔ قد درمیانہ۔ رنگ گندمی۔ جسم ڈھلا۔ بلوچی دستور کے خلاف سر کے بال کترائے ہوئے۔

۲۸ مارچ کو ہم واپس سی آ گئے۔ جہاں سے برابر لیل ۱۹۲۵ء کو ایک ماہ کی فضا پر میں اپنے وطن قبضہ سادو گورایہ ضلع گوجرانوالہ میں آیا۔ اور بعد انقباضے رخصت ۱۹ رجنی کو قلات پہنچی۔ چونکہ برکت کوئی کمزور و اسامی خالی نہ تھی۔ جس پر مجھے تعلیمات کیا جاتا۔ اس لئے میں پلٹیکل ایڈوائزر صاحب کے ساتھ (att a ch) دباستہ رہا۔ کوئی مخصوص لوازم میں نہ تھے۔
(رقاضی، نظیر حسین فاروقی مستوفی (ریٹائرڈ)

۱۰ عمر کے آخری حصہ میں بصلات سے محروم ہونے کی وجہ سے دنیا آپ پر تاریک برپا تھی۔ اور عرصہ تک پیچیدہ مرض میں مبتلا رہ کر پٹنمبر ۱۹۲۱ء کی دیرینہ رات کو ایک بچے پر آپ نے دعویٰ جل کو لیک کہا۔ "اور ممبر ۱۹۲۱ء کو آپ کے برادر اصغر نواب میر اعظم خان نائن قلات بنائے گئے۔ جن کو ذاتی تعارف کی بنا پر میں نے مبارکباد کا کارو دیا۔ قاضی۔
۱۱ جنوری ۱۹۲۱ء کو میں بھی پہنچا تھا۔ اور ۱۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو ایک سہ ماہی کے لئے امتحان سیکنڈاٹر مقرر کیا گیا۔ بعد ازاں مستقل ہوا۔ میرے خاندان کے خزانہ داروں میں سے منشی شیخ احمد صاحب سکندر مرادوالہ ضلع گوجرانوالہ میں اب اور دیر ہتے۔ اور مولوی نور حسین صاحب خف ملانا مولوی محبوب علی صاحب سکندر گوجرانوالہ سبھی سکول میں سیکنڈاٹر ہتے۔ جو اور دیر مقرر کئے گئے۔ اور نہ ہوں نے ہی اپنی بچاے میرے لئے یہ تجویز کرائی۔ آفاق کی بات ہے کہ منشی محمد سلطان صاحب میڈا سٹر بھی گوجرانوالہ ہی کے رہنے والے ہتے۔ میں ان سب کے سن سو کوک کا اب بھی شکر گزار ہوں۔ قاضی۔

خط و کتابت میں نمبر خیری کا حوالہ ضرور دیں

مارچ ۱۹۳۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

القریش

جلد ۱۹ — نمبر ۳

ننگ قوم

(ضابطہ فضل صاحب سائرنٹ ایچی سیہالی اکبر آبادی)

آگیا جس کی سمجھ میں صاف قومیت کا راز
 محشر اقوام میں جس کو کہیں ہے امتیاز
 وہدیں آجائے جب چھڑ جائے قومیت کا ساز
 بندگان قوم کی خدمت سے بن بندہ نواز
 اپنے غم و سعی میں پیدا کر اتنا تو گزار
 آئینہ تو بن چکا اب جلد بن آئینہ ساز
 قوم استاد ہے حریت کی پڑھ چل کر نماز
 لے گئے اک نکتہ سمجھاتا ہوں میں عزت دراز

جلس اقوام میں اس قوم کو ہے امتیاز
 قوم کا وہ فرد گر بھی نہیں ہے فرد قوم
 وہ فدائی قوم کا ہے، ہے وہی قربان قوم
 اپنی تیغ فکر سے زنگ غلامی دور کر
 قوم کی محفل میں سب تجھ کو بنائیں شمع بزم
 خود نمائی چھوڑ دے ہو بیچو تصور قوم
 خون آزادی سے کر جلد ہی وضو وقت آپکا
 عمر بھر رکھ اس اصولی کار کو پیش آگے

ایرودہ ریلوے اسٹیشن پر ایک قوم ہے
 جذبہ قومی نہیں جس میں وہ ننگ قوم ہے

ہر محبِ حق و ناطقِ امام مسلمانانِ ہند کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کی اپیل

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خسرو دکن میر عثمان علی خاں خدا اللہ ملکہ و سلطنت اپنی خصوصیات کی وجہ سے دنیا کے اسلامی میں جو مت مقام حاصل فرما چکے ہیں۔ وہ اربابِ فکر و بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔

سلطنت آصفیہ کا حسن انتظام آج کل کی بہت سی بااقتدار اور خوشنما سلطنتوں سے کسی طرح کم نہیں کہا جاسکتا۔ آئے دن مختلف ملکوں کے مسلمان بھگت اور مہتمم کی رودادیں مغربی قریط سے پرتالی جاتی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت دنیا کی تمام سلطنتیں اتنے قدرتی و مالی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اور وہاں کے باشندوں پر ہر قسم کی بھینس آ رہی ہیں۔ تخفیف کی طرف گرم بازوی ہے مگر مملکت دکن اپنے فخر و آزادی کی قیامت کی بدلت مذکورہ بالا ایشیوں سے پاک ہے۔ اور یہاں اس کا کوئی اثر نہیں بلکہ رعبہ روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور ملک کے بہترین دماغ دکن میں جمع ہیں۔

غرضیکہ ایک سلطنت میں متحدہ بھی نہیں کی ضرورت ہے۔ وہ مجموعہ اعلیٰ حضرت شہر یار دکن میں بفضلِ تعالیٰ بدینہ اقم موجود ہیں۔ ذاتی صفات و تقوا اور کچھ جانیوں نے بلاشبہ اعلیٰ حضرت میں سیف کی تصویر نظر آتی ہے۔ عیش پرستی سے نفرت اعلیٰ سے الفت، پہلک ضروریات کا زیادہ سے زیادہ پاس و خیال، مملکت کا کر، دل و زبان پر خدمتِ خلق میں بلا امتیاز مذہب ملت عرف کیا جانا یہ وہ امور ہیں جن کی بنا پر اعلیٰ حضرت خدا اللہ ملکہ و سلطنت کا شمار دنیا کے ممتاز بادشاہوں کی صف میں کیا جانا ہے۔ آذربایران، افغانستان میں وہ کونسی خصوصیات ہیں۔ جو میر عثمان علی خاں میں موجود ہیں۔ اس کے کہ وہ ہندوستان کے حکمران ہونے ملک میں رہتے ہیں۔

کیا اعلیٰ حضرت کی وہ خدمات جو آپ نے حکومتِ برطانیہ کے نازک تر اوقات میں فرائضِ مصلحتی جاسکتی ہیں۔ اگر اہل زمانہ کو یاد دہی و بلاشبہ حکومت کا فرض اولین ہے کہ عہدِ امجد اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ہر محبِ حق کا خطاب پیش کرے۔

مالِ اسلامی اور اسلامی ہند کو اعلیٰ حضرت کی ذاتِ خاتمان سے جو گہری عقیدت و محبت ہے حکومتِ ہند اس سے ابھی طرح واقف ہے۔ اگر آج مسلمان ہند کے جناب کا امتحان کیا جائے تو وہ اپنے فخر و فخر دکن کیلئے اس خطاب سے بھی زیادہ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ لہذا حکومتِ ہند کا فرض ہے کہ اپنے مسلمانوں کے ساتھ مسلمانانِ ہند کی عین خواہشات کے مطابق اس تحریکِ پر عمل درآمد کرے اور ہر کار کا مستقبل بھی اسی عنوان سے طے کرے۔ جماعتِ حضرت کی نمایاں شان اور مسلمانانِ ہند کو مطمئن کرنے والا جو برادر دکن کا جزو لاینفک ہے اور حکومتِ ہند میں ایک اجارہ دار کی حیثیت کوستی ہے۔ جب تک برادر دکن کی شرط کے اعلیٰ حضرت کو دپس دیکھا جائیگا۔ عام دھما میں دھما دار افراد کے خیالات حکومتِ ہند کی طرف سے بہتر نہ ہونگے۔

مذہبِ ہند کے تمام مخلصانہ تحریک نے ایک بار پھر ہمارے ہندوستان کو اسلام کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ ملک کے ہر گوشہ میں اس

یہ تحریر اعلیٰ حضرت کی طرف سے ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

میں کیوں مسلمان ہوا؟ ایک بصیرت افروز تفسیر مٹرگا با کے خیالات

اسلام حقانیت و صداقت کی وجہ سے اس لاد مذہبیت کے دوسری بھی خدا کے فضل سے اسی طرح فزاں و تامل ہو رہا ہے۔ اور ان کو رہا ہونے کی قدرتا
دنیا لکھنی ہو رہی ہے جو اسلام کی ترقی و ترقی کی شریک رہیں منت خزاوے رہے ہیں۔ کاش ان متعصبین کو دس سال سلیم عطا ہوتا۔ اور وہ جن
دباہوں میں تیز کر سکتے۔ اور وہ دہنا سے ان حالات کا مشاہدہ کرنے۔ جو ہمد حاضر کے مشاہدہ میں لاد ہڈ لے اور فالہ شید مارک وغیرہم کے نورانی
سے سنور چنے کا سبب ہوئے۔ اور اب انہیں انڈیا بمبئی کے پائل نغز اور صاحب نمردہ جوش ایڈیٹر مٹرگا با کے ہفتہ گوش اسلام ہونے کا سبب
اوس کے بعد سابق ذریعہ عجب یک چشم دچراغ غم نہ گھنٹا لال گایا جو کہ سیاب میر مٹرگا با کی کینوں کے ذرا کر کریں۔ ایسے قابل زہی کتہہ در معاط
فہم ادرحق جو کہ قبل اسلام کا بافت ہوئے۔ ان شایات پر بھی اگر غصہ کی عینک دہی کچھ دیکھتی رہے تو یہ اس کا خاصہ ہے۔

گر نہ بینہ برد ز شپہ راہ چشم + چشمہ آفتاب را چہ گناہ

انڈیا بمبئی کے فاضل مدیر نے اپنے قبول اسلام پر جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ یہ ہیں :

”اسلام نے ربوبیت کا جو فلسفہ پیش کیا ہے۔ وہ وحدت نامہ کی تفسیر ہے میں عیسوی عقیدہ ربوبیت کو آج تک نہیں سمجھا۔ کیونکہ وہ

دوئی اور شرک کے احساسات سے محروم نہیں ہے۔

اسلام کی دوسری تعلیم یعنی رسالت کے متعلق مجھے یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے نبی

ہیں۔ چونکہ سچ قرآن کے ہیں نے ہر آسانی کتاب محرف پائی۔ اور میں نے سمجھا کہ علاوہ قرآن کریم تو کتب سادی میں خصوصاً عیسوی صحائفیں
الہ فی صلیوں اور غیر مذہبوں کا طوطا ہے۔ اس نے یہ انفرادی طور پر ہرگز الہامی کتب نہیں ہیں محض قرآن کریم نے مجھے جیل کیا ہے کہ ایک
کے اندامانی تحریف نہیں۔ اور یہی کتاب سبق وحدت و اتحاد کیلئے موزوں ہو سکتی ہے۔“

یہ اس قسم کے واقعات ہیں جو دن رات پیش آتے رہتے ہیں۔ کئی قصہ کہانی نہیں۔ اگر اسلام کو بدشیر شیعہ جھٹلے والا مذہب بتانے والے
حضرات آکھیں رکھتے ہیں۔ دل اور دماغ سے کام لے سکتے ہیں تو کھیں۔ جو میں آکھیں کہ مٹرگا با اور مٹرگا با کو جس توار نے مسلمان بنایا ہے
وہ ربوبیت و رسالت کا فلسفہ اور قرآن کریم کی جامعیت و وحدت کی تنویر ہے۔ نہ کہ ذلاد ہی اور آہنی !

مٹرگا با جن کا اسلامی نام خالد لطیف کا بار کھا گیا ہے۔ نے شام مسجد لاہور میں قرینہ معبود کے ادنیٰ لگی کے بعد کم دیش میں ہزار مسلمانوں

کے مجمع میں پختہ خیالات کا الفاظ ذیل اظہار فرمایا۔

میرے بھائیو! آپ نے میرے قبول اسلام پر جس محبت اور اخلاص سے میزا اور میرے پہلے دعیال کا استقبال کیا ہے، میری زبان کا کہے بے پایاں اثرات کے اظہار سے قاصر ہے۔

دل من و اندو من دالم و دانہ دل من

مجھے دل محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی دماغی مفر پر بریل کی صحرا نور دی کے بعد دوبارہ اپنے گمراہ وطن میں پہنچے۔ کوئی پچھلا جو اربعانی اپنے بھائیوں میں آئے۔

اسلام کی مانگ بے اخوت کا اس سے بڑھ کر اور کیا متعارف ہوگا۔ کتاب اور میں کی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں کرتے۔ بھائی بھائی ہو گئے ہیں۔ اعلیٰ و اعلیٰ بالاک لاکھ لاکھ شک ہے کہ اس نے اپنے لاکھوں گمراہ ہندوؤں میں سے مجھے انتخاب کیا۔ اور صراطِ مستقیم کی ہدایت دے کر دوسروں کیلئے مثال بنا یا۔ تاکہ سب جان لیں کہ صداقت کا میدان راستہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ حضرات! جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ کئی طرح سے مکمل ہوتا ہے۔ کیسی اندر عورت ہوتی ہے۔ بچوں کی پیکچر دلی جیسے لبوں پر کیسی من مہ دلی مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی ہے۔ چہرے پر کیسی دلکش معدویت برس رہی ہوتی ہے۔ گوشت پوست سب کچھ ہوتا ہے۔ چھو سکتا ہے، سونگہ سکتا ہے۔ دیکھ سکتا ہے، غرض پانچواں جو اس تمام ہوتے ہیں۔ سب جملہ خواص موجود ہوتے ہیں۔ مگر انھی تمام ذکاوت سے بہرہ یاب نہیں ہوتا۔ کچھ عرصے کیلئے چیر کر حیرانی سے دیکھتا ہے۔ مختلف چیزوں میں تجزیہ نہیں کر سکتا۔ مگر گہرے آہستہ آہستہ مال باپ کو یہی نئے لگتے ہے۔ اشیاء کی ماہیت جاننے لگتا ہے۔ اور زندگی کے جادو سے اثر پذیر ہونے لگتا ہے۔ حضرات! اسی طرح انسان کی روحانی زندگی کا بھی تکمیل ہو سکتا ہے۔ اور آدمی آہستہ آہستہ برسوں کے بعد اپنی روحانی منزل کو پہنچنے لگتا ہے۔ غفلت کی فیند سے بیدار ہو کر صداقت کی روشن دنیا میں سرگرم عمل ہونے لگتا ہے۔

میرے قبول اسلام پہنچنے والی میں بہت فیض و نفع کا اظہار کیا گیا ہے۔ مجھے باور نہیں آتا کہ ہندوؤں نے مجھ پر یہ دلکش انعامی جیسا ان شروع کر دی ہے۔ البتہ ایک امر میں مجھے ہندو پر اس سے بڑا اتفاق ہے۔ ہندو اخبارات نے صحیح لکھا ہے۔ کہ میں کبھی بھی راسخ العقیدہ ہندو نہ تھا۔ اس وقت میری حالت ایک ایسے دل باختہ عاشق کی سی ہے۔ جسے کسی شہزادی سے محبت ہوگئی ہو۔ سنگ دل دنیا دار کیا کچھ نہیں کہتے۔ کوئی شہنشاہی کی تمنا کو عشق کا کرک گردانتا ہے۔ کوئی کہتا ہے اسے عشق نے اندھا کر دیا ہے۔ کوئی دماغ کا غفل جاتا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ لیکن عشق کی حقیقت خشک منطق سے دریافت نہیں ہو سکتی۔ آواز سماوی کی بارش خوردبین سے نہیں دیکھی جا سکتی۔ جذبات کے پڑنے سے سمندر کو استدلال گھے بچاؤں سے ناپنا ناممکن ہے۔

بے خطر کو دڑا آتش سرور میں عشق ۛ عقل ہے جو تماشا نے لب لباب بھی

میرے بھائیو! میرا یہ عشق نیا نہیں۔ میرے نسب میں اس آگ کی پہلی چمکاری آج سے ہندو برس پہلے چمکی تھی۔ میں ان دنوں مصر میں خانا اسلامی تہذیب و تمدن نے میرے دل پر ایک نئے نئے دھارا فرمایا۔ آہستہ آہستہ یہ چمکوری سلگتی رہی۔ اور آخر اس آگ نے میرے تکیے خن و عشق کو مہلک کر رکھا۔ اور آج میرا دل دماغ اسلام کی صداقت سے تابندہ اور درخشاں ہے۔ مصر سے واپس آنے کے بعد جب کبھی اس آگ سے سوچتا ہوں۔ تو میرا ہر لمحہ اس کا عظمت و حرمت کے سامنے ٹھک گیا ہے۔ مجھے لوں محسوس ہوا ہے۔ کہ جیسے

میں اسے مجھے انگلیوں کے اشارے سے بتا رہے ہیں۔ بخود نہ کبھی کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ آؤ نماز کی طرف، نیکی کی طرف، نجات کی طرف میرا دل میرے سینے سے نکل نکل کر بیان والوں کی صفوں میں شریک بننا چاہتا تھا۔ خدا نے رحمان و رحیم کے طاعت گزار بندوں میں داخل ہونے کا پتہ بتا دیا۔ اگر ہر کسی کو دینا کے لوگ معلوم کرنا چاہیں کہ میں نے اور خدا سب پر اسلام کو کیوں ترجیح دی ہے۔ تو میں مختصر بننا ایک وجہ پیش کرتا ہوں۔

اَوَّلُ مَا دَعَا إِلَى الْإِسْلَامِ کی مادگی اور مذہب اسلام کے امکان انگلیوں پر گئے جاسکتے ہیں۔ ان سب کی بنیاد دو اصولوں پر ہے۔ جو اس قدر واضح ہیں کہ ناقص ترین عقل والا آدمی بھی ان کو سمجھ سکتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت الہی اور اس خدا کی وحدانیت جو نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔ جو نہ مٹی میں ڈھالا جاسکتا ہے نہ پتھر میں جو ایک ہے اور ایک ہے اور ایک رہے گا۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ لَهُ كُنُوزٌ لَّا يَحْصَاهَا ۝ قُلْ كُنُوزُكَ لَدَدِ اللَّهِ ۝

میری دوسری وجہ ترجیح اسلام کی محبوبیت ہے۔ اسلامی مساوات، سوشلزم اور بالخصوص کم وہ مساوات نہیں۔ جو ناداروں کی خاطر داروں کو مذہب کی طرح ہلاک کرنا سمجھاتی ہے۔ یہ عیسائیت کی مساوات بھی نہیں۔ جہاں سیاہ رنگ کے حبشی کو مفید رنگ کی عورت پر نگاہ ڈالنے کے جرم میں بے معاق قتل کیا جاتا ہے۔ اور کالے رنگ والے عیسائی خدا کی عبادت مخصوص نگر جل میں ہی کر سکتے ہیں۔ ہر مسلمان کیلئے ہر مسجد کے دروازے کھلے ہیں۔

ایک ہی معنی میں کہہ سکتے ہوئے محمود وایمان نہ کوئی بندہ نہ اور نہ کوئی بندہ نواز
تری سرکار میں پیچھے تو سبھی ایک ہوئے پابند و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے

چونکہ یہ عالمگیر اخوت ان اصولوں پر مبنی ہے جن کا ذکر میں پہلے کرچا ہوا ہے اسلام میں قبول اسلام کو کوئی خاص رسم نہیں۔ ان دو اصولوں کا اقرار و اعلان ہی کافی ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ جس کے پڑھنے سے دنیا کی اس سب سے بڑی برادری کی آغوش محبت کشادہ ہو جاتی ہے۔ جس میں ہر انسان ہر تہمت ہے۔ اور بعض نظریہ ہی نہیں۔ ایک قابل انکار حقیقت ہے۔ تو مسلم سی و م مسجد میں اپنے بادشاہ کے پہلوں کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور ساتھ مل کر ایک ہی مفت میں کھانا کھا سکتا ہے۔

تیسری وجہ یہی اخوت کے اساس پر مبنی ہے۔ اس وقت ہندوؤں کے اچھوتوں کے مندر میں داخلہ کے مسئلہ پر بڑی سے دے ہو رہی ہے۔ اسلام ان نسبت کو جو بخشش سے پاک ہے۔ ہمارے مذہب کو چھتر پھات نے چھوٹا کر دیا ہے۔ ہندوؤں کا ایک فرد چھوٹا کر دیا ہے۔ کوئی شہر کی چھوٹے مندر سے چھوٹا بنا دینے کا وہ عودا ہے۔ گریہ میں مندر سے چڑھتی لفظ نہیں آتی کہہ کر اس میں دو بائیں بری طرح راج ہیں۔ اول تو یہ کہ ہندو پیدا ہوتا ہے بنایا نہیں جاسکتا۔ وہ فقط ہندو ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک خاص گوترا ایک خاص ذات کے طبقہ میں پیدا ہوتا ہے اور یہ گوتراں اور ذاتیں درجہ بدرجہ میں ہندو مت محض مردہ کی تناسخ اور تبدیلی کا قائل ہے۔ ہندوؤں کی حالت نہیں بدل سکتا۔ کوئی شہر گھڑی نہیں بن سکتا۔ کوئی گھڑی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سیاسی اغراض کیلئے شہر کو کچھ خاوردی کہ سہارا مل جائے تو نواک بات ہے۔ یہاں ہمارا کچھ بھی کوئی شہر ہے۔ سچانے کیلئے کچھ چھکا کر دیا جاسکتا ہے۔ مگر شہر کو کبھی ہندو کی سماجی زندگی میں برابر کا شریک نہیں ہو سکتا۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ”شہر“ ہو جائے یا کچھ اور! دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کو شہر یا بدتر لفظ رکھنا یا کھانے کا عمل کبھی

مقبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کا خیل ہی قتل و دہشت کی ہنگ ہے۔ مذہب کی تبدیلی خدا اور بندے کا اپنا معاملہ ہے۔ کیا یہ ممکن جہالت نہیں کہ ایک انسان اپنے جیسے دوسرے انسان کو شدھو یعنی پاکیزہ بنانے کی صلاحیت رکھنے کا دعویدار ہو؟ اور لوں کو پاکیزہ بنانے والے پہلے اپنی پاکیزگی کا ثبوت ہم پہنچائیں۔ ۵

مجھے کیا فکر ہے اسے کل مل صد چاک ٹیل کی جہ تو اپنے پیروں کے چاک تو پہلے دھو کر لے
ہمارے مذہب میں محض اعلان اسلام ہی سے ہمارے حقوق مل جاتے ہیں۔ یہاں کوئی پاکیزگی یا ناپاکی کا سوال نہیں، اضمحلال حالات میں اچھوتوں کو میرا پیغام بھی ہے کہ وہ ادرتہ بیرل چھوڑ دیں، اور اسلام کی طرف متوجہ ہوں۔ جوان کے اغیار میں آغوش کشہ کھڑا ہے وہ جس کو چاہیں بھوئیں جس کے پاس چاہیں، اٹھیں بیٹھیں، نمازیں مقصدی نہیں یا امام کسی پر کوئی بندھن نہیں۔ اچھا ہی ہے جو شقی ہے جو اپنے فرائض کو کچی طرح سرانجام دیتا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَلْقَرِیْبُ

میری جو جنتی اور خری وجہ ترجیح یہ ہے کہ اسلام دورِ حاضرہ کی ضروریات کے عین مطابق ہے اس مہدی کی مشکلات کا حل کسی دوسرے مذہب کے پاس نہیں، آج دنیا اخت اور مساویات چاہتی ہے۔ اسلام کے سوا یہ نعمتیں کہاں ہیں؟ اسلام کا معیار بزرگی تقویٰ ہے۔ اور کچھ نہیں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اعمال سب سے اچھے ہیں۔ آج دین میں حقوق نسواں کی پکار ہے شادی کے رشتے نا استوار ہو رہے ہیں اسلام موت کو آزادی اور حقوق دلاتا ہے۔ اور مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق کو عاقلاۃً معاہدہ پر قائم کرتا ہے۔ اسلامی قوانین انسانوں کے لئے بنائے گئے ہیں فحشوں کے لئے نہیں!

اسلامی سوسائٹی میں ہنگامہ پروردی، تماشا کاری، ساز باز، زنا، بیاہی بیاہی، اس قسم کے مسائل مغفود ہیں۔ آج دنیا مذہب کو راہبانہ خود فراموشی سے الگ کرنا چاہتی ہے۔ مگر ایک بڑی جماعت ایسے لوگوں کی ہے جو ایمان داری اور نیکی کو عملی زندگی میں کار فرما ہوتا دیکھنا چاہتی ہے۔ اسلام ان ہر دو قسم کے لوگوں کیلئے مناسب ترین مذہب ہے مگر جتنا ملی ہیں۔ اور مساجد اہل ایمان سے آباد ہیں۔ اطاعت گنہار بڑھتی ہوئی تعداد میں پانچ وقت خدا کے سامنے سرسجود جوتے ہیں۔ اسلام ہر اسی پرانے رنگ میں اپنے پرانے عروج پر آ رہا ہے دنیا میں کوئی ایک طاقت ایسی نہیں جو اسلام کی طرح دنیا کی اقوام کے اقتصادی اور اخلاقی مسائل کا تسلی بخش حل کر سکے۔ اذ! اس مقدس فرض کا سرانجام دینے کیلئے جسے آج سے تیرہ سو سال پہلے ہمارے پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا تم سب مل کر اپنی زندگی وقف کر دو۔

اے میرے عزیز بھائیو! سلسلہ کلام ختم کرنے سے پہلے میں پھر اس مسرت اور سرخوشی کے احساس کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں آپ میں شامل ہونے سے سو جڑن ہے۔ میں خدا نے برتر و بالا کے سامنے دست بدعا ہوں۔ کہ مجھے اسلام کی کسی ایسی خدمت کی توفیق عطا کرے۔ جو آپ کی اس خوش آمدید جیسی عظیم الشان اور رفیع المرتبت ہو جس سے آپ نے مجھے اور میرے اہل و عیال کو نوازا ہے۔

(ایماندہ خالد لطیف گوہا)

ایجادِ اِسلامیہ

الجبر کی بابت عیسائی مورخ جرجی زیدان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ عیسائی مورخ ڈاکٹر دیسپکا تول ہے۔ کہ گھڑی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ خلیفہ ہارولڈ رشید نے سنہ ۱۰۰۰ء میں عیسائی بادشاہ شارلمین کے دربار میں ایک گھڑی بھیجی تھی تو درباریوں نے حیرت سے اسے جادو خیال کیا تھا۔

عیسائی مورخ ڈاکٹر سببان موسیو سدیو کہتا ہے کہ قطب نما جس کے بغیر سمندر کا راستہ پھینانا ممکن ہے۔ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

مشہور فرانسیسی مورخ موسیو سدیو لکھتا ہے کہ یوسف بن عمر نے سنہ ۱۰۰۰ء میں رومی کا کاغذ ایجاد کیا۔ فولہ کی مشین پر یورپین لکھتا ہے کہ روم ہندسہ عربوں نے اہل یورپ کو سکھایا ہے۔

عیسائی مورخ طامس بکل کہتا ہے کہ اہل عرب نے علمِ دین، نجوم کو ترقی دے کر سائنس کے درجہ پر پہنچا دیا ہے۔ ڈاکٹر ڈیوہر کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ تیزاب عربوں کی ایجاد ہے۔

عیسائی مورخ جرجی زیدان کا مقولہ ہے کہ بارہ مسلمانوں نے ایجاد کر کے یورپ کو سکھائی۔ اور خوبی یہ ہے کہ بارہ دود کے اجزاء آج بھی پری ہیں جو مسلمانوں نے ترتیب دئے تھے۔

ساری دنیا کو تسلیم ہے کہ علمِ طب جس سے امراضِ بدن کا علاج ہوتا ہے۔ وہ اپنی موجودہ شکل میں مسلمانوں کی ایجاد ہے مشہور مورخ مارگوئٹھ لکھتا ہے کہ صرف مسلمانوں کی برداشت یورپ میں فلسفہ یونان پھر زندہ ہوا۔

پروفیسر ریٹارڈ نکلس کہتا ہے کہ مسلمانوں نے مختلف شعبہ جاتِ علوم میں قیمتی اضافے کئے۔ کہ ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے بڑی فیاضی سے اپنے علوم اور فنون سکھائے۔

بندوق دنیائے سب سے پہلے بابر کے ہاتھ میں دیکھی۔ جو اس کی ایجاد ہے کسی ترک کی۔

(ماخوذ)

ہم تاریخ کی ایک اخباری اطلاع منظر ہے۔ کہ سناٹن دہرم کالج کے پرنسپل سٹر سزنداں فاس ایم۔ اے۔ ۱ سے

میں حلقہٴ جوشِ اسلام ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بھی صداقت و حقانیتِ اسلام پر اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

جو سٹر ڈیورسٹر کا باکر بچے ہیں۔ اللہم نہ دفرہ

حکمت و معطیت

(۱)

اگر انسان اپنی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے کوئی ایسی لغزش کر بیٹھے کہ جو تہذیب اخلاق اور مذہب کے سراسر منافی ہو۔ تو میری رائے میں وہ اعتراف قصور کے اپنے جرم کی اہمیت کو بہت کچھ گھٹا سکتا ہے۔ اور اگر وہ خلق خدا کو ان ذرائع اور نتائج سے باخبر کر دے۔ جو اس کی تباہی کے ضامن ہوئے۔ مگر اس اعتراف کا اعجاز و اعظا نہ پسند و نعوت سے قطعی جدا ہو۔ زائد اہل کار و کاروی نہ ظاہر کی جائے بلکہ صاف الفاظ میں کہا جائے۔ کہ ان ان تاثرات نے میری اس فطرت سے جو انسان کی کمزوریوں کی ضامن ہے فائدہ اٹھایا۔ ان ان خیالات نے اور ان رسائل نے میری گمراہی میں امداد دی۔ اور میری ہر لغزش کا نتیجہ یہ ہوا۔

(۲)

میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ جقدر تکلیف اور مصائب و عام اس کے کہ ان کا تعلق اخلاقی پستیوں سے ہو یا مالی اور فطری نقصانات سے (میں نے اٹھائے ان سب کے دوا دار میرے دوست ہیں۔ سوسائٹی کی تمام فرامیاں مجھ میں صرف اس وجہ سے پیدا ہوئیں۔ کہ میں سوسائٹی کی پیروی لازم سمجھتا رہا۔ جو صلاح میں میرے دوستوں نے دیئے۔ ان سے ہمیشہ میرے دوستوں کے اغراض و مقاصد کی تکمیل ہوتی۔ اگر آپ دنیا میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ تو اپنے دوستوں کے انتخاب میں نہایت احتیاط سے کام لیجئے۔

(۳)

اگر خدا نے آپ کو دولت دی ہے۔ تو ان لوگوں کی صحبت اختیار نہ کیجئے۔ جو آپ کو دامنہ سبب ہیں۔ اگر آپ زندگی کے کسی شعبہ میں کامیاب اور بکمال ہیں۔ تو ان لوگوں سے جو آپ کی کامیابی اور کمال کے ملاح ہیں بچنے کی کوشش کیجئے۔ اگر آپ حسن صورت اور حسن سیرت میں کینا ہیں تو پرہیز کیجئے۔ ان لوگوں کی صحبت جو آپ کی صورت اور سیرت کی تخریب کرتے ہیں۔ اگر آپ میں کوئی خوبی ہے۔ تو اسے مکمل نہ کیجئے۔ جس قبیل نے شیطان کو ملعون اور مردود قرار دیا۔ وہ اس کا وہ احساس تھا۔ جو اسے فرشتہ بنا کر پیش کر رہا تھا۔

(۴)

تپا کا سب سے بہتر دوست اور سب سے بڑا ہی خواہ وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جو حرامے اور ہر مشورے میں آپ کے خیالات سے اختلاف کرتا ہے۔ جو آپ کی کمزوریوں کو آپ کے سامنے بیان کر سکتا ہے۔ اور جو نہ تو آپ کی دولت مندگی سے مرعوب ہونا ہے نہ آپ کے کمالات سے۔ جس کی نگاہوں میں آپ کا کمال نا کمال ہے۔ اور آپ کی دولت ناقابل توجہ۔ جو آپ کے احساسات اور مضامین کو نہ مانتا ہے۔

کا شوق ہے عشق الہی کے جذبہ سے بھرا ہوا عالمان تو مید گاہ گروہ حدیث تک پہنچا تھا، کفار قریش سدا رہ ہو گئے حلف گوشتیان رسول میں ہر ایک مرتکف ہے کہ کبھی دشمن کے روکے نہیں رکھ سکتے مگر صحت عالم قریش کی جہالت کو مد نظر رکھتے ہوئے معاملہ کو ٹھیکھا جاتا ہے ہیں۔ بالآخر ظفرین کی لغت دشمنی کے بعد ایک معاہدہ طے ہوتا ہے۔ معاہدہ کی شرائط سے بجز صدیق اکبر کے سب کو اختلاف ہے۔ چوٹی کے کفن اسلام اور سر راؤدہ حضرات اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ مگر جب معاہدہ تیار ہو جاتا ہے تو پھر بھی مخالفت کرتے دالے حضرات سب بڑھ کر دفعات معاہدہ کی پابندی پر سرگرم عمل نظر آتے ہیں اختلاف رائے کے باوجود اتحاد عمل کا ایک نمونہ اپنی آنے والی نسلیں کیلئے تیار کر دیتے ہیں۔ اور کیا غیب ہے کہ خدا نے ان کے اس جذبہ اتحاد عمل ہی کی بدولت اس معاہدہ کو جس کو اپنے پرائے یگانے بیگانے سب کے سب ذلت کا معاہدہ سمجھ رہے تھے عزت سے بدل دیا ہو۔ اور کیا غیب ہے کہ آیت کریمہ وَتَقِصُّوا بِجَلِّ اللَّهِ حِمَیْحَیْہِ کی ایک یہ بھی تفسیر ہو کہ جب مسلمانوں کیلئے ایک طریقہ کا مقرر ہو جائے۔ تو سب مل کر اس پر عمل کریں۔ اتفاق رائے ہو جب اور اختلاف رائے ہو جب بہر حال عمل سب کو کرنا چاہیئے آپ نے دیکھا کہ اس اتحاد عمل نے شکست کو فتح سے بدل دیا۔ اور ہزیمت نصرت سے بدل گئی۔ ذلت عزت کی جگہ بدل گئی۔ ذلت کی جگہ عزت آگئی۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے اسی معاہدہ کو جسے لوگ ذلیل سمجھ رہے تھے۔ فتح و نصرت سے تعبیر فرمایا ہے۔

نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ روح فرما جس نے اچھے اچھول کو حواس باختہ کر دیا۔ پیش آتا ہے۔ یہ وہ مصیبت عظمیٰ ہے جس سے بڑھ کر سامان کیلئے اور کوئی ابتداء پریشانی مصیبت ہو ہی نہیں سکتی۔ خود ارشاد ہوئی ہے مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں کہیں ان میں نہوں اوکا قال فاروق اعظم خیر کھفت ہیں۔ اور فرماتے ہیں کوئی نہ کہنے پائے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اہل بیت سوگ میں ہیں۔ صدیق اکبر ممبر نبوی پر غم بھر دے رہے ہیں سفقہ نبی سادہ میں نشانی کے سلسلہ پر کھٹ ہو رہی ہے۔ انصار دھما جریں اپنے اپنے حقوق پر اڑے ہوئے ہیں۔ ترب ہے کہ اس سماجی گروہ میں توازن چل پڑے حضرت عمر و صدیق اس مجلس میں پہنچتے ہیں مختصر سی تقریر کے بعد خلافت مصلیٰ پر بیعت شروع ہو جاتی ہے بقیل بعض ارباب سید قوم کے بڑے بڑے سربراہ اور وہ افراد شہر حضرت عباس، حضرت علی و غیرہ خلافت کے دویدار ہیں۔ مگر جب ایک مجلس میں مسلمانوں کے لئے یہ طریقہ کار طے پا جاتا ہے کہ اب تو صدیق اکبر کا نشان رسول اللہ ہو گئے۔ تو پھر اعتراض کرنے دالے حضرات بھی خلافت مصلیٰ کے دست و بازو نظر آتے ہیں۔ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ حلقہ گوشتیان اسلام نے اختلاف رائے کے باوجود اتحاد عمل کا نمونہ پیش کیا۔ اور جب سب کے سب موافق و مخالف مسجد فی لعل ہو گئے۔ تو کون نہیں جانتا کہ خلافت مصلیٰ کیسی کچھ کامیاب ثابت ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ اتحاد عمل و لغت غیر مترقیہ ہے۔ کہ اس کا وقتا بد دنیا میں کوئی تدبیر نہیں کر سکتی۔

نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت سے کچھ ہی پہلے ایک لشکر ترتیب دیا تھا۔ جس کے پاسیوں میں صحابہ بارہ صحابہ اہل ارورہ صحابہ جو بیعت جہدہ کے رضاء الہی کا تہذیب حاصل کر چکے تھے۔ بھرتی کئے گئے تھے۔ اور سرکردہ لشکر ایک نو عمر بچہ ۱۸ سالہ زنا بھر کا راسا کو تجوز کر کے سلام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ اسی لشکر مدینہ سے نکل کر خفاہ شہر ہی میں خیمہ زن تھا۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض اور مرض اور شدت شروع ہو گئے۔ اس لشکر نے ارادہ سفر ملتوی کر دیا کہ اس مرض کا نتیجہ دیکھ لیا جائے کہ اسی مرض میں نہ

دفات پیش آگیا۔ صدیق اکبر نے سوگ رسول سے خارج ہوتے ہی دویائے خلافت پر بیٹھ کر سب سے پہلے دیکھنا فدا کیا۔ وہ اس لشکر کی روٹنگ تھا۔ بڑے بڑے سردار وہ اور بڑے بڑے حضرات وہ صاحب الزائے جس کی اصابت رائے پر کئی بار کی مہلے یثیث ثبت ہو چکی تھی۔ اس کے خلاف رائے رکھتے تھے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ حضور نبی کریم کی بات تو فی اور اور اب بات ہے اور۔ اس لشکر میں بڑے بڑے محترم بزرگ شامل ہیں ان کو ایک بچہ کی نیت میں سمجھنا تو بہت مصلحت نہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ خود ملک عرب میں واقعہ دفات پیش آجائے کی وجہ سے کھلبلی مچی رہتی ہے۔ شہید کی آگ شعل چور سی ہے ایسے وقت میں ایک بڑی جمعیت کا مدینہ سے دور دراز مقام پر بھیجا دشمنی اور دور اندیشی سے بعید ہے مگر جب صدیق اکبر نے کہا کہ جس کام کو خدا کا رسول شروع کرے گا اس کو اولیٰ کا بچہ کیسے روک سکتا ہے۔ تو سب کے سب خاموش ہی نہیں ہوئے بلکہ باوجود اختلاف رائے کے ہمیں بھی بخیر فی الحال ہو گئے۔ اس اتحاد و عمل ہی کا یہ شرہ تھا کہ بڑے بڑے سیاستدان اس لشکر کی روٹنگ کو عرب اسلام کا ایک بڑا سبب سمجھتے ہیں۔

صدیق اکبر دویائے خلافت پر روتی افزہ ہیں عرب کے گوشہ گوشہ سے اترتے اور شہید کی خبریں آ رہی ہیں۔ ایک طرف مسلمانانے علم و ہمت بلند کیا ہے۔ دوسری طرف اسوہ سنی نبوت کا جھنڈا لئے کھڑے ہیں۔ لوگ حیرانی میں ہیں۔ کینہ تو اہل کتب کو بھی مسلمانوں کے دلیلے کا موقع مل گیا ہے۔ ہونیفیکو تم ملک میں بے چینی کا ایک سبب ہے۔ جو اس سرے سے لیکر اس سرے تک ٹھٹھٹھیں مارتا ہوا مسلمانوں کو عرب کرنا چاہتا ہے۔ یہی سبب ایک بڑی حیثیت اس کے نام سے روا ہے جو کچھ ہے مجلس مشورہ گم ہے۔ اسلام کے بڑے بڑے کین ملک کی حالت پر سرگرم ہاتھ ہیں۔ بخلاؤ اس کے تعلق کو تو کام مسجد میں پیش ہے اور اکثر اہل اسلام اس طرف سے کہ کسی شہید کی طرہ سے آگ میں سمجھ کر توحید الہی کے لئے بڑے ہیں اور رسالت محمدی کا بیعت منحل ہو رہا ہے۔ ان مانعین رکاوٹ ہے چشم پوشی کی جائے۔ یہ لوگ مل کے لالچ سے صف رکوائے گا انکار کر رہے ہیں۔ دیسے توحید و رسالت میں تو جھگڑا پیش ہو گیا ہیں مگر جب صدیق اکبر کا تدبیر فی الدین اور لب فی الاسلام مجلس میں یہ آواز بلند کرتا ہے کہ رکاوٹ بھی اسلام کا ایک کین ہے۔ اس کا منکر بھی اسلام کا منکر سمجھا جاتا ہے جب تک صدیق کے گٹھوں میں دم ہے وہ ہر منکر اسلام سے برسرِ بیکار رہے گا۔ تو سبب باوجود اختلاف رائے کے اس میں تھکنی لعل ہو چکی ہیں۔ یہ حال ہی کا شرہ تھا کہ جب مدینہ کے مسلمانوں نے سنا کہ یہ رکاوٹ بھی جہاد بول دیا۔ تو بغیر شخصے ترکی ماہانہ فی کا چند مسلمان توحید و رسالت از روہ اہل اسلام ہو گئے اور اس اتحاد و عمل نے اسلام کا سکہ از روہ توحید بنی آدم پر جاریا۔ یہ اور قسم کی بڑوں نظیریں قرون نبوی و قرون صحابہ میں اختلاف رائے کے باوجود اتحاد و عمل کی ایک مثال کی طرح آج ہر مسلمان اور باطنیوں ہندوستان کے مسلمان اس دولت عظمیٰ سے ایسے بے نصیب ہو گئے ہیں کہ ہمارا کوئی گروہ کوئی جماعت کوئی قبیلہ کوئی خاندان ایسا نہیں جو اس قدر اصل ہمارا وجود سمجھنے کے اس پر عمل کرتا ہو جائے مجلس منعقد ہوتی ہیں جیسے چوہیں۔ لیکن جگہ ان میں سے ہے مجلس شہر ہے چکی چورائے ہوتی ہے وہ اسی کو صاحبِ سخن ہوا اپنی جگہ جاتا ہے مجلس کے شہرہ فیصد کو ٹھکانا کہ اپنی سیڑ پر مل کر ہوا نظر آتا ہے ایک وہ وقت تھا کہ باوجود اختلاف رائے کے بھی مل جل کر مختلف ہیں کیسی انھی لنگاہ رہی ہے جمعی تو کھینچیاں خشک ہوتی چلی جاتی ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ میری آواز میں زور نہیں بن سکتا ہوں کہ کہہ کر کہہ کر صد البصر سے زیادہ وقت نہیں کھتا مگر کیا کرنا سنیں دل سے اور دل میں درد ہے اسلام کی نہیں نہیں مسلمانوں کی ہمت کا نقشہ پیش ہے پہلے اپنی گنتا تم نصیحت کو دیکھتے ہو اپنی قوم کے غرور پر ہوا اس میں بڑھو ہوا ہوں خدا کیسے کسی ایک مجلس سے ذلیل اور خوار مرزا کے خاندان کی سی میا ز قبائل کیجہاں اپنے اختلاف رائے کے باوجود خود فی الحال ہو کر کر کے

آج اور کل

(جناب محمد اسد خاں صاحب جی۔ اے ملتان)

آج تیرا دل ہے کافر کل مسلمان تھا تو کیا
 آج تیرے دل میں بھی انکی جھلک باقی نہیں
 آج چشمِ جبل کا حسرت بھرا آنسو ہے یہ
 آج تجھ کو اپنے گھر کا راستہ ملتا نہیں
 آج تو کبیر دینِ منتِ اغیار ہے
 آج تیرے حامیوں کے لب پہ ہے شکوہ ترا
 آج پاؤں پر کھڑے ہو نیکی طاقت بھی نہیں
 آج تیرا بار اٹھانے سے زمیں بیزار ہے
 آج تو دوش ہوا پر ہے ترا مُشتِ غبار
 آج تجھ کو دیکھتا ہوں میں غلاموں کا غلام
 آج دُنیا میں ترا جینا بھی مشکل ہو گیا
 اب گمان آباد ہے کل شہرِ ایمان تھا تو کیا
 کل ترے چہرے سے نورِ حق نمایا تھا تو کیا
 کل تیرا دل گوہرِ دریا ئے غرِ فال تھا تو کیا
 کل اگر تو رہنمائے نوعِ انساں تھا تو کیا
 کل ہر اک گردن پہ تیرا بارِ احسان تھا تو کیا
 کل مخالف بھی اگر تیرا ثنا خواں تھا تو کیا
 کل تو اپنی قوتِ بازو پہ نازاں تھا تو کیا
 کل جو دُورِ چرخِ تیرے زیرِ نواں تھا تو کیا
 کل تیرے قبضے میں گر تختِ سلیمان تھا تو کیا
 کل جو ہفتِ قلیم میں تو شاہِ شاماں تھا تو کیا
 کل تجھے حق کیلئے مرنے کا بھی آساں تھا تو کیا

آج صحرا میں پریشاں ہیں ترے نامے اسد
 کل جو تُو محنِ کستال میں غزلِ خواں تھا تو کیا

اہم تاریخی وقایع اسلام

(از جناب مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی)

محتاج وہ نہیں کسی فخر مزید کا
آدم کی نسل سے ہیں سب انسان جو دیکھئے
مگر خلیل کا تھا پدر، نوح کا پسر
بکر کو امام بنایا بنی نے خود
اول امیر نائب ثانی عمر ہوئے
مل جاتی گر علی کو خلافت عمر کے بعد
ظالم تھے جو شریک تھے عثمان کے قتل میں
سب ہاشمی تبہ تھے امیہ کے ظلم سے
عباسیوں نے آل علی سے نہ کچھ لیا
عبد الملک کے نام کا سکہ رواں کیا
اعراب کل صحیفہ قرآن پر لگائے
اسبن و ہند فتح ہوئے اُس کے حکم سے
اہل عرب کو جس نے سکھائے علوم دہر
بغض و حسد سے کھوئی خلافت عرب حیف
باہر رکھے نہ پاؤں رہ مستقیم سے

جس کو شرف ملا ہے محمد کی دید کا
اعمال ہے فرق شقی و سعید کا
یہ مسئلہ ہے صاف کلام مجید کا
پھر کام کیا غدیر کی گفت و شنید کا
صادق ہے جن پہ لفظ امیر و شہید کا
ہو جاتا سد باب فساد شہید کا
قاتل ہر اک لعین تھا حسین شہید کا
عباسیوں نے خوں کیا آل یزید کا
بدالیا حریفوں سے ظلم شدید کا
بانی تھا ابن یوسف اس امر جدید کا
حجاج مرتکب تھا اس امر مفید کا
افسر تھا جب وہ لشکر شاہ ولید کا
یہ کام تھا خلیفہ ہارون رشید کا
صادق خدا نے قول کیا مایرید کا
ہے جس کو خوف نعرہ اہل من مزید کا

رشتک و حسد کا کوئی نہیں فرحتی علاج
بغی و فساد کام ہے مفید مزید کا

بصائر و عبرت تاجداروں کی فقیہانہ زندگی

ذیل کے مضمون میں اہل نظر کیلئے درسِ عبرت اور کوتاہیوں اور کوشش کیلئے سرمہ بصیرت موجود ہے۔ تاریخی مشاہد اور حقائق کی روشنی منظر ہے کہ بندگانِ خدا نے اپنی زندگی اس طرح بسر کیں اور کس طرح کر رہے ہیں۔ انسانی فرائض کیا تھے اور کیا قرار دے لئے گئے ہیں۔ وہ تاجدار و حکمران بچکے یا بدصف خوفِ خدا کا سقدہ لرزاں درسائش اور کچھ سیدھا سادہ بیباکی بے تمہداری جو انہیں ہر ایک لاشکار میں زیر و زبر کر دے پرتلاش و جستجو کے باوجود نصرتِ خلقِ اللہ میں معاد و ادا میں کچھ تھے۔ اور ہم شبابِ روزِ دلِ اندازی کے منصوبوں میں غرق ہیں اور انہی امور کو نجاتِ اخروی سمجھ کر رہے ہیں۔ اسے کاش دیدہ و بینا اور شہرتِ بصیرتِ نبیؐ کی اور ہم اپنے اعمال و افعال و کردار و اطوار کا جائزہ لینے کی سبیل جو کاش طمعِ سلیم ہو تا اور تدبیر و تدفکر اور غور و تعمق سے دیکھ سکے۔ کہ ہم نے صبح سے شام تک کس قدر حق العباد اور ان کے اور کتنے بندگانِ خدا کی دل آزاری کا موجب ہوئے۔ عقل سے تو سوچنا اچھیں میں تو دیکھو، کان میں تو سنو اور غور کرو کہ وہ کیا تھے۔ اور کیا ہو گئے۔ اور کیا ہم میں اور کیا کر رہے ہیں۔ ناخشنود و ایا اولیٰ الاصلہ۔

سلطانِ ابراہیمؑ غزنوی جو اپنے دادا سلطان محمود غزنوی کی طرح ہندوستان پر حملہ آور ہوتا رہا۔ اوائلِ شباب ہی سے بدعہ اُقم پرہیزگار و زاهد تھا۔ لذتِ نفسانی سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہر سال میں تین مہینے کامل روزے رکھ کر تھا یعنی ماہِ رمضان کے سقہ ماہِ ربیع الاول شعبان کے دنوں میں بھی صائم رہتا تھا۔ نماز کا سختی سے پابند تھا۔ معدلت گسٹری اور عدل پروری میں بہت نیک نام تھا۔ رحمتِ اس درجہ تھا کہ جب ایک بڑے شخص کو عمارتِ سلطانی کیلئے مزدوری کرتے اور پھر دعوئے دینے دیکھا۔ تو ساداتِ کفیل سے چونک اُٹھا۔ اور مزدوری اس سے ترک کر کے اس کا کامانہ مقرر کر دیا۔ داد و بخشش میں خزانوں کے منہ کھول دیتا۔ اور دعوئے و نصیحت کی مجلس منعقد کر کے لوگوں کی اخلاقی و روحانی غذا ہم پہنچانا خط اس کا نہایت اچھا تھا۔ ہر سال ایک قرآن شریف مکہ معظمہ اور ایک مدینہ منورہ میں پہنچایا کرتا تھا۔

شمس الدین ایلکس کا نام اکثر لوگوں نے سنا ہوگا۔ سلطانہ رضیہ بیگم کی پُر جلال حکومت سے بھی تاریخِ دان لوگ واقف ہیں۔ انش کے بیٹے اور رضیہ بیگم کے بھائی سلطان ناصر الدین محمود کا غور اس امر پر کیا جانا ہے۔ جو غالباً ہندوستان کی اسلامی حکومت میں لاشائی بادشاہ ہو گا رہا ہے۔ تاریخِ خشتیز میں لکھا ہے کہ یہ بادشاہ خزانے سے ایک کڑی بی ذاتی معرفت میں بنیں لاتا تھا۔ بلکہ عام لوگوں کی طرح مزدوری کرتا اور اپنا پیٹ پالت تھا۔ چنانچہ ہر سال دو کلامِ مجید لکھا کرتا تھا۔ اور ان کے زہدیت سے اپنے اخراجات پورے کرتا تھا۔

ایک دفعہ ایک امیر نے اس نعل سے کہ یہ کلام اس بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے بھت زیادہ ہدیہ دے کر لے لیا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی فرمایا: اکیندہ پوشیدہ طور پر کلام مجید ہدیہ ہو اکریں۔ تاکہ اہلی ہدیہ سے کوئی زیادہ نہ رہے پائے۔ غالباً ہندوستان کے تمام راجوں نے راجوں اور بادشاہوں میں یہی ایک ایسا بادشاہ ہوا ہے جس کی طرف ایک ہی مشکوٰۃ عورت تھی کسی خاصہ، لوطی یا باندی یا خوں کو اس نے اپنے پاس نہیں رکھا۔ بلکہ انتہا یہ ہے کہ بادشاہ کا خاصہ بھی ہیگم ہی کو تیار کرنا پڑنا تھا۔ ایک دن مکہ نے شکایت کی کہ کوئی پکٹا پکٹا لے نکھ گئی ہوں کوئی خاصہ نہایت ہو۔ سلطان نے کہا خدا نہ دے کیا کا مال ہے۔ صرف امانت میرے پاس جمع ہے۔ جوں جوں رعایا کو ضرورت ہوگی وہ اپنی رقم وادیں لیتی رہے گی کتابت سے استفادہ بحت نہیں کہ کوئی لوطی خرید سکوں۔ صبر کر حق تعالیٰ آخرت میں جہاں خیر دیگا۔ ذکر ہے کہ بادشاہ کے ایک مصاحب کا نام محمد تھا۔ اور ہمیشہ اسے اسی نام سے پکارا کرتا تھا۔ ایک دن اس کو اشارہ سے بلایا۔ اور اس کا نام نہ لیا مصاحب حاضر ہوا۔ اور حکم ملا اس کی تمیل کی لیکن تفصیل ارشاد دے کہ بدین چار دن تک جب دربار میں نہ آیا تو بادشاہ نے بلو بھیجا۔ اور سب بغیر حاضری کا دریافت کیا مصاحب نے عرض کی حضور ہمیشہ میرا نام ایک پکارا کرتے تھے معلوم نہیں۔ اس دن مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ مجھ کو بیگانہ قرار دیا گیا۔ بادشاہ نے کہہ دیا ہمارا دل نہاری طرف سے باطل صاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میں بے دفعہ تھا بچہ شرم آئی۔ کہے دفعہ اسم مبارک حضرت محمد مصطفیٰ کا زبان پر لاؤں۔ یہ بادشاہ موت کی یاد اور اوقیت کی فکر سے کبھی غافل نہ رہتا تھا۔ بادشاہ ہی غرور کو اس نے کبھی نزدیک بھی نہیں آنے دیا کسی کی خاطر شکنجہ بہت بڑی خیال کرتا تھا۔ فقراء و نوری اس کا شعرا رکھا۔ اور شہرت پر نشا رکھا۔

سلطان غیاث الدین بلبن (جو ۶۶۲ھ سے ۶۷۵ھ تک ہندوستان کا بادشاہ رہا ہے) سلطان ناصر الدین محمود کا اہلی اور سچا نام مقام تھا۔ رعایا اس کے زمانہ میں نہایت خوشحال تھی کسی امیر کی طاقت نہ تھی۔ کہ غریب کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکتا۔ اور اگر گزند پہنچتا تو کبیر کر داکو پہنچ جاتا۔ عیساکہ ملک نعین جاگیر دار بادلوں اور بہت خال جاگیر دار اور دھکے واقعات مشہور ہیں۔ کہ اول الذکر کو تو ایک بے گناہ کے در سے لگوانے کی یاداش میں جو اکثر میں مر گیا تھا۔ اس قدر در سے لگوانے کہ وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ اور دوسرا الذکر کو ایک بے گناہ کے قتل کے جرم میں پہلے قتل کا حکم دیا پھر اس کی تصرع و زاری پر مقتول کی بیوہ کو ایک لاکھ روپیہ معاوضہ میں دلایا اور اس کی جان بخشی کی۔ ذکر ہے کہ جب بلبن کسی دریا کے پل پر یکشتی پرستہ گذرتا۔ تو امراء و اراک حکم دیتا کہ پہلے ضعیفوں۔ مہینوں۔ عورتوں اور بچوں اور لاغر چار پاؤں کو گزر جائے دو۔ اس کے بعد اس سواری گذاری جائے تاریخ فرشتہ میں لکھی ہے کہ بلبن جب تخت پر بیٹھا تو اس نے شراب اور فسق و فجور کی ممانعت کے احکام سختی سے جاری کئے۔ بکرم دیا۔ کہ ہر مسلمان موائے عجوبہ کی حالت کے نماز روزہ کا پابند رہے۔ بادشاہ کی اپنی بیعت تھی کہ روزہ نماز کے علاوہ ہیچہ اور شران کی نمازوں میں بھی مشغول نہ رہتا۔ و غفلت میں جاتا۔ اور علما و صلحا کی خدمت کرتا ہمیشہ۔ اور مجاہد کے دن علمایان شہر کے مکانات پر جاتا اور ان سے بہتیم پیش آتا۔ قہر دل کی زیارت کرتا۔ اور موت سے ایک لمحہ غافل نہ رہتا بغیر پہلے کہ کفن و دفن میں و افراد دیتا۔ بلکہ صلحا کے جنازوں میں بھی شامل ہوتا۔ لیکن باوجود اس کے وقار و ہیبت ۱۱۰۰ھ کا ۱۰ جنوری، ۱۱۰۱ھ ملا۔ جنگ ۱۰ جاتا ماماں ۱۰۰۰ھ کے ساتھ نکلتا۔ تو امراء و نوری اس کا حکم کرنا لکھے سے آنکھ

ملک کے بلین نے اپنے فرزندوں کو ظلم و تعدی سے باز رہنے اور عاجزی پر آمادہ کرنے اور نیک بادشاہ بننے کیلئے مندرجہ ذیل چار نصیحتیں کیں۔

(۱) بادشاہ کو لازم ہے کہ اپنی سطوت و شکرت کو بیکار نہ اپنے باقی مکترو فرین ظاہر کرنے کے منصفی میں صرف کرے۔ کہ اس سے رعب و اب سلطنت کا اور اناہیت خلق کی ہو۔ (۲) ہواں تک ممکن جو نفع و فخر کے دفع کرنے میں سعی مینج کرے۔ اور خاسقوں اور بزرگوار اور اسی قبیل کے دوسرے آویہوں کو غیر تناک نہ لڑائیں دے۔ (۳) کاروبار سلطنت ان لوگوں کے سپرد کرے جو اناہت شائستہ قدر و اثر اور متدین ہوں۔ (۴) عدالت اور داری میں وہ کمال حاصل کرے کہ اس کے ملک میں ظلم و تعدی اور نصیب طر ف داری کا نام نہ تک نہ رہے۔

جلال الدین فیروز شاہ خلجی کو جب یاور بیٹے طالع سے سخت و تاج غییب ہوا۔ تو سب سے پہلے دو حکمت نماز شکرانہ ادا کی۔ اور پھر پاکو اجنب اکین۔ بار بار سے فرمایا یہ دعوت ہے جس کے آگے برسوں سر جو بکریا نہاتا ہے۔ اور آج اس تو دہ طعن کے احسان عظیم سے اس پر قدم نہ بکنا جانا۔

دن لوگ جو مجھ سے بہتر و افضل تھے میرے سامنے دست بستہ استادہ ہیں۔ اسے حاضرین محسوس یہ باتیں خود و غرور نہیں بلکہ غرور انکساری کے اظہار کیلئے کہی گئی ہیں۔ ان سے عزت اور امن سیکھیہ اور خدا تعالیٰ کے قہر و غضب اور لطف و کرم سے کبھی غافل اور نا امید نہ ہو سکیں اور بیجا خوشی کا کوئی محل نہیں جب یہ سلطنت سلطان غیاث الدین بلین اور اس کے فرزندوں اور ان سے پہلی پہلے لوگوں کے پاس نہیں ہی تو میں اور میری اولاد کو اس شہ میں ہے پس اس نعمت خدا و کا فائز استعمال مصلی خوشی اور ابدی زندگی سے تارک و فرشتہ میں رکھا ہی کہ اہل حاضرین بادشاہ کے حکومات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان میں سے اکثر نادر زار روئے بھنے جلال الدین خلجی نہایت حیرت و شہرہ پاشا تھا۔ ایک دفعہ جب میروں و زیروں نے اس کو ایک شہرہ باغی کے قتل پر سخت مجبور کیا۔ تو ان کو بہت سعی و صرفیا نہ اور درویش بائوں کے بعد فرمایا جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے۔ لیکن کیا کروں ستر برس کی عمر ہو گئی ہے۔ آج تک خون سے لانا نہیں رنگے۔ اب عمر کے آخری حصہ میں کیوں میرا نامہ اعمال سیاہ کراتے ہو۔ عرض وہ باغی قیہا نہیں میں چاہیہ گیا۔ چوروں اور بزرگوں اور ڈاکوؤں کو جب اس کی عدالت میں آئے تھے۔ تو بجائے سرواڑے کے ہندو نصیحت کرتا تھا۔ اور یہ درجہ مجبوری نہ لادیتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جمیع علماء و رقاصیوں نے انھیں بادشاہ کے نام کے ساتھ المجاہد فی سبیل اللہ کے الفاظ پڑھا دیئے۔ بادشاہ کو خیر و فی پہلے تو بہت رو یا۔ پھر خاضعین اور مقبول کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے بقدر توانائی کیا ہے۔ ان سے نہ خدا مستغنی نہ فیض خدا اور نہ طمع شہادت مقصود تھا۔ نہ فیض نام و فخر و اعتبار و عزت اور ذاتی اختیار کی غرض سے کیا جو کچھ کیا۔ میں اس خطاب کے قابل نہیں ہوں۔ بلکہ نہایت پشیمان اور شرمندہ ہوں۔

جہاںگیر بادشاہ کی رحمدلی اور فیاضی اور غفور و مسب پوشی کی داستانوں سے تاریخ ہند کے صفحے میرے جیسے ہیں۔ یہ بادشاہ سخاوت اور مروت میں منظر قد علماء و صلحا سے محبت رکھتا تھا۔ اس نے اپنی عمر میں بہت نصیحتیں سمیں۔ اور غلاموں اور لوگوں کے اپنے جہاںیوں سے بھی بہت دکھ اٹھایا۔ جہاںیوں سے نہ باغور نہ ہٹا تھا۔ اور بغیر و ملو کے خدا کا نام کبھی زبان پر نہ لاتا تھا۔ ذکر ہے کہ ایک

دن پر عبداللہی صدر کو کسی کام کے لئے بلوایا اور عبدال کے نام سے پکارا۔ دعو کرنے کے بعد اس نے معذرت کی اور کہا چونکہ جی خدا کا نام ہے اور میں بے وضو تھا اس لئے تم کو تمہارے نام سے نہیں پکار سکتا۔

یہ وہ لوگ تھے جو بادشاہی میں فقیری اور فقیری میں بادشاہی کرتے تھے۔ یہ لوگ نمونہ تھے ان بد انجام لوگوں کے لئے جو چار دن کی چاندنی میں اندھیری رات کو بھل جاتے ہیں۔ جو دولت اور جاہ وصال میں مست و مدح و پیش ہو کر بات کرتے ہیں۔ تو ایسی! جس سے تکبر اور غرور ظہر ہو چال چلتے ہیں تو ایسی جس سے رعونت و خودی نمایاں ہو سکھ انسان وہی ہے اور وہی انسان فرشتہ صفت کہلانے کا مستحق ہے جو اپنے عروج کے زمانہ میں بھی زوال کو فراموش نہ کرے اور خدا کی عبادت اس کے تہر و غضب اور مخلوق خدا کی فیض رسانی سے غافل نہ رہے۔

دُعَا

(از علامہ ڈاکٹر سر اقبال)

یارب دلِ مُسلم کو وہ زندہ تماشا دے	جو قلب کو گرمادے، جو روح کو تڑپا دے
چہرہ دانیِ ناراں کے ہر دے کو چمکا دے	پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے
مردم تماشا کو پھر دیدہٴ مینا دے	دیکھنا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سونے حرم لے چل دے	اس شہر کے نوکر کو۔ پھر وسعتِ صحرا دے
پیدا دل ویراں میں پھر فروشِ مُشر کر دے	اس محلِ خالی کو پھر شاہِ لیلیٰ دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو	وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر دے	خود داری ساحل دے آزادی دریا دے
بے لوثِ محبت ہو۔ بے باک صداقت ہو	سینوں میں اجالا کر دل صورتِ مینا دے
احساسِ عنایت کر، آثارِ مصیبت کا	امر و نہی کی شورش میں، اندیشہٴ فردا دے

میں لبیلِ نالایاں ہوں ایک اجڑے گلستاں کا

تماشہ کا سا نا، ہوا، محتاج کہ داتا دے

بس نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند

(از جناب ابوالعالی مولانا سید عبد العزیز صاحب گیلانی)

گذرے بہت سے لوگ زمانہ میں سر بلند شاہانِ کامگار و سلاطین خود پسند
آہ ان کا حال کیا ہوا عالی سے سن یہ بند بس نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند
کز بیتیش بروئے زمیں یک نشان نمائد

دارا ہوا کہ جم ہو فرید دل ہو یا ضحاک سب موت ہی کے ہاتھ سے اکثر بچے ہلاک
دیکھا ہے سب آنکھ سے یہ حال ہولناک آلِ پیر لارا کہ سپردند زیرِ خاک
فخاش چناں بخورد کزواستخوان نمائد

ہوتا ہے استوار نظم جہاں بعدل رہتا ہے ہر دیار میں امن و امان بعدل
باقی جہاں میں رہتا ہی نام و نشان بعدل زند است نامِ فرخ نوشیر و ان بعدل
گرچہ بے گزشت کہ نوشیر و ان نمائد

پایا ہے جبکہ تو نے دُر شا ہوا ر عمر انصافِ عدل و داد و دوش میں گزار عمر
جینے کا کیا بھر دسہ ہے کیا اعتبارِ عمر خیرے کُن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
ز اں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نمائد

شہید تفسیر

(۱)

آسودگی اور اطمینان قلب کی تمام وہ منزلیں جن پر لقاء الہی کا دار و مدار ہے۔ شیخ الہی بخش صاحب کو حاصل تھیں۔ چھوٹے سے قصبے میں ہونے لگے تھے۔ عام رسم کے کا سر کا تعلق کسی طبقہ اور کسی مذہب سے ہونے لگا۔ شیخ صاحب کی رائے کا قول کا حکم کھنٹی تھی۔ شیخ صاحب کی زندگی دینی اور دنیاوی غرض پر مبنی نہ تھی۔ ان کا مقصد یہ تھا۔ ان کی عزت اور ان کا وقار اس قدر تھا۔ ان صفات کے باعث شیخ صاحب دو تہذیبی جگہ جاتے تھے۔ پہلی وہ زعم پر مبنی تھا جس کی بنا پر ان کے احباب اور عزیزوں نے بیٹی کی شادی کے موقع پر ان کو عجیب عجیب مشورے دیئے۔ زیورات کے علاوہ چاندی سونے کے متعدد ظروف، چاندی کا پندنگ، قدیم آئینے، تمام وہ سامان جسے دینی کا عقیدہ انسان بازار بڑی سے بڑی قیمت پر فراہم کر سکتا تھا جمع کیا گیا۔ دوسرے ہمالیہ کے علاقے میں رہتے تھے۔ ہندو مذہب اور بت کے لئے جدا سامان کئے گئے۔ سات روز تک محفل رقص و سرور گرم رہا۔ اس پاس کے تمام دیہاتوں میں عموماً شیخ صاحب کی برادری میں خصوصاً شیخ صاحب کو ان عجایب اور تباہ کن مراسم کی نگاہیں پرے رہتا تھا۔ دادی گئی۔ برادری میں نام روشن ہو گیا۔ اور فیصلہ کر دیا گیا۔ کہ ایسی شادی دیکھنے والوں کی آنکھوں نے اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھی۔ خدا خدا کر کے تمام رسم انجام کو پہنچے۔ اور دلہن اپنے والدین کے گھر سے نہعت ہو گئی۔ چاندی اور سونے کے پھول برسائے گئے۔ اور طرفین نے دل کھول کر اپنی اپنی دولت کی نمائش کی۔

(۲)

شادی ہو چکی وہ واہ واہ کرنے والے خاموش ہو گئے۔ دیکھنے والے ان مناظر کو بھولنے لگے۔ صرف عجایب اور نمودار نمائش کے نظارے خواب و خیال ہو گئے۔ شہید صاحب کے دل سے اس شادی کی اہمیت کسی طرح کم نہ ہوئی۔ تیس ہزار روپے کی رقم جو وہاں سے سو دو پر لیکر خرچ کی گئی تھی۔ اور جو اس وقت ایک سو ڈھائی ہزار روپے کا سودا معلوم ہوئی تھی۔ اب یہاں پر اس کے سامنے آئے لگی جس کی سرپرستک چوٹی پر گزرنے والے سال کے ساتھ بلند سے بلند تر ہو رہی تھی۔ شیخ صاحب کیلئے اس نظارے کا جذبہ کچھ کم دل گداز اور روح فرسائے تھا۔ کہ فریق ثانی نے چنانیس ہزار روپے کا قرض اتارنے کیلئے بہن کے تمام طوائف اور نرقری زیورات اور سامان کو فروخت کر دیا۔ شیخ صاحب نے باپ کی توجہ پر یہی ملا کہ ہم نے تو صرف آپ کے نام کے نمود کے قائم رکھنے کیلئے قرض رو دیا تھا۔ ہماری بابت اتنی کہاں تھی کہ ہم آپ کے مقابلہ پر خرچ کر سکتے؟ اس واقع سے شیخ صاحب کو حقدردانہ صدمہ ہوا۔ وہ ناگفتہ بہ ہے ان کی بہت ٹوٹ گئی۔ ان کا استقلال پست ہو گیا۔ ادھر ان کی کلفتوں کا یہ حال گھر چھوٹا ہوا کہ ان کا جواب ایک عیسائی اور زمین تہاں کا خطاب ہوا۔ شادی کا سوال واقعات کی رو سے ناقابل تسکین تھا۔ ماں باپ کو اس ضرورت کا پورا احساس تھا۔ مگر کرتے تو کیا کرتے۔ بیٹی کی شادی پر جو وہ پیر قرض لیا تھا۔ وہ ادا نہ ہو سکا۔ بازار میں جو عزت اور وقار حاصل تھا وہ بالکل ہوا گیا۔

(۳)

دیکھتے دیکھتے پانچ سال گزر گئے۔ سودر سودر کی منظر میں ملنے کرنے کے بعد شیخ صاحب کا فرض اتنی ہزار پر چاہنا۔ لالہ جی نے جواب تک گہرے مسکین بنے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب کی جائیداد کا جائزہ لیا۔ اددیدہ دیکھ کر کہ میاں جی میں اب نذرہ دم نہیں رہا۔ یہ انھیں دکھائی شروع کریں۔ قرض کار از پشت از بزم چو گیا۔ ادواب کئی شیخ صاحب کے پاس بیٹھے کابھی روادار نہ رہا۔ ادبہ باران طرقت نے شیخ صاحب کے نو عمر زادنا بختہ کار صاحبزادہ کی بخش پر اپنا مادہ ڈالا۔ اور بری محبت کے تمام و کمال تاثرات اس فونہا میں نمایاں ہونے لگے۔ فونہا میں تک اپنی کر قصبہ کے ہر شخص کو عزت و اکبر و مال و دستار کی حفاظت کیلئے نئی بخش سے کنارہ کش ہو نا پڑا۔ شیخ صاحب ان انظار دل کو دیکھتے، ان گمراہیوں کا احساس کرتے، مگر مجبور تھے بہت چاہتے تھے کہ کسی عزت دار اور شریف خاندان میں لڑکے کا رشتہ نہ کریں، مگر کچھ تو دولت کے گم شدہ نظارہ میں نے کچھ ٹوڑ ڈروٹو کی بنیادی نے اُدھ کچھ صاحبزادے کے چال چلن نے ان کی امید پوری نہ ہونے دی۔ ادواب کی آغوش میں رات دن کی کاہش دل سے دست دگر ہیں بھوک رہنا ایک عہدیت نامہ فنی جس سے مفرد و گرگزینا نقل مل تھا۔ بہرہ قدم پر ماسم پرستی اور سود کی لعنت شیخ صاحب کے دوش بوش منہ جود جہد فنی۔ جب وہ ایک انچ ابھرنے کی کوشش کرتے آٹھ انچ ادر دب جاتے۔

(۴)

آخر شیخ صاحب نے ہمت اور استہلال سے کام لیکر اپنی تمام زمین جیلاد اوکل اثاثہ کو اس سود کی مصیبت سے بچنے کیلئے قربان کر دیا۔ بیڑ لکھ رو پے کی جائیداد وراثتہ ستر ہزار روپے میں فروخت ہوا۔ اور شیخ صاحب قصبہ چھوڑ کر دہلی چلے آئے۔ بڑی بڑی بریلیوں کا مالک چھ روپے ماہوار کے مکان میں گھر کر رہے ہوئے رہے۔ سینکڑوں افراد کا حکمران ایک معمولی حیثیت کا انسان رہ گیا۔ دو چار سود روپے کے اثاثہ سے ایک کلڑی کی دوکان شروع کر دی جس پر شیخ صاحب کے ذاتی اخراجات کے علاوہ بقیہ دس ہزار روپے کا سود مبلغ ایک سود روپے ماہوار کا بانا قابل برداشت تھا۔ نئی پیش کی بری قانون میں یہاں بھی رنگ لائیں۔ اور دوکان میں سے دو تین آنے روزے بڑھ کر دو تین روپے روز بتدریج غائب ہونے لگے۔ آخر شیخ صاحب نے زمانے کے مسماکت تنگ آکر اپنی بیوی کو مجبور کیا کہ دو شریف اور عصمت مآب خاتون اس چھوڑ چکا ہوا رکھے مکان کو خیر باد کہہ کر اس احاطہ کے ایک کونے میں جس میں کلڑیاں فروخت ہوتی تھیں ایک بوسیدہ چھپرے کے اوپر دو ٹاٹ کے پٹے پڑا سہرے ڈال کر گداز کرے۔ اور شیخ صاحب کی غیر حاضری میں جو کلڑیاں فروخت ہوں ان کے پیسے اپنی نگہانی میں رکھے۔ مگر ان تمام احسن طریقہ کے باوجود اہل رقم تو ایک طرف لالہ جی کو ماہوار سود بھی پوری طرح ادا نہ ہونے پانا۔ لالہ جی اچھی طرح جانتے تھے کہ اب تو کچھ وصول ہو سکتی ہیں۔ پتن عسکری چاہیئے۔ اس لئے انھیں نے اپنے ایک دوست یاغز کو جو دہلی میں موجود تھے۔ بلاست کر دی کہ تین ماہ روپے روزانہ جود وصول جود وصول کرے اس سخت گیری کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض اوقات شیخ صاحب اور ان کی بیوی کو فتنے سے سونا پڑتا۔

(۵)

شیخ صاحب کی بہت روزانہ آمد و آمد کی وجہ سے بالکل تباہ و برباد ہو چکی، مگر وہ اپنی بہت سے کام لے کر ان مصائب کا مقابلہ کر رہے تھے۔ سکر ڈولان لڑکے کو کوٹھنا ہو گیا۔ اور دو تین دن بیمار رہ کر اپنے والدین کو دین مغفرت دے گیا۔ جو ان بیٹے کی موت نے ماں کی حالت بد سے بدتر کر دی۔ اور دو تین مہینے کے بعد وہ بھی اس داریا نے رخصت ہو گئی۔ شیخ صاحب ان مصائب اور آلام کا مقابلہ کرتے کھلے ترم ترمنا رہ گئے۔ ۱۱۔

کی مینا بی زناں ہو گئی، سماعت میں خزن آگیا۔ مگر جھک گئی اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے، ملا جی اس حالت میں بھی اپنا قرض نہ بھولے اور انہیں بے تحاشہ پر پھر بر بلوانے کو جاری رکھا۔ سود دس سے بارہ اور بارہ سے پندرہ ہزار کی منزلیں طے کرتا رہا۔ روپیہ وصول نہ ہوتا نہ سہی۔ شیخ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ چند غریب محلہ والوں نے چندہ کر کے ان کے نقف، دفن کے خرچہ اخراج دیئے۔ مگر ملا صاحب کی بہنوں میں ایک تنگ انداز ہے کہ کیا مال الہی بخش پندرہ ہزار روپے لیکر مر گئے، شیخ صاحب مر گئے، مگر سود کی ابدی لعنت سے نجات نہ ملی۔

عبرت

تباہ کن ہر کم کی پیروی کرنے والو۔ مود و رسو کی قیود میں گرفتار نہ ہونے والو۔ ذرا چشم بصیرت سے کام لو شیخ صاحب کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ اور ان تباہ کن دلوں اور رمانوں سے توبہ کرو جن کا لازمی نتیجہ قرض اور تباہی ہے۔ سود کی قبیل سی رقم جسے تم رکھنا کا دانہ کہتے ہو ایک پہاڑ ہے۔ آنکھوں سے پوشیدہ ایک نقطہ ہے بجز آغوش۔

اگر شیخ صاحب فضول ہر کم کی پابندی میں غائش کے حصول سے اجتناب کرتے تو قرضدار نہ ہوتے۔ اصل سے زیادہ سود ادا کر کے تباہ و برباد نہ ہوتے۔ نوجوان لڑکے کی بربادی اور قبل از وقت موت کے نظارے نہ دیکھتے۔ غم نصیب جیوی تباہ نگاہ افلاس پر تشار نہ کی جاتی۔ دو گھڑی کی واہ۔ واہ۔ "آہ۔ آہ" نہ کرتے۔

لالہ جی نے تیس ہزار روپے میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی جائیداد غصب کی۔ آخر وقت تک شیخ صاحب کا خلیں چرسا۔ اس برسی حالت کو پہنچایا اور آخر وقت میں بھی انہیں آرام سے نہ مرنے دیا۔ مرنے کے بعد بھی پندرہ ہزار روپے کی رقم ان کے ذمے نکال کر قیامت کا دیندار رکھا۔

ضرورت ہے کہ ناعاقبت اندیش مسلمان ان روزانہ مشاہدات سے سبق لیں۔ شیخ صاحب کا واقعہ تو محض "مشتے از خردارے" سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اس سے بڑے واقعات ہر تعصب، ہر دیہات، ہر شہر، یہاں تک کہ مسلمانوں کے ہر انداز میں آپ کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ان کو دیکھیے۔ ان سے سبق لیجئے۔ اور اپنی ملت اور مذہب کو کمزور کر کے دوسروں کو طاقتور بنانا اپنی تباہی اور بربادی کے سلعان نہ پیدا کیجئے، (اکبر حیدری)

برادران قریش سو ایک سوال

اور وہ صرف یہ کہ جب "القریش" آپ کی تمام قومی ضرورتوں کا مٹا من ہے۔ تو چار آنہ ماہوار یا تین روپے سالانہ کیلئے آپ کیوں اس کی ضروریات سے بے پرواہ ہیں۔ کشمیری، اڑیس اور راجپوت وغیرہم اقوام جب اپنے قومی جرائم کی مدد کر سکتے ہیں۔ تو آپ ہیں کونسی کمی ہے جو اپنے قومی جریہ کی اعانت میں مانع ہے۔ یہ بے بسی و بے پرواہی آخر کیا رنگ لائیگی؟ دل ہے تو اس کا جواب دیں۔

خادمہ: ڈاکٹر قریشی، ضلع، راجستھان، می۔ ایچ۔ ڈی ازکراچی

قریشی صاحب خود دلم القریش میں۔ اس پر گذشتہ ششماہی سے اس قسم کے پیغم صدقات کا سامنا ہو رہا ہے۔ خدا افضل کرے بغیر مروجہ زمین اور جو تنہا راز کا فساد انہوں نے دفنانے کی دعا ہے کہ خدا کے برتر و اکبر والدین کو صبر دے۔ اور خود تبدیل کا خاکہ کرے۔

جن اصحاب کا زرخندہ ماہ جنوری میں وصل ہو جانا چاہیے تھا۔ اور جنہوں نے بذریعہ منی آرڈر بھجوانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ تو بے فحاش اور جن اصحاب کا مالی خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ بھی متوجہ ہوں۔ بوجہ ان کی کسی وجہ سے آئندہ کیلئے خریداری کا سلسلہ جاری نہ رکھنا چاہیے۔ دو دفتر کو مطلع کر دیں۔ تاکہ وہی بی بی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو۔

ریاست کپورتھلہ کی ترقی برادری یہ سکر خوش ہوگی کہ ریاست میں ایکٹ استعمال اراضی کے نفاذ کے موافقہ پر رسید "اور قریشی" بھی زراعت پیشہ تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ "ندوة القریش"، "در القریش" کی طرف سے دربار کپورتھلہ اور دربار مل و عقد کوتاہاں دیکھی۔ اور مسالمت کنندہ عرض کیا گیا تھا۔ کہ قریش "پنجاب" کے تمام اصناف میں زراعت پیشہ قوم ہے۔ حکومت انگریزی نے اسے برجگہ زراعتی حقوق عطا کر رکھے ہیں۔ دربار کپورتھلہ کو بھی اس قوم کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ ندوة القریش "اور" "القریش" کی آواز سنی گئی۔ ان کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ اور حدود ریاست میں زراعتی حقوق حاصل ہو گئے۔ فلفلہ محمد

قریشی اکرام الحق صاحب بی۔ اسے تحریر فرمانے میں سکہ "القریش" کی گذشتہ اشاعت میں "افواج ہند میں سادات و قریش کی حق تلفیاں" کے زیر عنوان مضمون پڑھ کر بے حد رنج و پریشانی ہوئی۔ اس دور میں جبکہ معاش کی حالت ازبس نازک ہے۔ اور مطالبہ حقوق کے شعور میں کافل بڑی آواز سنانی نہیں دیتی۔ سادات و قریش کی فوجی بھرتی بند کر کے اگر ایک طرف وجہ معاش روک دی گئی ہے۔ تو دوسری طرف ان کے اس خاندانی۔ آبائی حق پر دست لگانا دل دانا کرنا گیا ہے۔ جو اسے برا اثر حاصل تھا۔ قوم کو صاحب مضمون "در القریش" دونوں کوششیں یاد کرنا چاہیے۔ کہ انہوں نے بروقت قوم کو مطلع کر دیا ہے۔ اب قوم کا فرض ادا لین یہ ہے۔ کہ وہ اس حق کیلئے مقرر ہو۔ اور اس وقت تک نہ منے جسے جب تک کہ اسے حاصل نہ کر لے۔ مگر اس موافقہ پر بھی قوم نے بے پردہی کی۔ اور ایسی غفلت پہل سے کام لیا۔ جس کا کہ وہ نوکر ہو چکی ہے۔ تو اسے ضرب المثل وقت (گنڈھیل) در سوائی کے لئے تیار نہ بنا چاہیے۔

قریشی صاحب کا مکتوب طویل ہے۔ اور اس کا ایک ایک لفظ خون دل سے لکھا ہوا ہے۔ بے وقت موصول ہوا۔ در نہ من و من سٹائے کر دیا جاتا۔ کیا افراد قوم اپنے حالات کا مطالعہ کر کے اس کی اصلاح پر کچھ توجہ دیں گے؟

Regd L. No. 1474.

Printed at the Wazir-Hind Press,
Haji Nagar, Amritsar.
Place of Publication,
Shree Giani, Amritsar.





مَدَنی سائنس و ادبیات
آئینہ
الحق
جہان

Editor :—

Mohammad Ali Raunaq.

Annual Subscription Rs. 3/- Single Copy Annas 4.

ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اپریل ۱۹۳۳ء

القریش

جلد ۱۹ ————— نمبر ۲

قومی تنظیم

ذّرے ذّرے میں نہاں ہے زندگی کی دُتال
میں اسی بنیاد پر قائم زمین و آسمان
ہے اسی مٹی سے تعمیرِ حیاتِ جاوداں
اُٹھ ذرا اپنی خبر لے اے یہ جانے زماں
گلستانِ انوثت میں بنالے آشیاں
قطرہ قطرہ مل کے بن جاتا ہے بحرِ بیکراں
اتحادِ دُظلم ہیں اسلام کی رُوحِ رواں
اور تو اب تک گرفتارِ ظلمِ ابنِ دُعاں
ایک ہو جا چھوڑ بحثِ زندِ فُسل و فغاناں

کھول کر چشمِ بصیرت دیکھ نیرنگِ جہاں
کارِ فرما ہے جہاں آب و گل میں اتحاد
قوم کے ہر فرد کو تنظیم کا پیغام ہے
فرقہ بندی کا مرض پھیلا ہے تیری قوم میں
ہے جوازِ اُدی کی خواہش طائرِ فطرتِ لُوا !
دانوں سے ضمن کی، ذروں سے ہے صحرائی نمود
آہ ! تو نے ان کو وقفِ طاقِ نسیال کر دیا
غیر تو عامل ہوئے اسلام کے احکام پر
فسرِ آرائی پیامِ مرگ ہے تیرے لئے

ظلمتِ آبادِ جہاں تجھ سے ضعیف اندوز ہو
آفتابِ ملتِ بیضنا! افقِ افروز ہو

(نشرِ جالندھری)

عربی الاصل شرفائے ہند کی گزارش

ایک غلط فہمی کا ازالہ

شرف کا معیار عدائے برز و اکبر نے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰى قرار دیا ہے۔ اور اس لحاظ سے ہر وہ شخص جو منقہ پر پیر کا ہے شریف ہے۔ لیکن شرافت نسبی کی حیثیت سے حسنی و حسینی، ہاشمی، صدیقی، فاروقی، علوی اور عباسی وغیرہم خاندان قریش کی تمام شاخیں مترجح احوام علم بھی کہیں۔ النَّاسُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ لَعَلَّیْش فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ (بخاری) اور یہی وجہ تھی کہ امامت اور قضا کے مناصب جلیلہ قریش ہی کے لئے وقف ہوئے۔ اَلَا یَمَّةٌ مِّنَ الْقُرَیْشِ (صحیح مسلم)

حسنی و حسینی سید ادا ہاشمی، صدیقی، فاروقی، علوی اور عباسی وغیرہم قریش کہلائے جن کی نفیست و شرافت اور برتری کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ انہیں آقائے دو جہان فخر عالمیان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب الہیہ سے نسبت کا فخر حاصل تھا اور یہ۔ اس عظمت کا صحیح انعام کچھ وہی دیکھ سکتے ہیں۔ جو علم حدیث اور تاریخ اسلام سے واقف ہوں۔

جبرستی سے عہد حاضر کے سادات اور قریش غفلت دے پر وہ اپی کا فخر کا ہوئے، انہیں ذوق علم و شوق عمل نہ رہا۔ ان کا شیرازہ منتشر ہو کر گندہ ہو گیا۔ اور ان کی وہ تمام خوبیاں خاک میں مل گئیں۔ جو علم و عمل کی وجہ سے انہیں حاصل تھیں۔ خیر القرون کے قریشی تحفظ نسب کو حفاظت وراثت کے مترادف سمجھتے تھے۔ دور حاضر میں اس سے بھی وہ بیگانہ ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل احوال نے ان کی شرافت نسبی پر یورش کر دی۔ جولا ہے۔ دھتے۔ مراسی اور قصاب سب قریشیت کے مدعی ہوئے۔ اور جمعیتہ القریش کے نام سے اپنے اپنے مرکز قائم کر کے تخلیط نسب کا موجب ہو کر شرافت و تجارت کو ذلیل و رسوا کرنے پر اتر آئے

لاحہ میں اگر امر اسیت قریشیت کے منہ آئی۔ تو میرٹھ میں قصا بیت نے نسب الہیہ کا منہ چڑانا شروع کر دیا۔ اور اگر نو رہاؤ نے انصاریت کا ادعا کیا۔ تو ادھر جلا ہے مید بن گئے۔ اور ہر ایک نے غیر باپ ہی کی جانب رجوع کرنا فخر و مہمات سمجھا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔ لیکن شرفائے عرب بیس و حرکت خاموش پڑے ہیں۔ اگر کہیں اس نقصان عظیم کا احساس ہے۔ بھی تو شوشے طالع سے دہاں اس کا چارہ کار یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ "قریشی ہی نہ کہلایا جائے" کہو کہ یہ سچ اب تو دین و دہک آمیز ہے۔ ۱۹ مارچ کی صبح کو سن اتفاق سے ہمارے دفتر میں مولانا خالد حمیدی صاحب بدایونی تشریف لائے۔ اور دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ یو۔ بی اور ارجو تانہ وغیرہ علاقوں کے قریشی بزرگان قریشیت سے سجدہ سزا رہیں۔ اور قریشی کہلانا عار سمجھتے ہیں۔ القریش لیش، کہیں دیکھتے کہ اتفاق ہوتا ہے۔ تو اس خیال سے کہ یہ میرٹھی قصاب بزرگان کی جمعیت کا اگر گن ہے۔ نفرت کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اور امر قسری مرکز کو بھی جمعیتہ القصاب کی ایک شاخ سمجھا جاتا ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے یہ بھی کہا کہ مجھے ایک ذوق بہار رشید الدین صاحب (مرید علی جمعیۃ کے صدر) کے مال القریش دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور میرے استفسار پر انہوں نے کہا کہ یہ اسی جمعیۃ کا پرچہ ہے۔ اور ”ذوق القریش“ ہی قصا لیل کی انجمن ہے۔ لیکن اب وہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں بلکہ تقدیر غلط بیانی دروغ لکھی اور دیدہ دلیری ہے۔ اور کذب صریح کذب اور کس صفائی کے ساتھ دغا و فریب کیا جا رہا ہے۔

ہوئے قوم دوست جس کے اس کاوشن آسمان کیوں ہو

رسول اکرم روحی فداہ کی نسب اظہر ہے دھوکہ فرزند ان قریش سے خریب اور اس پر فخر و مہمانت، انا للہ وانا الیہ راجعون ہم غیور شاخ قریش اور شرف نسب عرب پر حقیقت واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ ان نسب اظہر کے شمعوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اور ان کے خریب میں اپنی نسب و نسل کو تباہ و برباد نہ کریں۔ آپ کی بیزرت و حیثیت کا تقاضا یہ ہے کہ تحفظ نسب و ناموس کے لئے دائمی درمی۔ قدیمی سختی جو بھی خرابی ہو سکے کی جائے۔ ذوق القریش ان اہل فریبوں کو جو قصا بیت و دمراسیت کی طرف سے کی جا رہی ہیں۔ خوب سمجھتا ہے۔ وہ انہیں ان ادعاے باطلہ سے باز رکھنے کے لئے بروقت تیار رہا۔ اور دیکھو وہ اخبار کو متنازع خاندان پر یوں مانتہ صاف کرنے دیکھنا کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔

عربی نژاد اور صحیح النسب شیوخ (سادات قریش) کا قومی مرکز ”ذوق القریش“ اور تسمیں قائم ہے۔ اور ان میں برس سے اخبار ”القریش“ شامل ہوتا ہے۔ جسے بفضل خدا سلطان العلوم حضور نظام خدا اللہ علیہ السلام کے شانہ مطہرات کا فخر حاصل ہے اور مدارس و محروسہ مدرکات عالی کے نام جاری ہے۔

آپ اپنے مرکز کی کنیت قبول کریں۔ اور اپنے اخبار کی اعانت فرما کر اپنی آواز کو بلند اور اپنے عزم کو مستحکم و مستوار بنانے کی سعی کریں۔ اور بجز دیکھیں کہ عدائے تبارک تعالیٰ کس طرح آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ان رسوا کنندگان کا تار و پود کچھ بکھرنا ہے قومی اصلاح و فلاح اور عروج و ارتقاء افراد قوم کی مستفاد سعی و جہد اور متحدہ مساعی پر موقوف ہے۔ کوئی قوم کوئی فرد اور کوئی گروہ اپنا وقار قائم رکھنے اور صلاح ترقی طے کرنے میں ہر وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے افراد میں حیثیت القوم اس کے لئے تیار نہ ہوں۔ اقوام عالم کی ترقی کے اسباب و علل پر غور کیا جائے گا۔ تو معلوم ہو گا کہ جو قومیں منصفہ اقبال پر جلوہ گر ہوئیں۔ وہ سب اسی اصل کی زمین منت ہیں۔ اور جو اس دستور اساسی سے بے پروا ہوں وہ اوج عروج سے غلط شدہ گمنامی میں گریں۔ اور بے نام و نشان ہو کر مغموم عالم سے مٹ گئیں۔

کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ خدا طبعین شرفا اپنے قومی وقار کو قائم رکھنے اور حفاظت نسب و ناموس کے لئے مستفاد و متحدہ مساعی سے کام لیں گے؟

القریش کی اعانت کرنا قومی آواز کو بلند اور قومی غاصبوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔

انواج ہندو سادات و قریش

اس سال اجلاس اسمبلی میں حکومت کو واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ افواج میں ہندوستانی عہدہ داروں کی اکثریت کا مسئلہ ناقابلِ گریز ہے۔ اور تمام ارکین نے متفق ہو کر واضح اور دین طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ ان کا ایسا ہی ہے۔ حقیقتاً ہندوستانی سپاہی اپنی مخلصانہ جلال و فخر قبول اور دلیرانہ قربانیوں اور کم خرچی کے باعث دنیا میں بہترین قوم تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اگر اس کو مغز عہدوں اور ذمہ داری کے فرائض سے روکنا سہ کرایا جائے۔ تو جب وطن اور خدمات ملت میں یہ وہ شہرہ حاصل کرے گا جس کا صحیح اندازہ شکل ہے موجودہ سماجی جو زمیندارہ طبقہ کو اپنی گرفت میں لے رہی ہے جس کا مرض لاعلاج تصور کیا جاتا ہے۔ یقینی طور پر دور ہو جائے گی۔ کیونکہ فوجی اقوام زیادہ تر اسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

لیکن قابلِ افسوس ہیں ان معقول کے افراد جن کو شومشی قسمت سے افواج ہند میں نہیں لیا جاتا۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ جرأت و مردانگی میں پسندیدہ اقوام کے مشابہ ہیں۔ یا عقل و فراست میں کم ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ زیادہ دلیر اور عقلمند واقع ہوئے ہیں۔ اس سے آپ کا متعجب ہو گا لیکن حقائق سے استعجاب کا کیا لگاؤ۔ اس کی دو وجوہ بتائی جاتی ہیں۔ اولاً یہ کہ سید اور قریشی اقوام عام طور پر سازش نہ سرگرمیوں میں حصہ لیتی ہیں۔ اگر اس میں کوئی صحت ہے۔ تو اس کی تائید میں واقعات بھی روپوش ہیں۔ کتنے مقدّمات سید یا قریشی افراد پر سازش کے سلسلہ میں قائم کئے گئے اور کتنے پائے تکمیل تک پہنچے۔ اگر اس کا جواب نہ بن پڑے تو ایسے دو عجیبے معنی دے دیں۔ یہ کیا فائدہ۔ ثانیاً یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان افسران فوج کے لئے احترام مذہبی قریشی سپاہیوں سے کام لینے میں مل جاتا ہے۔ اور نظام فوج کو قیام شکل ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں جس شخص سے بے لوث محبت اور سچی عقیدت ہو اس سے ہر ایک کام زیادہ اچھی طرح سے لیا جاسکتا ہے۔ اگر فوجی حالات میں یہ اصول کارگر نہیں۔ تو بہرہ منوں کی طرح سادات و قریش کے بھی عمدہ سیکشن مقرر کئے جاسکتے ہیں۔

سادات و قریش کی رگوں میں بھی خون گردش کر رہا ہے جس نے خوابِ عالم کی تعبیر دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔ سب سے پہلے ایشیا، افریقہ اور چین کی فاتحانہ جہول کو کمر کرنے میں کامیاب ثابت ہوئے۔ سادات و قریش نے انصاف عالم میں بہت و شجاعت کے معیار کو بلند کر کے دکھایا۔ اور وہ روایات قائم کیں جن کا جواب آج تک نہ بن پڑا۔ ۱۹۲۲ء میں ۱۱۷۹ افراد ملت صرف پنجاب ہی میں فوجی خدمات پر مامور تھے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ان اقوام کے افراد معمولی سپاہی بھرتی ہو کر اچھے عہدوں پر جلدی ترقی کر کے پہنچ جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقی طور پر اپنے افسران بالا محبت کو اپنی خدمات سے خوش رکھتے ہیں۔

ذی اثر حضرات سے پہلے ان فوجیوں میں سادات و قریش کے ان افراد سے مخاطب ہوتا ہوں جو سیاست میں اور اسمبلی میں نمایاں اثر رکھتے ہیں مثلاً لیڈر سید نواب فیروز صاحب سیدین امام و دیگر حضرات ان کا تداخل قوم کے لئے سم قائل ثابت ہو رہا ہے۔ اور ان کی قوم کے نوجوان اگر یہ کہیں کہ قوم کی حقیقی نمائندگی اور اس بہترین اور مسلم ترین فوجی طبقہ کے خلاف غلط بیانیوں کا ازالہ نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے مقصد حیات میں ناکام ثابت ہو جائیں۔ اور ان کا سکت قوم کے مستقبل کو تیرہ و تار ایک بنال ہے۔ تو بھانہ ہو گا

اس لئے فوجی خدمت سے کہ ایک ناکار اثر اور فائدہ فوج اور سادات و قریش کے درمیان ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد

(از قلم فاضل اصغر حسین خلیفہ صاحب لفظیر لدھیانہ)

اے خلیلِ کریم! اے بانیِ بیتِ الحرام
تیرے پر تو سے ایسا زندگی ہے لالہ گول
کس قدر ہے دیدہ ایمانِ نثارِ حسنِ گل!
لا احبُّ الا فلین سے دلِ ترا آباد ہے
وہر میں ہے عیدِ قرباں سے تری عظمتِ ہنوز
عرش پر اک حرف سے بابِ اجابت باز تھا
خاکِ لبّی سے بھی باغِ دلِ کشا پیدا ہوا
کر دیا تیراں تری اولاد نے لطفِ حیات

ایک دُنیا کے کہن پنہاں ہے تیری نام میں
دیکھتا ہوں جلوہٴ ماضی کو ان ایام میں

کھا گئی بابل کے یوانِ حکومت کو ز میں
دولتِ یونان و ایراں بے نشان سی ہو گئی
روم کی آفاق گیری دستار سی ہو گئی
پیس ڈالا دورِ گردوں نے جہاں آباد کو
خونِ صدامِ صدار سے لبریز ہے جامِ جہاں
کوئی گر سمجھے تو اہیں زندگی کا بھید ہے
نامِ ابراہیم یسکن زندہ جاوید ہے

گردشِ ایام سے ساز ازل آزاد ہے

ہر زمان اس نغمہٴ خاموش سے آباد ہے

دعوتِ اسلام اور خسرو کا انجام

صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سالین اور دو سو ساٹھ عرب کے نام دعوتِ اسلام کے فیضانِ طر امثال فوٹے ان میں سے بعض نے تو یہ دعوتِ بغیر تب خاطر قبول کر لی اور بعض کو تردد ہوا لیکن خسرو پر بڑے کچلاہ ایمان بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ اسکی سلطنت میں دربار کو عبید اللہ غطفان و جہا لی مصل تھا۔ چونکہ نام مبارک عجم کے طریق کے موافق نہ تھا۔ اس لیے اسے خواہاں نام اور پھر عجمی کشور کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک درج تھا اس نے خسرو اسے دیکھ کر بڑا تعجب کیا۔ اور اپنی توہین بھوکے گستاخانہ الفاظ سے نکالے۔ اور عجیب و غرور سے نام مبارک کو چاک کر ڈالا لیکن چند روز کے بعد خود سلطنت عجم کے پرزے اڑ گئے۔ یہ داستان نظامی سے تیز تر خسرو کی اسلامی جوش سے تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔ چنانچہ اس کے چند اشعار یہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ دہویہ ۱۱۔

دران دوران گیتی رام اد بود	زمشرق تا مغرب نام او بود
رسول ما پر حجت آئے تا خسرو	نبوت در جہاں مے کرد اظہار
گئے با سنگ خارا راز مے گفت	گئے رنجش حکایت باز مے گفت
خلاتی راز دعوت جہاں درد داد	بہر کشور صدائے عام درد داد
بفرمود از عطا عطسے سرشتند	نام ہر یکے سطرے نوشند
چو از نام سخا بشی باز پرداخت	ز بہر نام خسرو نامہ ساخت
چو قاصد عرض کرد آں نامہ تو	بجو شید از غضب اندام خسرو
ز تیزی گشت ہر موش سنائی	ز گرمی ہر رگش آتش فشائی
سودے دید روشن ہیبت انگیز	نوشتنہ از محمد سوسے پر ویز
چو عنوان گاہے عالم تاب را دید	تو گفتی سگ گزیدہ آب را دید
غزور بادشاہی بردوش از راہ	کرگستانی کہ یار د، با چمن شاہ
کسا زہرہ کہ با این احستہ امم	نویسنہ نام خود بالائے نامم
رخ از گرمی چو آتش گاہ خود کرد	بجو اندیشہ بد کرد، و بد کرد
درید آں نامہ گردن شکن را	نہ نامہ بلکہ نام خویشتن را
فرستادہ چو دید آں خشم ناک	بر رجت پائے خود را کرد عاک
از آں آتش کہ آں دود ہی داشت	چہ راغ آگہاں را آگہی داشت
ز گرمی آں چہ راغ گردن افروز	دعا را داد چوں پروانہ پرواز
عجم را ز آل دعا کرے در افتاد	کلاہ از تارک کسری در افتاد

خليفة الناصر کی خفیہ پولیس

آج کی تمدن دنیا کو اپنے ذرائع خبر رسانی پر بڑا ناز ہے۔ اور اکثر ممالک میں اس محکمہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ سیاست چکرانی کی دنیا اپنے قیام و استحکام کے لئے سب سے زیادہ اسی کی محتاج ہے، لیکن تاریخ بتلائی ہے کہ اس سے پہلے اور بھی دنیا کی سلطنتوں نے اس محکمہ کو بڑی ترقی دی تھی، خصوصاً مغلاں نے عباسیہ کے زمانہ میں تو یہ معراج ترقی پر بٹھا چنانچہ اس زمانہ کے حیرت انگیز واقعات پیش کئے جاتے ہیں، جب نہ تو ریل فنی نہ نہوائی جہاز نہ ٹیلیگراف تھے۔ اور نہ ٹیلیفون، لیکن مہل واقعات سے بادشاہوں کو کفخر و باخبر رکھا جاتا تھا۔ ان واقعات کو سن کر آج ہر شخص کو دلچسپی آئے گا۔ جسکے آج کل کے جدید آلات خبر رسانی بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے ناتواں ہیں۔ علامہ سیوطی نے وہی کا قول بیان کیا ہے۔ کہ مغلاں نے عباسیہ بغداد میں الناصر الدین الشہ احمد نہایت زبردست اور باخبر خلیفہ گذرا ہے اس کی مدت خلافت ۴۷ سال ہے۔ شخص مدت العمر عزت و جلال کے ساتھ رہا۔ تمام دشمنوں کا اس نے قلع قمع کر دیا۔ تمام بادشاہوں نے اس کی اطاعت کا اظہار کیا کسی شخص نے اس سے سرکشی نہیں کی۔ نہ کسی نے اس پر خرد کر کیا۔ اور اگر کسی نے کیا تو فوراً اس کی سرکوبی ہو گئی۔ اپنے والد المستجد باللہ ابوالمظفر کی طرح مصالحہ ملک میں شد و لا شتم تھا۔ اس کا اقبال نہایت زبردست تھا۔ رعایا کے تمام امور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب سے خبردار رہتا تھا۔ اس کے اخبار نویس یا چرچہ نگار ہر جگہ موجود تھے جو روزانہ تمام خفیہ اور ظاہر باتوں کو بوضاحت لکھ کر بھیجتے تھے۔

جب بادشاہ ما زندگیاں کا اچھی بعد اویں آیا۔ تو بارگاہ خلافت کا خفیہ نویس اس کے تمام افعال و اعمال کی اطلاع کیلئے ساتھ تھا۔ یہ دیکھ کر اچھی نے اپنے کاروبار کے متعلق اخفا و پوشیدگی میں خاص اہتمام کیا۔ لیکن وہ جتنی زیادہ اخفا کی کوشش کرتا تھا، جتنی ہی الناصر کو زیادہ صحیح اطلاع مل جا یا کرتی تھی۔ ایک رات کو اچھی نے جو دروازہ سے ایک عورت کو بلوایا۔ رات بھر اس کو اپنے پاس رکھا۔ اور صبح دربار خلافت میں مفصل حالات معلوم ہو گئے۔ یہاں تک بھی بتلادیا گیا۔ کہ ان دونوں نے جو حیا اور حیا غدا اس پر باطنی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر اچھی بہت متحیر ہوا۔ اور بغداد سے چلا گیا۔

خوارزم کا اچھی ایک خفیہ خط جو سر مہر تھا۔ لایا۔ اور دربار میں حاضر ہوا۔ تو ان صرے فوراً گھبرا کر خط کی ضرورت نہیں ہے خط کا جو مضمون ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ تم واپس چلے جاؤ۔ اور خط کا جواب دیں پہنچ جائیگا۔ چنانچہ اس کا جواب خوارزم شاہ کو بھیج دیا گیا۔

ایک شخص الناصر کیلئے ہندوستان سے ایک طوطا لیکر چلا۔ جو قتل ہوا اللہ احد پڑھتا تھا۔ جب بغداد پہنچا۔ تو رات کو طوطا مر ہوا یا۔ صبح ہوئی یہ شخص نہایت پریشان و غمگین تھا۔ اور اپنی اس بی بی پر مہول تھا۔ کہ طوطا کا ایک دم پہنچا۔

اور اس سے وہ طوطا طلب کیا۔ وہ شخص رونے لگا۔ اور اس نے بیان کیا کہ وہ طوطا نورات کو مر گیا۔ خادم نے کہا ٹھیک ہے مجھے معلوم تھا کہ وہ مر چکا ہے۔ اب مجھے وہ مر ہوا طوطا دیدہ۔ اور یہ بتلاؤ کہ تم کو خلیفہ سے کتنے انعام کی توقع تھی۔ اس نے کہا کہ پانچ سو نیا کی امید کر کے چلا تھا۔ خادم نے پانچ سو دینار کھول کر رکھ دیے۔ اور کہا کہ یہ۔ یہ خلیفہ نے تجھے عنایت کئے ہیں جس ذلت تو اس قصہ سے ہندوستان سے روانہ ہوا تھا۔ خلیفہ کو اسی وقت سے تیری خبر تھی۔

ایک مرتبہ ایک سوداگر جس کے پاس دیبا کی چادریں تھیں۔ اور جن پر طلائی کام تھا۔ بغداد میں آیا۔ چونگی داول نے اس سے محصول طلب کیا۔ مگر اس نے انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر محصول عائد ہوتا ہے۔ چونگی داول نے اس کے سامان کے اعداد اور ان کی رنگیں اور قیمتیں بھی بیان کر دیں۔ مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ آخر کار خلافت کی ہدایات کے مطابق اس سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنے خلائ ترکہ غلام کو دیبا میں خزان تصور کی وجہ سے قتل نہیں کیا؟ اور اس کو فلاں جگہ دفن نہیں کیا؟ سوداگر کے یہ سن کر ہوش اڑ گئے۔ کیونکہ اس نے اس راز کو نہایت پوشیدہ رکھا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہے سوداگر حیران ہو گیا۔ اور اس نے بلا تامل محصول ادا کر دیا۔

جب مفتی صدر جہاں بغداد آئے۔ تو ان کے ہمراہ بہت سے فقہا بھی تھے۔ ان میں سے ایک فقیہ کے پاس نہایت نفیس گھوڑا تھا۔ جب وہ عمر قد سے چلنے لگے۔ تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس گھوڑے کو یہیں چھوڑ جاؤ۔ ایسا نہ ہو بغداد میں کوئی اس کو خوبصورت دیکھ کر چھین لے۔ فقیہ نے جواب دیا کہ اور تو اور خلیفہ بھی مجھ سے گھوڑا نہیں چھین سکتے۔

ادھر الناصر نے بغداد میں حکم دیا کہ جس دن وہ فقیہ بغداد پہنچے۔ تو فوراً اس کو پکڑ کر مار دو۔ اور اس سے وہ گھوڑا چھین لو۔ چنانچہ جب فقیہ بغداد پہنچے تو خلیفہ کے حکم کے مطابق ان کا گھوڑا چھین لیا گیا۔ انہوں نے بہت چیخ پکار کی۔ مگر کن شننا تھا۔ صدر جہاں حج سے فارغ ہو کر گھر جانے لگے۔ تو ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو بارگاہ خلافت سے خلعت و انعام عطا ہوا۔ تو ان فقیہ صاحب کو بھی خلعت ملا۔ جس میں ان کا وہی گھوڑا اور اس کے ساتھ طوق طلائی بھی شامل تھا۔ دیکھتے وقت ان سے کہا گیا کہ خلیفہ کو تو آپ کا گھوڑا لینے کی جرأت نہ تھی۔ مگر اس کے ایک ادنیٰ انعام نے اس کو چھین لیا۔ فقیہ یہ سن کر بہت مسر پٹا یا۔ اور غش کھا کر گر پڑا۔

غرض اسی نگرانی اور تکمیل نظام کا نتیجہ تھا کہ الناصر کا جلال و دعب خلفائے عباسیہ میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ الموفق عبداللطیف کی رائے ہے کہ الناصر نے ہیبت خلافت کو جو معتمد کے بعد مرجع تھی۔ از سر نو زندہ کر دیا تھا۔ اور بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ جیسے بھی بادشاہ مصر و شام جس وقت الناصر کا ذکر کیا کرتے تھے۔ تو اپنی خلوت گاہوں میں بھی اس کے ہیبت و جلال کی وجہ سے نہایت دھیمی اور سست آواز سے باتیں کیا کرتے تھے۔

غفور مغیرہ اور دربار مامون الرشید

(از معتمد غفور جناب مولانا راشد الخیر حسینی دہلوی)

زمانہ میں اگر مصروفیت اور زندگی کے جھگڑے اجازت دیں۔ تو مسلمان عورتیں اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ اور دیکھیں کہ صداقت نے کیا کیا جوہر دکھائے۔ اور کلمہ توحید کی پڑھنے والیاں کس دلی اور گردے کی عورتیں تھیں۔ کہ دنیا کی ہر طاقت ان کی صداقت کے سامنے ہیچ تھی۔ دولت جس کے نشے نے آج دماغ مست کر دیئے حکومت جس کے زعم نے اس وقت انسانیت ختم کر دی مرنے والی بیویوں نے صداقت کے مقابلہ میں پاؤں سے ٹھکرا دی۔ اور دنیا کو دکھا دیا کہ سچ کو کچھ نہیں ہوتی۔

زندگی میں سزا کھیل پر رکھنے اور مرنے کے بعد جہنم کی جگہ پانے کے قابل تھیں۔ وہ متبرک ہستیوں جنہوں نے دنیا کی ہر مصیبت کو راحت اور ہدایت کو عشرت سمجھا۔ اور صداقت کو ماٹھ سے نہ دیا۔ وقت نے ان کا ساتھ دیا۔ قدرت نے ان کی تقدس اور انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ سپر کے ایک سی دور میں وہی کائنات جس کا ہر ذرہ دشمن تھا۔ قدموں میں لوٹ رہی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ تلوار کی دھار پر بھیجی گئی انی پر پھانسی کے تختہ پر صداقت کا ہمیشہ بل بالا رہا۔ اس میں وہ مخفی دولت پوشیدہ طاقت ہے جس نے مظلوم کو ظالم پر بھگدوم کو حاکم پر۔ اور کمزور کو طاقتور پر ترجیح دی۔ دنیا اس قوت کا اندازہ نہ کر سکی۔ مگر واقعات دکھا رہے ہیں کہ حکومت اس کے سامنے ہیچ سلطنت اس کے رد و بدو پھر اور طاقت اس کے مقابلہ میں لغو ہے۔

دولت عباسیہ کا وہ تاجدار مامون الرشید جس نے نوشیرواں کے عدل اور حاکم کی سخاوت کو دنیا کے دل سے فراموش کر دیا۔ سلطنت بغداد پر جلوسہ افروز ہے شہزادہ عباس مامون الرشید کا بڑا لڑکا طائفۃ النمل کے قریب میر و مکار بن مصر وہ ہے غروب ہونے والے آفتاب کی شعاعیں آب و جہا کے قدموں میں لوٹ رہی ہیں۔ طائران خوش الحان کے لغزہ میں منہمک جو کناہ ددیا پروا دواع روز روشن کا مرثیہ پڑھ رہے تھے ایک سین عورت پانی کا گھڑا بھر رہی تھی۔ عباس اس کو دیکھ کر آگے بڑھا اور پوچھا تو کون ہے۔ اوکس خاندان سے متعلق کیا ایسے خیر آقا و مقامات پر بھی جہاں بہار اور جنگلوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حسن جہلمے سکنا ہے۔ شہزادہ اپنا فقرہ ختم کر کے جو دیکھتا ہے۔ تو غیر حینہ کے چہرہ پر بل آچکا تھا۔ اس کا چہرہ غصہ سے تھما تھا اس نے شہزادہ کا سوال حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اور آگے بڑھی۔ باپ کی عظیم الشان حکومت کا جن عباس کے سر پر سوار تھا۔ حکم دیا کہ اس مغرور عورت کا حسب نسب دریافت کرو۔ اور میری طرف سے شادی کا چیمہ مودو۔ نوکر چاکر اس عورت کے پیچھے روانہ ہوئے شہزادہ نے اپنا شکار ملتوی کیا۔ اور خیمہ میں جاکر خاموش بیٹھ گیا۔ اوجھی رات تک اسی لہجے میں گزرت رہا کہ جی خیمہ سے باہر آتا

کبھی اندر ایک خادم نے عرض کیا۔ یہ عورت خاندان براہ مکہ کی ایک مغیرہ بنت ازدار ہے۔ وہ دو بچوں کی مال اور حسین اس موسیٰ کی بیوہ ہے۔ اس کے ورثا میں سے کوئی زندہ نہیں۔ صرف دو معصوم بچے ہیں۔ شادی کا پیغام اس کے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔ آپ سے باہر ہو گئی۔ اور یہ الفاظ کہے۔ ہاروں ہماری جان تباہ کر چکا۔ اب ماملوں ہماری عزت کے درپے ہے۔ لیکن عباس یاد رکھے کہ اس کی شہزادگی اس کو ٹی پیوٹی پیوٹی کی دلیہ پر دونوں ہاتھوں سے مسل دو گئی۔

رات کا پردہ دنیا سے اٹھا۔ اور صبح آل براہ مکہ کی بربادی کا نوخیز کرتی ہوئی نمودار ہوئی۔ اور طالعہ النسل کے ایک مختصر سے مکان میں مغیرہ نے غارِ فرج سے فراغت پانی چھوٹے بچے کو کلیجہ سے لگا کر بیاہر کیا۔ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ عباس شہزادہ کا یہ پیغام ایک فائدہ کے ذریعہ سے اس کے کان میں پہنچا۔ شہزادہ عباس کا غصہ تیری جان اور مال خاک میں ملا دیکھا۔ یہ مکان ضبط کیا جاتا ہے۔ اور کچھ کو دو گھنٹہ کی اجازت ہے۔ یہ مکان خالی کر دے۔

مغیرہ یہ پیغام سن کر دروازہ پر آئی۔ اور فائدہ سے کہا۔ کہ عباس اسوقت کو بھول جائے جب میرے دادا جھڑکا سر اس کے دادا ہاروں کے سامنے رکھا گیا۔ اور بے گناہ قتل نے آل براہ مکہ کو دو دو دالوں سے تختہ ج کر دیا۔ لیکن براہی بی بیال جس غم سے مظالم عباسیہ کو برداشت کرتی ہیں۔ تار بچ اس کو فراموش نہیں کر سکتی۔ اتفاقاً کہ مغیرہ ایک سفید رواسر پر اوڑھ کر اور دونوں بچوں کو ساتھ لے کر باہر نکل آئی۔

دوسری صدمی قریب ختم ہے۔ ماملوں الرشید کا دربار گرم ہے۔ مغیرہ کے چہرہ پر جو چوہوں رات کے چاند کو شوتا تھا۔ معنی کے آثار اچھی طرح پیدا ہو گئے۔

ماملوں کے پہلو میں عباس تخت نشین تھا۔ امراء و وزراء خاموش بیٹھے تھے۔ کہ مظلوم مغیرہ دربار شاہی میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ایک بیوہ کا مکان صرف اس لئے کہ وہ اپنی عصمت کی محافظہ تھی۔ سلطنت عباسیہ کو مبارک ہو۔ لیکن ماملوں الرشید کو ایک دن اس بادشاہ کو بھی منہ دکھانا ہے جس کی سلطنت کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔ یہ ہشام بن عبدالمطلب کی ستائی تیرے پاس فریاد لانی ہیں۔ انصاف کر۔ اور داد دے۔ دربار عورت کا منہ نہ لگا۔ مگر کسی کی اتنی ہیبت نہ تھی۔ کہ بلا شاہ کی موجودگی میں اس سے بات کر سکے۔ ماملوں الرشید نے عورت سے کہا۔ اس ظالم کا نام بتا کہ وہ کیوں ہے۔ عورت ہنسی اور ہنک کر کہا۔ شہزادہ عباس جو تخت شاہی پر بیٹھا ہے۔ آج مسلمان دنیا بھر کے محبوب کا خزن ہوجاؤں۔ مگر یہ مردہ تو کبھی زندہ بھی نہیں تھا۔ ماملوں کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اس نے چوبدار کو حکم دیا۔ کہ عباس کو اس عورت کے برابر کھڑا کر دے۔ تاکہ مدعی اور مدعا علیہ میں کوئی امتیاز نہ رہے۔ شہزادہ عباس خاموش تھا۔ اور ہر سوال کے جواب میں رک رک کر ایک آدھ بات کہہ دیتا تھا۔

مغیرہ دھڑلے سے اپنی داستان بیان کر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے عصمت کا خون ٹپک رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے۔ عباس! یہ بھیج کہ تو ماملوں الرشید کا لڑکا اور سلطنت کا مالک ہے۔ لیکن یہ ہاتھ منظر تھے۔ اس کے راز کو اپنی دھن میں آکر قریب پہنچتا۔ تو پیری گردن خاک میں ملا دیتے۔ آل براہ مکہ کی دولت عباسیوں نے پامال کر دی۔ مگر ہماری

عصمت وہ دولت ہے کہ عباسی سلطنت کو اس پر سے قربان کر دیں۔

وزراء وغیرہ کی جرات پر متعجب ہوئے اور کہا کہ یہ بیباکی آداب شاہی کے خلاف ہے۔ ادب سے گفتگو کر۔ مامول نے کہا۔ اس کو مت روکو۔ جتن کھتی ہے کہ جو کچھ اس کے منہ میں آئے کہے۔ یہ صرف اس کی صداقت ہے جس نے اس کی زبان کو تیز اور اس کے جوصلہ کو بلند کر دیا۔ اور عباس کی کمزوری ہے جس نے اس کو گولنگا بنا دیا۔

اس وقت پنج تھیلیاں اثر فیصل سے بھری ہوئی اپنے ہاتھ سے منگیرہ کے قدم میں ڈال دیں۔ اور نہ صرف اس مکان واپس کیا۔ بلکہ قصر عباس جو ایک عظیم الشان محل تھا۔ اس کو عطا فرما کر درخواست کی کہ وہ شہزادہ کا قصور معاف کر دے۔

بقائے قوم

(از قلم حضرت آظہر)

بیگانہ حیات ہے نا آشنائے قوم جس جا پہ سر ہے ہستی افراد کا نگوں ہر ذرہ اس کا بنتا ہے دنیا ئے حریت ہوتی جہاں میں شتم تری خود پرستیاں اس سازِ دل کو آتشِ نغم سے بھونکدے پہلے تو اپنا شیشہ اغرض توڑے دل کو شرارِ خدمتِ ملت سے پھونک ڈال	مستربقے اروح ہے رازِ بقائے قوم اس سرزمین پر رکھے ہیں قدر سے پائے قوم ہوتا ہے راکھ جب دل سوز آشنائے قوم غافل وہی ہے جلوہ گہ ابتداءئے قوم جس میں نہیں ہے گرمی کیفِ نوائے قوم پینا اگر ہے بادِ راحت فزا ئے قوم بنا اگر ہے تجھ کو چراغِ سرائے قوم
--	--

آظہر مرا کلام ہے تسلیم زندگی
اس درجہ ہوں میں قف رازِ بقائے قوم

ارشاداتِ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ

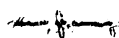
دوستی اور برادرانہ الفت کا زمانہ نہ رہا۔ سچائی کم ہو گئی۔ اور لوگوں سے امیدیں منقطع ہو گئیں۔ مجھے زمانہ لے اس آتش کے حوالے کر دیا ہے۔ جو بہت بڑا بعدِ خدا و خدا شکن ہے۔ اور کچھ بھی مروت نہیں کرتا۔ مجھے بھی خدا بہت جلد بے پروا کر دے گا جس نے اور دل کو مجھ سے بے پروا کر دیا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ زامیری رہتی ہے نہ فقیری، نعمت رہتی ہے نہ راحت۔ اسی طرح مصیبت بھی گذر جاتی ہے۔

جو دوستی اور محبت خدا کیلئے ہے وہ پاک اور پاکیزہ ہے۔ برائیوں سے دل میں میل آ جانا ہے جب میں کسی دوست کی بیوفائی دیکھتا ہوں۔ تو اپنی الو العز می اور دنیا کی وجہ سے چشم پوشی کرتا ہوں۔ ہر زخم کے لئے ایک دوا ہے مگر یہ خلق کی کوئی دوا نہیں۔ اکثر بھائیوں سے میں نے محبت کی۔ مگر ان کی الفت میں تیام نہ پایا۔ منہ پر ہمیشہ دوستی کی باتیں اور پس پشت بغبت و دشمنی کی گھٹیاں۔ جب تک ملاقات ہے دوستی ہے۔ مگر جب کوئی بلانا مل رہی ہو تو وہ بدتر دشمن سے کم نہیں۔ اگر کسی کی نگاہ سے اچھل ہو جاؤں۔ تو اسے کچھ بھی ملال نہ ہوگا۔ بلکہ پیٹھ پیچھے بڑا کہنے کو تیار ہو جائے گا۔ ان کی دوستی کی مثال آج سے جانے والے مسافر کی سی ہے۔ جس طرح یہ نہیں بیٹھتا۔ وہی نہیں۔ دنیا کے آدمی زہر کے پتلے ہیں۔ ان کے پاس سوائے زہر لگانے کے کچھ نہیں۔ میرا علم یہ دوست ہے۔ اور میرے اتفاق میرے پیچھے ساتھی۔ اگر میں ہزار دشمنی چاہوں۔ تو مل جائیں گے۔ مگر دوست ایک ہی مشکل سے ٹپکے۔ اس زمانہ کے سر پر خاک پڑے جس کے قدمیں برائی کے سوائے سچائی نہیں۔ دنیا میں کوئی اپنا رفیق نہیں اور جو میں سچائی سے خالی ہیں۔

میں نے سفر کیا۔ کہ جو کوئی ملے۔ اس سے پوچھوں کہ آیا دنیا میں کوئی سچا دوست بھی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ دو چیزیں نایاب ہیں۔ کہ وہ نہیں ملتیں۔ ایک دوست صادق اور ایک بیغٹہ افق۔

اے بھائیوں! اے یہ زمانہ بھائی نہیں رکھتا۔ اس کے بھائی سب ظالم اور بے مہربان ہیں۔ جن کے دودھن ہیں۔ اور دوزابیں۔ تجھے بظاہر کس شہدہ پیشانی سے ملے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں بغض و جد ہر پڑا ہے۔ جب تو ان کی نظر دلیں اور چھل ہو جاتا ہے۔ تو وہ تیری بغض کرتے ہیں۔ اور سو سو طرح کی تہمتیں دھرتے ہیں۔ اب ایسا زمانہ اور ایسے لوگ رہ گئے ہیں۔ کہ اس کی محبت پر بھی تجھ سے دو آدمی دوستی نہیں رکھتے۔ اسے شخص تنہا رہا کر۔ اور اس زمانہ میں کسی سے الفت اور محبت نہ کرے۔

شعبان۔ جو دھ پور



لبصائر و عبر سفر نامہ سی کی کا ایک ورق

میں عبرت حاصل اہل نظر کے لئے

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ غیاث الدین اور اوزبک پہلوؤں کے سخت حملوں نے جب شیراز کو تباہ و برباد کر دیا تو ہم سکینوں، غریبوں اور ضلالت گزینیوں کی جمعیت بھی پریشان اور درہم برہم ہو گئیں۔ چونکہ شہر میں اینٹ سے اینٹ بچ گئی تھی۔ وہ نوجوان شہزادے جن کی مجلس عیش و عشرت میں سرشار اور گرم رستی تھیں، تلوار کی نذر ہو چکے تھے۔ ان کی عالیشان عمارتیں اکھیر کر پھینک دی گئی تھیں۔ محلوں کے نکلے سونے اور دیران پڑ گئے تھے۔ وہ خوش قیمت اشخاص جو کسی طرح تمنا سے بچ گئے۔ جنگلوں اور بیا باول میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ یہاں تک نفسی نفسی بھی نہ کہ سوتی بھی ہو جاتی تھی۔ کی صدا میں بلند کرنا محمول گئے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ہر ایک تنفس اپنی اپنی جگہ مصیبت میں مبتلا تھا۔ باپ بیٹے کی اور بیٹا باپ کی شہرک نہ لے سکتا تھا۔ عیش و عشرت تو یوں ہی نابود تھی، اور حالت تو یہ تھی کہ کوئی کسی کا در و شرکب بھی نہ رہتا تھا۔ غرض شہر کی بنیاد قابل رحم حالت ہو گئی۔ اس حالت میں مجھے شہر میں رہنا نہایت تکلیف دہ ہوا۔ والدین ملک بھاگ چلے بے گھر اور کوئی مالی وارث یا عزیز زایا نہ تھا۔ کہ جس کی مجھ کی کا زیادہ خیال نہ تھا۔ اس نے شہر اور وطن کی محبت سے دل بھر گیا انہیں ایام میں ایک قافلہ بغداد شریف کی طرف روانہ ہونے کو تھا۔ چونکہ بغرض تعلیم پلے سے بھی میرا ارادہ بغداد شریف کا تھا۔ اب قافلہ کے ساتھ ہی میں نے بھی روانہ ہونا مناسب سمجھا۔ جب میری اس ہجرت کی بابت ادھر ادھر چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ تو عزیزوں و دوستوں اور پیارے احباب نے شہر اور وطن کے سبز باغ دکھلا کر اس ارادہ سے پھیرنا چاہا مگر میں ایسی ناقابل برداشت مصیبتوں میں پھنکر رہنا کب گوارا کر سکتا تھا۔ صاف جواب دیدیا۔

دلم از صحبت شیراز بکلی گردنت * وقت آلت کہ برسی جز از بغدادم

سعدی صاحب وطن اگرچہ حدیث صحیح * نتوں سو بختی کہ من اینجا زادم

جو اسباب کہ گھر میں تھا، عزیزوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔ البتہ ایک پتلی سی تلوار چھوٹی سی کمان ترکش میں پانچ دس تیر چند ضروری ضروری کتابیں اور ایک قرآن شریف جو سنہری حرفوں سے چڑے پر لکھا ہوا تھا۔ اور چند دیر نقدی جو گھر میں موجود تھے۔ کا ساتھ لینا مناسب سمجھا۔ قصہ کہ لیا۔ کہ اب اس غافل برباد شہر کی طرف کبھی رنج نہ کرونگا قافلہ تیار ہو کر روانہ ہوا۔ اور میں بھی چند دوستوں کو روتا چھوڑ کر قافلہ کے ساتھ ہو لیا۔

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ بعد ازیں ایک نے ان میں سے میرورنی ذکران شریف اور دیگر سامان جڑبشت اور شائے توڑا بعد مجھ سے لیکر کا ندھ پر اٹھالیا ماوراس کا ایک اور رفیق اس کے ساتھ ہوا۔ اور کہنے لگے۔ بیشعج آپ نے کہاں جانا ہے۔ ہم آپ کو منزل مقصود تک پہنچا کر واپس ہوں۔ یا وہاں ہی رہیں گے۔ چونکہ ایک تو اس پوچھ سے تکلیف ہے۔ دوسرے سباد اس بیابان میں آپ کو اور بھی کوئی گز نہ پہنچے ہم آپ کا سہارا ہوں گے۔ یہاں تک ہی الکفنا نہ کیا گیا۔ بلکہ دوسرے قزاقوں نے ایک بوٹا تازہ اور نہایت تیز رو گھوڑا لادیا اور کہا۔ کہ بیشعج آپ اس پر سوار ہو کر تشریف لے چلئے۔ ان کے اس نیک سلوک سے اور درویشوں کے ساتھ رہنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور گذشتہ جتنی تکلیفیں اور بھینٹیں تھیں۔ تمام بھول گئیں۔ اُس دن کیلئے جتنے تفکرات تھے۔ سب جاتے رہے۔ اب ہم قیول نے خوشی سے قدم بڑھایا۔ اھر اھر کی نئی نئی مائیں اور دلچسپ کہانیاں بیان کر کے اپنے سفر کو کاٹنے لگے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ ایک جنگل میں ہوا کے تند اور تیز تیر جو نکلوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ہر چند ہم نے کوشش کی۔ کہ کسی بستی میں جا کر پناہ لینی چاہیے۔ مگر ہوا انتہا درجہ بر تیر تھی۔ ہر طرف سے ایک طوفان اٹھا ہوا اُٹھتا رہتا تھا۔ بڑے ذرت اکٹھا اکٹھا جاتے تھے۔ اس لئے ہم اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور چاہا۔ ایک درخت کی کھود میں ٹھہرنا پڑا۔ لہر کا وقت تھا۔ میں نے نماز پڑھی۔ اور ذکران شریف کی تلاوت شروع کر دی۔ میں پڑھ رہا تھا۔ کہ اچانک ایک رفیق دھڑام سے گر پڑا۔ اور نیم سہل سرخ کی طرح پھٹنے لگا۔ جمعت میں نے سموت ختم کی۔ اور دیکھا تو گمان ہوا۔ کہ کسی زہریلی چیز نے کاٹا ہے۔ یہاں اس برفتن وقت میں ہم کیا کر سکتے تھے۔ ایسا ہی چند منٹ میں تڑپ تڑپ کر گر گیا۔ تجھیز و تکفین کا ارادہ کیا مگر دیکھتے کیا ہیں۔ کہ اس کا جسم جگہ جگہ سے پھٹنا شروع ہوا۔ اور شکار فیل سے نیلا نیلا پانی بہنے لگا۔ میرے دل پر خوف طاری ہوا۔ اور بہت پریشان سا ہو گیا۔ اس کے دوسرے رفیق سے کہا۔ کہ اسے چھڑنا یا مکمل اچھا نہیں۔ چونکہ اس کو بہت سخت زہریلی چیز نے کاٹا ہے۔ یہ ابھی تمام پانی پانی ہو کر رہا ہو گا۔ یہ سنتے ہی وہ بھی علیحدہ ہو گیا۔ اور ہم دونوں ایک درخت پر چڑھ کر اس کی المناک کیفیت دیکھنے لگے۔ پیٹ اس کا پھولنا شروع ہوا۔ اور ایک تخت پھٹا۔ اور پانی پانی ہو کر زور سے بہنے لگا۔ اس کی اس دل ہلا دینے والی حالت سے میرے دل پر زیادہ خوف چھایا۔ اور ہر تھکر کا پینے لگا۔ وہ خوشی جو ان کے ملنے سے ہوئی تھی۔ رنج و آلام سے بدل گئی۔ میں نے اس کے دوسرے رفیق سے پوچھا۔ کہ یہ شخص اصل میں کون اور کیا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ بیشعج یہ شخص اصل میں اسفہان کے قاضی القضاۃ کا بیٹا تھا۔ مگر بچپن میں ہی اس کی محبت اچھی نہ رہی تھی۔ علم سے محروم رہ کر ایسا ناخلف و ناسعید ہوا۔ کہ جب جوان ہوا۔ تو چند ایک بد معاشرلوں کے بہکانے سے اپنے باپ کو قتل کر ڈالا اور

یسرے نوح با بدران بنشمت خاندان بونوشتم

کے مصداق ہوا۔ باپ کو قتل کرتے ہی گھر کا جتن مال و متاع چھوڑ کر چلا گیا۔ اور کچھ عرصہ تک ایشیائی کو پکارتے ہوئے تھے۔ کی سیر میں سرگرداں رہا۔ جب روپیہ ختم ہو چکا۔ تو پیشہ چوری و زانیہ کو اختیار کر لیا۔ اور پھر ہزاروں روپے لے کر اور لوگوں سے تنوار کے گھٹا اٹارے۔

انسان کیسا ہی معبود اور حسب نسب والا ہو۔ جاہلوں اور بُروں کی صحبت میں چار روز ہی میں برہوں سے بھی بُرا ہو جائے گا۔

جو بُروں کے پاس بیٹھیں گا برا ہو جائیگا + نیک ہونے کیلئے نیکوں کی صحبت چاہیئے
ہزار ہا خداؤں ایسی صحبتوں کی بدولت برباد ہو گئے ہیں۔ اور کوڑا برباد ہو رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

كَلَّا تَتَّخِذُ الْاَحْزَابَ دِيَارَكَ وَاَيَاكَ فَلَکُمْ مِنْ جَاهِلِ اَزْدِیْ حَکِیْمٌ اَعِیْنِ اَحَاذًا
یعنی جاہلوں کا ہمیشہ کبھی نہ ہو۔ خود ان سے دُور رہ۔ اور ان کو بھی اپنے پاس سے دُور رکھ۔ چونکہ بہت جاہلوں نے عقائد سے بھائی چارہ کیا۔ قرآن کو بھی ساتھ ہی ہلاک کر دیا۔ (ترجمہ نازوی)

یاشیخؑ میں تو حیران ہوں کہ آپ کے چند ایک کلمات پر یہ کس طرح فریفتہ ہو گیا۔ کہ اس نے آپ کو کچھ نہ کہا۔ اور آئندہ اس پیشہ سے باز رہنے کا اقرار کر کے آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔ جو ایسے بگڑاؤں کو معمولی باتوں سے ہی سیدھا کر لیتے ہیں۔ یاشیخؑ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس کی یہ بات سنی۔ تو مجھے بھی تعجب ہوا۔ مگر معلوم کیا کہ اب اس کا بد اعمالیوں کی منہ پانے کا وقت ختم ہو گیا۔ جس لئے بے بس ہو کر میرے ساتھ ہو گیا تھا۔ چونکہ مجرم ہمیشہ کے لئے کبھی آزاد نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ منتقمِ حقیقی ہے۔ اور نہ وہ اس کو کبھی نہ کبھی گناہوں کا نذر چکھاتا ہے۔

تو جو بدی کرے نہ سمجھنا کہ یہ بدی + گردن کرے معاف زمانہ دیا کرے

افعال بدیں فرض تیرے روزگار پر + جس وقت جس زمانے میں چاہا ادا کرے

یاشیخؑ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے فہر و غضب کا نقشہ میرے دل پر پوری طرح کھینچ گیا۔ اور اب جبکہ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ گنہگاروں کا یہ انجام ہوتا ہے۔ اپنی لغزشوں کو یاد کر کے بھوٹ بھوٹ کر رونے لگا۔ دل قابو سے بے قابو ہو گیا آنکھوں میں تاریکی سی چھا گئی۔ اور رونے روتے چکی بندھ گئی۔

بسکہ روکا میں نے اور سینے سے ابھر پیہ پیہ

آہیں میری جھنجھ پکڑ گیاں ہو گئیں

مجھے روتا دیکھ کر دوسرا رفیق سخت گھبرایا۔ ناز زلزلے اور کانپنے لگا۔ اور خود ہی کہنے لگا۔ یاشیخؑ گناہ تو مجھ سے بھی مجید ہوئے ہیں۔ دیکھئے میرا کیا شر ہو تا ہے۔ ابھی اس کی گفتگو ختم ہوئی نہ ہونے پائی تھی کہ جس شاخ پر بیٹھا تھا ہوا کے تھوکنے سے ٹوٹ گئی۔ اور وہ لڑکھاتا پیچھے آگرا۔ علاوہ اور زخموں کے دونوں پنڈلیاں ٹوٹ گئیں۔ یہ نظارہ پہلے سے بھی کئی درجہ ڈراؤنا اور جانگزا تھا۔ چونکہ یہ شخص خداوند تعالیٰ کی بے گناہ مخلوق پر مجھ سے بہت بہت زیادتیوں ہوتی ہیں اور تو اور معمولی باتوں کے لئے عورتوں اور معصوم بچوں کو قتل کرنے سے بھی کبھی دریغ نہ کیا تھا۔ اور نہ کبھی کسی کے رونے

پہنچنے پر رحم آیا تھا۔ دیکھی کے پہلے لانے پر زس کیا تھا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: میرے لئے یہ ایک عظیمی تعلیم تھی۔ اور سبق دیا جا رہا تھا کہ دنیا میں ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا چاہیئے۔ زس کرنا چاہیئے۔ اور مٹولے سے بھی کسی پر ظلم روا نہ رکھنا چاہیئے۔ چونکہ ظالموں کا انجام بے رحمتی کا کمال ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ آج انھوں سے دیکھی گیا۔ (۱) سفر (۲)، بیابان (۳)، طوفان ہمار (۴)، رفیق کی ناکہانی اور ڈراؤنی موت (۵) دوسرے رفیق پر یہ دردناک حادثہ۔ (۶) اب بے یارو مددگار۔ لظاہر تو ایک معمولی بات نظر آتی ہوگی۔ مگر میرے لئے تو ایک میدانِ محشر کا نقشہ تھا۔ اس وقت میرے دل کی کیفیت تھی: اس کو کبھی طرح خداوند عالم الغیوب جانتا تھا۔ یا میں یا اللہ وہ شخص جان سکتا ہے جس پر ایسی حالت وارد ہوئی ہو۔ میرے پاس سوائے رونے کے اور علاج کیا تھا۔ رونا ہوا درخت سے نیچے آیا۔ اور اس کو دیکھنے لگا۔ اس کی ہر دو پنڈلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اور دو کے مارے موت کی آواز کر رہا تھا۔ مجھے روتا دیکھ کر کہنے لگا۔ شیخ آپ کو رونا پر گزرنے چاہیئے۔ یہ میری اپنی بدگالیوں کی مزا ہے۔ یہ وقت اور یہ مصیبت کا آنکھ پر عین انصاف ہے۔ اور کچھ ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا عین عدل ہے۔

فَإِنْ يَكُ عَفْوَاً فَعَفْوَاً مِّنْهُ لَفَضْلٌ ۖ وَإِنْ يَكُ تَعَذُّباً فَإِنَّ لَهُ أَهْلًا

یعنی اے شیخ اگر خداوند تعالیٰ اپنی غنایت سے بخش دے۔ تو اس کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر نینچھے۔ عذاب کرے تو بیشک میں عذاب دینے والے کا مستحق ہوں۔ اے شیخ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر میرے پیچھے پڑے مار تاکہ جلدی سے میرا فیصلہ ہو جائے۔ مجھ سے بھلاک ایسا ہو سکتا تھا۔ اس کے پاس سے اٹھا۔ اور باوجود ہوا کی دبی ہی تندی کے ایک طرف کسی مددگار کی تلاش میں نکلا۔ ابھی ڈیڑھ دو سو قدم تک ہی گیا تھا۔ کہ پیچھے نظر پڑی تو دیکھی کہ اس کے گرد چند خوشخوار بھیڑیے کھڑے ہیں۔ اور کڑے ٹکڑے کر کے فوج رہے ہیں۔ اور دیکھتے دیکھتے اٹھا کر لے گئے۔ یہ حادثہ ایسا نہ تھا کہ مجھے خوفزدہ نہ کرتا۔ سرے پاؤں تک پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور تمام عالم انھوں میں سیاہ نظر آنے لگا۔ خداوند تعالیٰ کی قوتوں کا نقشہ پوری طرح میرے دل پر کھینچ گیا۔ اور یقین ہو گیا۔ کہ مجرم اور ظالم جو خداوند تعالیٰ کی بے گناہ مخلوق پر رحم کرنے والا نہ ہو۔ کبھی چین نہیں پاسکتا۔ اور اس کا انجام ضرور ایسا ہی ہوتا ہے۔

إِذَا مَا الْعُلَمَاءُ اسْتَوْطَدُوا دُورَ مَرْكَبًا ۖ وَحِجَّ عَلَوِّ أَفَى قَيْحٍ أَكْبَسَا رِيهًا ۖ
فَكَلَّهَ إِلَىٰ صُرَفِ الزَّمَانِ فَإِنَّمَا هِيَ ۖ سَيْبَتٌ بِحَالٍ لَّهُ مَا لَعَلَّكَ فِي حَيَاتِهِ

یعنی ظالم (جب) اپنے ظلم کے گھوڑے سے زمین کو پال کر دیتا ہے۔ اور اپنی بد اعمالیوں میں خدا تعالیٰ سے بڑھ جاتا ہے۔ تو آخر خود ہی زمانہ کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ اور پھر اس کو وہ خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔ جو اس کے ثواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس خوبی واقعہ سے اتنی نصیحت ہوئی۔ کہ جتنی کہ توں کے تجزیوں اور محبتوں سے یا کتب بینی سے ہونی چاہیئے تھی۔

بزمِ قریش

پنجاب سے مراد بیت کے اوقات قریشیت کا آئینی طور پر اگرچہ قطع قطع ہو چکا۔ لیکن مراسیل میں بہت زبعض ہندی طبائع ہم قریشی ہیں، ان کی رٹ لگاتے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ رت، ان کے لئے کوئی مفید نتائج مرتب نہیں کر سکی۔ لیکن قریشیت ضرورتاً متنبہ ہو گئی۔ اسی طرح میرٹھ کے قصاب حضرات ہیں کہ وہ برقعہ صافی کو خواہ وہ نسبتاً کچھ ہو قریشیت کی سند عطا کر رہے ہیں۔ ان کی جمعیت ”القریش“ کو حسبِ دل سے کوئی بحث نہیں۔ ان قصائی ہونا شرط ہے۔ قریشیت کی سند عطا ہو جائیگی۔ اس کا ردِ الٰہی کا اثر میرٹھ اور صفات میرٹھ ہی تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ یوپی اور راجستھان وغیرہ تک ہو چکا ہے۔ پنجاب کے قریشیوں پر مہارسی ادھر مگر مہارسیوں کے قریشیوں پر قصائی یل پانے سے درماں بن کر نازل ہو چکا کہ اللہم ارحمہ۔

پنجاب میں قریشی تو بدستور قریشی ”کہا رہے ہیں۔ کہہ نہ سکتے۔ ان کی اصل ہے۔ لیکن مگر مہارسیوں کے قریشی ”شیخ“، ”مشر“ سمہلانے لگے ہیں جس سے قوم دس میں ایک گزرا۔ انخلاق پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسی تیز آٹھ گئی ہے۔ ضرورت کا شدید اقتصادیا ہے کہ قریشی حضرات اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ تدبر و تفکر سے کام لیں۔ اور کوئی چارہ کار تلاش کریں۔ اور وہ سوائے اس کے ناممکن ہے۔ یہ مجلس مندرت قائم ہو۔ اذیت دہلیضیات سے کوئی لائحہ عمل تجویز کیا جائے۔ تاکہ آئندہ قوم و نسب اس قسم کے عملوں سے محفوظ رہ سکے۔ کیا ناظرین القریش اس کے متعلق اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے کی رحمت گوارا کریں گے؟

افواج ہند میں سادات و قریش کی حق تلفی کے عنوان سے ایک مدلل و مبسوط مضمون فوراً ہی کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ ترقی و تنزل اور حیات و موت قومی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے قوم کے مقتدر حضرات کا فرض ہے کہ وہ اپنے رسوم و آداب سے کام لیں۔ اور اس حق کو زائل نہ ہونے دیں۔ اس اشاعت کے شذرات میں ”افواج ہند اور سادات و قریش“ کے عنوان پر ایک مضمون درج کیا گیا ہے جس میں معززین و مقتدرین قوم سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ اس عقدہ کے حل کی جانب فوراً متوجہ ہوں۔ اور ایک ایسا موزون ڈیوٹیشن مرتب کریں۔ جو عمال حکومت سے ملاقات کرے۔ اور اس مسئلہ کو وجہ اس لئے کرنے کیلئے ناجائز امکاں کو شال ہو۔ غفلت و سہ پر عیاہی کی انتہا ہو چکی۔ اگر اب بھی قوم کے مہارسی اور کی جانب توجہ نہ دی گئی۔ تو تکلیت و ادبار اور تباہی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

کرمی قریشی عطا اللہ صاحب علاقہ بلوچستان سے تحریر فرماتے ہیں۔

ہذا کی شان ہے۔ جس قوم نے تمام دنیا کو تہذیب سکھائی۔ آج اس کے افراد خود منبعِ جہالت ہیں۔ اور جس قوم نے دنیا پر حکومت کی۔ وہ آج مفقودِ دلیل ہے۔ کہ ذلت محبوب ہے۔ بظاہر تو اس قوم کی بیداری کے کوئی آثار نہیں۔ روز بروز

مٹ رہی ہے۔ خدا جانے اس کا کیا حشر ہوگا۔ آپ نے جو اس قدر لمبا عرصہ بیدار کرنے کی کوشش کی۔ وہ بیشک قابل قدر ہے۔ مگر اس مردہ قوم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور باوجود اتنی کوشش کے بھی قوم کی رگ حیمت جوش میں آنے کی بجائے سروستہ سر تر ہوتی گئی۔ خداوند کریم اپنا رحم کریں۔

افسوس کہ آپ کے یہ الفاظ قوم کے دلوں کو گرہا دیں۔ اور ان میں اصلاح حال کے لئے ایک ولولہ انگیز پہچان پیدا کرنے کا موجب بنیں۔ (ایڈیٹر)

فشی عبدالرشید صاحب صدیقی ریاست کپورتھلہ سے لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی سامعی مشکور ہوئیں۔ قریشیان ریاست اس کے لئے ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ دربار ریاست کے ارباب حل و عقد نے سادات و خدائش کو حقوق زراعت عطا کر دیئے ہیں۔ لیکن راجپوت برادری ناراض ہے۔ وہ چاہتی ہے۔ کہ سوائے راجپوتوں کے دوسری کوئی قوم ان مراعات کی مستحق نہیں۔ (ریاست کپورتھلہ کے راجپوت حضرات کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ سادات و خدائش کو حکومت انگریزی نے ان کی جاگیرات و اراضیات اور گونا گوں حیثیات کی وجہ سے پنجاب کے ہر ضلع میں حقوق زراعت دے رکھے ہیں۔ ضلع جالندہر کو دیکھیے۔ پھر کوئی وجہ نہیں بقی کہ ریاست میں انہیں ان حقوق سے محروم رکھا جاتا۔ راجپوت برادری کی یہ خواہش بے محل ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ ایڈیٹر)

قریشی برکت علی صاحب۔ القریش آپ کے نام جاری رہے گا۔ زرخندہ جس وقت آپ چاہیں بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں۔ اپنے احباب کو بھی اپنے قومی رسالہ کی اعانت کی ترغیب دے کر اپنے ایک قومی فرض سے عہدہ برآ ہوں۔

”ندوة القریش“ کی طرف سے مولانا خالد حمیدی کو جن کا ذکر افتتاحی مضمون میں آچکا ہے۔ پر اپنی گندا کرنے کے لئے کچھ اعزازی نعمات سپرد کی گئی ہیں۔ آپ دورہ کریں گے۔ ممبر بنائیں گے۔ لیکن زرخندہ وصول کرنے کے بجائے بذریعہ منی آرڈر دفتر میں بھجوانے کا مشورہ دیں گے۔ تفصیلی حالات کا انتظار کریں۔

اشاعت ہذا کا افتتاحی مضمون خاص توجہ کا محتاج ہے۔ اسے بغور مطالعہ کریں۔ اور اصلاح حال کیلئے غور کریں۔ قومی شیرازہ دن بدن منتشر ہو رہا ہے۔ اور تفرقہ وادبار کی گھٹائیں بھڑھری ہیں۔ سعی و جہد ہی سے ترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ اور محنت ہی کا ثمر ہو سکتا ہے۔ ان الله لا یغیثہ واما یقوم حتیٰ یتغیثہ واما یتغیثہ۔

تذرات

اگر تیسری رات سے اسلامی کلچ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، مقامی اخبارات نے بار بار اس شدید اور اہم ضرورت کی جانب انجمن اسلامیہ اترسر کو توجہ دلائی۔ جس اہم ممبران نے اس خیال کو معرض وجود میں لانے کی تجویزیں بھی کیں۔ لیکن واقعات سدا رہ رہے۔ آخر انجمن کے صدر اور تعلیمی کونسل کے ممبران نے عملی قدم اٹھایا۔ اور بعد غور و خوض اور ہمہ سعی و جہد کے اعلان کر دیا۔ کہ آئندہ اپریل سے ایم۔ اے اور ڈی اسکول ایم۔ اے اور کالج کر دیا جائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ کاپر دازان انجمن کی مساعی مشکور ہوئیں۔ اور اس ماہ سے انٹر میڈیٹ کلچ کھل دیا گیا ہے۔ اب مسلمانان شہر ہونہا کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ایم۔ اے اور کالج اترسر میں داخل کرائیں۔ اور ہر ممکن طریق سے اس کی مدد کریں۔ تاکہ کاپر دازان کے حوصلے بلند و بالا ہوں۔ اور کالج بوجہ حسن کامیاب و فائز المرام ہو۔ خدا نے ہر تہ و اکبر سے دعا ہے کہ قادر و توانا رباب اختیار کے عزائم میں استقلال و برکت عطا کرے۔ آمین۔

محبوبہ برار کی طرح شہر حیدر آباد کا ایک بازار جو رزڈینسی بازار کے نام سے موسوم ہے، ایک عرصہ سے حکومت برطانیہ کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ اس میں انگریزی فوج و پولیس کا قیام اور برطانوی اداروں کا مرکز ہے۔ چونکہ شہر حیدر آباد کا یہ ایک حصہ ہے۔ اور حضور نظام اس پر انیٹی حق رکھتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کی حکومت کی خواہش تھی کہ اسے بھی حکومت آصفیہ کے قبضہ و اقتدار میں دیدیا جائے۔ برار کی طرح یہ سند بھی ایک عرصہ سے زیر غور چلا آتا ہے۔ ایک اطلاع منظر ہے کہ حکومت برطانیہ نے حکومت آصفیہ کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور ۵ اپریل کو رزڈینسی بازار کا قبضہ دے دیا جائیگا۔ لیکن بعد ازاں معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ ۵ تاریخ کو کیا کارروائی عمل میں آئی۔ امید ہے کہ حکومت برطانیہ کے ارباب عمل و عقدہ و وفادار سلطنت برطانیہ کے حقوق و مطالبات کا لحاظ رکھتے ہوئے رزڈینسی بازار اور محبوبہ برار کی دایہی سے انصاف و رواداری کا ثبوت دینے میں نامل نہ کریں گے۔

ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ آخر قرطاس امیض کی شکل میں ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ اہم ہاسمی ہے۔ یعنی ہندوستان کے مفاد کی اس میں کوئی چیز نہیں۔ ممکن ہے یہ صحیح ہو۔ اور اسی نسبت سے اس کا نام قرطاس امیض یا دایٹ بیسٹیفیہ کاغذ یا توڑ کیا گیا ہو۔ مانگنے والے اپنی ضرورت کے موافق مانگتے اور دینے والے اپنی عبادت کے موافق دینا چاہتے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے مفاد کو پیش نظر رکھنے پر قدرتنا مجبور ہے۔ حق و انصاف کو ملحوظ رکھا جائے۔ تو

تمام فیض آج طے ہو جائیں۔ راہی رعایا کی حق رسی اور رعایا راہی کا احترام اپنا فرض قرار دے لیں۔ تو ان ہنگامہ خیزوں کا سہ باب یقینی ہے مگر ضمایہ نہیں۔ اور یہی ایک سبب ہے۔ جو ناکامیوں اور نامرادیوں کا موجب ہے۔

تاریخ اسلام کی درنگرانی سے اس عقدہ کی گرہ کشائی ہو سکتی ہے۔ اور سامع ہو سکتا ہے۔ کہ راہی رعایا کی باہمی اجنبیت کیونکر سلجھ سکتی ہیں۔ شور و شر ہمیشہ ضد کا موجب ہوا۔ اور کامیابیاں ناکامیوں سے بدلتی رہیں۔ کا مگر کسی پراپیگنڈا آغاز کار ہی سے غلط بنیاد پر رکھا گیا۔ اس لئے اس کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا۔ جو ہوا۔ ہندو مسلم کشیدگی اسی پراپیگنڈا کی برکت ہے۔ اور قرطاس جہن بھی اسی کا نتیجہ کاش اختراق و اشتقاق پسند طابع کی عواقب و نتائج پر غور کرنے کیلئے عقل سلیم اور ادب و ادب اور راج کو دیدہ بینا نصیب ہوتا۔ ناستبر وایا اور لی الا بصار۔

بعد چلم ملکہ محرومہ حضور نظام سے ملحق ایک چھوٹا سا گاؤں دریائے گوداوری کے کنارے واقع ہے۔ جہاں ہمال راجندر جی کے جنم کے موقع پر عظیم الشان تیو کر منایا جاتا ہو۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب راجندر جی سیٹا جی کو واران کی قید سے نجات دلانے کے لئے لڑکا گئے تھے۔ تو اسی مقام پر انہوں نے دریائے گوداوری کو عبور کیا تھا۔ یہاں ایک عظیم الشان مندر ہے۔ اور بعد چلم ہندوؤں کی ایک بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام کی محاکمت نے اسی مندر کے لئے تیس ہزار روپے سالانہ کا عطیہ مقرر کر رکھا ہے۔ محکومت نے مقامی افسروں کو بطور خاص حکم دے رکھا ہے۔ کہ وہ جاترا کے مراسم ادا ہونے کے موقع پر خود موجود رہیں۔ اور ساری تقریب کے اختلالات میں ضروری امدادیں پہنچا دیں۔ یہ ہندوستان کے سب سے بڑے مسلم تاجدار کی شان حسن سدوک کا نصف ایک منظر ہے۔ کیا ہندو ریاست بھی کسی ایسے بیش بہا اور مستقل عطیہ کی مثال پیش کر سکتی ہے۔ جو مسلمانوں کی کسی مذہبی تقریب سے متعلق ہو۔ اس پر بھی اگر لعنت مذہبی کی پٹی آنکھوں کو نابینا کر دے۔ تو حشہ آفتاب راجہ گناہ۔

۱۴-۱۵-۱۶۔ اپریل کو ایسٹریکی تعطیلات کے دوران میں لاہور مختلف اور متعدد کانفرنسیں اور مجلسوں کا مرکز بننا شروع ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس، ادارہ معارف اسلامیہ، آل انڈیا راجن کانفرنس اور آل انڈیا مومن انصار کانفرنس کے درجہ سے ہندوستان کی مقتدر و قابل ترین ہستیاں موجود تھیں۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں سٹرکے۔ ایل گاہا نو مسلم نے چھوڑنے کی نجات اسلام قبول کرنے میں ہے کہ موضوع پر ایک مدلل و مہربان فاضلہ تقریر کی۔ اور کہ باکر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو مساوات و رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ انچھوٹوں کی روحانی اور دنیاوی نجات اسی میں ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کی دعوت پر لبیک کہیں۔ وہ صدق اور سچائی میں ڈوبی ہوئی دعوت یہ ہے کہ چھوٹے سرانگہوں پر آئیں۔ اور اس چالیں کر ڈاؤں کی برادری میں شامل ہو جائیں جس پر حکم الحاکمین کی

حکومت ہے۔ اور بہانہ محمود دایا اور میرد غریب سب کو سادی درجہ حاصل ہے، دوران تقریریں آپ نے یہ بھی کہا۔ کہ یہ پیغام نہ صرف اچھوتوں ہی کو پسند آئے گا بلکہ مشرنگا اور کو بھی بدلا معلوم ہوگا۔ اور انہیں قانون سازی کی زحمت سے بچائے گا۔ اسی طرح یہ پیغام پنڈت مدن موہن مالویہ کو لمبی سوچ اور دیانتدارانہ خوف و ہراس سے بھی نجات دلائے گا۔ اور یہاں تک مہاتما گاندھی کا تعلق ہے۔ انہیں ایسی اچھوتوں سے مخلصی دکا کر ان کا قیمتی وقت و اینٹ پیسہ یادگیر اسی قسم کے اہم امور کے متعلق بیک بڑا تال کرنے کیلئے محفوظ کر دے گا۔

خدا کرے۔ کہ مشرنگا باکے اس نیک مشورہ پر اچھوت قوم کے علاوہ مشرنگا اور، مدن موہن مالویہ اور مہاتما گاندھی کو ٹھنڈے دل سے غور کرنے کا موقع ملے۔

دربار بہاول پور نے ریاست کے رقبہ کی آبپاشی کے لئے نہریں جاری کرنے کیلئے حکومت ہند سے اس وقت قرضہ لیا تھا جب موجودہ فرمانروائے ریاست نابالغ تھے۔ چونکہ نہروں کا اہتمام حکومت ہند کے ماتھے میں تھا۔ اور آبپاشی کا معقول انتظام نہیں ہو سکا۔ لیکن قرضہ کی تعداد ۱۲ کروڑ سے متجاوز ہو گئی ہے۔ اس لئے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند نے اس میں سے آٹھ کروڑ روپیہ معاف کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کا منفرب اعلان ہو جائے گا۔ حکومت ہند کا یہ فیصلہ بہر نوع قابل ستائش ہے۔

رہنک سے ”انجمن اصلاح شیخان کا دوسرا سالانہ جلسہ“ کے عنوان سے ہیں ایک اشتہار موصول ہوا ہے انعام جلسہ کی تواریخ ۱۵-۱۶-۱۷ اپریل مقرر ہیں۔ قوم سے شرکت اجلاس کی درخواست کی گئی ہے۔ اور قیمتی آرائے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ لیکن اس اشتہار کے مطالعہ سے اس بات کا قطعی پتہ نہیں چلتا کہ انجمن شہنشاہیت سے کن ”شیوخ“ سے متعلق ہے۔ شیخ بمعنی بزرگ۔ لہذا ہر بزرگ شیخ ہے۔ علاوہ ازیں نو مسلم حضرات کو بھی شیخ ”کہا جاتا ہے۔ عرف عام میں ڈھول بجانے والوں کو بھی شیخ کہتے ہیں۔ لگے لگے لڑائی اور توجہ: قوام بھی شیخ کہلاتی ہیں۔ بعض مقامات پر قاضی اور شیشی بھی شیخ کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں۔ بایں حالات تخصیص کی ضرورت لاحق تھی۔ جو اس اشتہار میں موجود نہیں اور داعیان اور کارپردازان انجمن ہند اس بات کا قطعی خیال نہیں کیا۔ یہ انجن اگر ان خصوصیات سے بالاتر ہے۔ یعنی نسب و نسل کی تیز سے بے نیاز حضرات سے متعلق ہے۔ تو بھی اس اشتہار میں اس کی تصریح ہو جانی چاہئے تھی۔ تاکہ غلط فہمی دور ہو جاتی۔ کسی نکتہ یعنی کے خیال سے نہیں۔ بلکہ اس خیال سے کہ شبہ نہ رہے اور انجن ایک معمہ ہی نہ بنی رہے ہم کارپردازان انجمن کو توجہ دلائے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے واضح اور کھلے طور پر عوام کو مطلع کر دیں۔ تاکہ متعلقہ حضرات کو انجن کی رکنیت قبول کرنے پر کوئی امر مانع نہ رہے۔

حیاتِ مسلم

(از حضرت ہادی علی شہری)

رات ہادی بسترِ راحت پہ میں لیٹا ہوا
دفعۃً آیا سہمانوں کی حالت کا خیال
ہو گیا اک خوفِ ساطاریِ دلِ مایوس پر
سچ یہ ہے دنیا میں بہت پر ہے مقصد کا مد
زندگی کا پہلے مقصد تھا فقط علم و عمل
کچھ خبر ہم کو نہیں ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے
دل کے بدلے سینے میں اب ف کی آفتاب
غافلِ تدبیر ہو کر شاکی تقدیر ہیں !
اب کہاں قصرِ ترقی کی دُہ سرِ افزایاں
جس طرف سے بادِ سُند آئی اڑا کر لے گئی
باغِ مقصد کا ہمارا ہو گیا ہے اب یہ حال

کر رہا تھا دیدہ بیدار کا دل سے گلا !
اپنے محسوسات کی تغیر کا نقشہ کھینچا !
منہ سے نکلی آہِ دل بگڑا، کلیجہ کانپ اٹھا
غیر ممکن ہو یہ جب دل ہو گیا بے مدعا
جانتے ہی کچھ نہ تھے دنیا میں ہم اسکے سوا
حال اپنا اس قدر مضمی سے ہے نا آشنا
جانتے تک ہم نہیں کیا شنے ہے جوشِ مدعا
ہمیش میں پست اور دل میں نہیں کچھ حوصلا
اب تو ہے چھوٹا سا اک پائلِ ضررِ جھوٹا
رکھیا جوشِ تحفظِ دیکھت کا دیکھتا
ہر شجر ہو کھٹا ہوا ہر پھول مرجھا یا ہوا

کیا پہلے نخل تمنا کیا گل مقصد کھلے
جب نہ باقی ہو ذرا بھی قوت نشو و نما

دل ہے پہاؤ میں مگر مقصد سے کوسوں دور ہے
مٹ گئیں ہیں ہمیں اور ولولہ کا فور ہے

کیا یہ ممکن ہے کہ دھل جائے یہ رنگ بیکسی
ہستے مہرہم کی ہونے لگے ہم کو خبر!
نعرۃ اللہ اکبر سے ہول پھر لب آشنا
قوت بازو پر اپنے پھر بھروسا ہو ہمیں
منزل مقصد کی جانب پھراٹھے پاؤں طلب
پھر دل مایوس میں بکروفا ہو موجزن
پھر ترنم ریزیاں کرنے لگیں لب عاشق
پھر ہمیں جمعیت و تسکین کی دوا ہو نصیب
پھر ہمیں بلجائیں وہ کھوئی ہوئی خود اریاں
کیا یہ ممکن ہے کہ ہو جائے وہی پھر زندگی
بادۂ غم کی فنا ہو جائے از خود رستگی
پھر ہمیں معلوم ہو جائے طریق رہروی
دہن تدبیر سے مٹ جائے نقش بیکسی
ختم ہو جائے ہمارا قصہ افتادگی
جوش بہت بدل جائے غم افسردگی
توڑ دے جوش طبعیت بڑھکے مہر خاموشی
خاطر بیتاب کی جاتی رہے آشفستگی
پھر دکھادیں ہم وہی پہلی سی شان برری

ہاں یہ کچھ مشکل نہیں راسخ اگر ایمان ہو

لب پہ ہو اللہ اکبر سیلے میں قرآن ہو

(مادی پھیلی شہری)

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

النَّجَاتِ

تیسرا باب

نجات میں

(گزشتہ سے پیوستہ)

نجات کے معنی عذاب سے بچنا ہے مگر اصطلاح اسلام نے اس سے مراد وہ خلاصی لی ہے جو کسی شخص نے دنیا میں رہ کر اچھے اعمال کئے اور مرنے کے بعد قیامت کے دن اُن اچھے اعمال کا جو نتیجہ نکلے اس کے صلے میں فدا کی طرف سے جو انعامات اور آرام و عطیات مہینے راحت ملیں۔

ہمیشہ آرام وہی اچھا ہوتا ہے جس میں راحت بھی ہو۔ ورنہ آرام کے درجات مختلف ہیں۔ مثلاً ایک عاشق جانناز کے پاس کبھی موقعہ پا کر اس کا پیارا معشوق تو آگیا جس سے اس کے خاطر پییدہ کو گو نہ آرام پہنچ گیا۔ لاکھ معشوق کہہ رہا ہے کہ مجھے کھر والوں اور رقیبوں سے تھوڑی ہی خدمت ملی ہے۔ میں ابھی واپس ہو جاؤں گی۔ اب اطمینان ہے میرے ساتھ دو چار باتیں محبت بھری کر کے دل خوش کر لیں۔

پری رویاں نبارا ز دل چہ بنشینند و بنشانند

ممن بویاں قرارا ز دل چہ بستینند و بستانند

پس جب پیچھے سے عاشق جانناز نے اپنے پیارے معشوق کی زبان معجز بیان سے ابھی واپس چلے جانے کی خبر جنت اثر منی۔ توجہ ان رہ گیا۔ اور آرام خاطر پییدہ کا فور ہو گیا۔ حالانکہ ابھی معشوق اس کے پاس ہی موجود بیٹھ رہا ہے۔ بھلا اب کسے اطمینان سے دو چار باتیں محبت بھری کرنی یاد ہیں۔ یہاں تو بولہا پی چلے جانا سنتے ہی ہوش اڑ گئے۔ اور چھٹے چھوٹ گئے۔ آنا کیا ہوا۔ اور بھی آفت و بلا کا سامنا ہو گیا۔

دو گو نہ رنج و عذاب مست، جانِ معنوی را

بلائے صحبتِ لیلة و فرقتِ لیلة

گویا یہ ہے تو آرام کہ نور بسیر زیر نظر ہے۔ مگر اس میں راحت باطل نہیں۔ اگر یہی مشرقِ جلدی واپس چلے جانے کی اطلاع اپنے شیدائے مسطر کو نہ دیتا۔ تو پھر کیا تھا؟

ناقہ جدا ہے نجد کو لیسے کا بے ہار
بجنوں کی بن آئے گی گر ساریاں نہ ہو آ یا

مسرا سرورہ آرام تھا۔ کہ جس میں راحت بھی موجود اور سرور بھی قائم۔

پس سخت تو وہ جہد کا راستہ کہ جو بدل کسی باز پرس اور تاب کے بجائے مؤمنین کو فوراً خدا کے حضور سے عطا کیا جائے گا۔ عیساکر ارشاد ہے۔ **قوله تعالى إِنَّ الْمُتَّقِينَ مَفَازًا مُّحْدِلِينَ دَاعِيَانًا دُونَ الْعَبِثِ أَلَا لَئِنْ لَّمْ يَدْعُوا لَنَا لَأَكْسِدَنَّاهُمْ** **لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كَلًا يَدْعَا مِنْ دُونِهَا لَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِاللَّذِينَ** **لَا يَلْمِزُكَ فِيهَا مِنْ دَرَجَاتِهِمْ وَلَا يَلْمِزُكَ فِيهَا مِنْ دَرَجَاتِهِمْ وَلَا يَلْمِزُكَ فِيهَا مِنْ دَرَجَاتِهِمْ وَلَا يَلْمِزُكَ فِيهَا مِنْ دَرَجَاتِهِمْ** **قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاؤُهُ وَلَقَدْ لَعَنَّاهُ لِلَّذِي كُنْتُ تَرَايَا ج ۵**

وَحَلَّ الْمُتَّقُونَ بَدَارِصَ دِقِّ وَعَيْشًا نَافِعَةً تَحْتَ الظَّالِمِ لِعِلْمِهِمْ مَا لَيْسَتْ لَهُمْ وَمَا تَمْنَوْنَ مِنَ الْإِفْرَاحِ فِيهَا كَمَا لَمْ يَلْمِزُكَ فِيهَا مِنْ دَرَجَاتِهِمْ وَلَقَدْ لَعَنَّاهُ لِلَّذِي كُنْتُ تَرَايَا ج ۵

یعنی خدا و رسول کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرنے والے متقی لوگ قیامت کے دن بخوبی کامیاب ہوں گے۔ ایسے ایسے چار دیواری والے خوشنما یا غول میں پھیر گئے۔ کہ جہاں انگوڑوں کی بلیں پھیل سہل سہل ہوئی اور نوجوان ہم عمر چڑے بچوں موجود ہوں گے۔ اور پھٹکے پھٹکے نہایت ہی ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے گلاس بھی ہیتا ہوں گے۔ اور وہاں کبھی کوئی بیہودہ جھوٹی اور لغو بات نہیں سنی جائے گی۔ اور یہ عطائے عجباب مولیٰ کریم کی طرف سے سب نیکو کار لوگوں کیلئے مخصوص ہوگی۔ اور مولیٰ کریم بھی وہ مولیٰ کریم کہ جو آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ کہ ان کے اندر ہے۔ ان سب کا پروردگار ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی اور سوائے اس کے اس خطاب کے لائق نہیں۔ وہ بڑا ہی دہربان ہے۔ اور قیامت کا دن بھی وہ دن ہوگا۔ کہ جس دن سارے فرشتے نہایت ادب اور ترسینے سے ہیبت کے مارے سیدھے صف بستہ خدا کے حضور کھڑے ہوں گے۔ اور سوائے اعزازتِ خدا تعالیٰ کے کسی کو عرض و معروض کرنے کا حوصلہ نہ پڑے گا۔ مگر اجازت سے بھی جو کچھ کہ عرض کیا جائیگا۔ نہایت ہی مختصر اور معقول ہوگا۔ پس ہم نے تم کو عذابِ آخرت سے جو عنقریب آینا والا ہے مطلع کر دیا ہے وہ آخرت کا دن ایسا ہوگا۔ کہ ہر ایک شخص وہاں پر اپنی دینی گرت و اسماں کو بخوبی دیکھ لیگا۔ اور منکرینِ اسلام تو پکا رہی اُٹھیں گے۔ کہ کاش آج کے دن ہم لوگ بھی ہوتے۔ تاکہ یہ طرح طرح کے ہونوگداز اور عذاب و ذلتیں نہ اٹھاتے۔ کسی نے کب اچھا کہا ہے۔ کہ متقی اور نیکو کار لوگ اس دنیا سے مرنے کے بعد قیامت کے دن مقامِ محمود میں رونی افزہ ہو گئے اور ٹھنڈے ٹھنڈے سایوں میں خوشگوار زندگی بسر کریں گے۔ جو کچھ کہ ان کی خواہش ہوگی۔ فرحت اور پاداری کا سبب ان کے لئے وہاں بنایا ہوگا۔

ایک وہ بھی نجات ست جو غیر عامل مسلمانوں کو سزا دے مقررہ کی اجراء اور تفصیل کے بعد عطا ہوگی۔ اور غیر عامل مسلمان سے دو مسلمان سزا دیں گے جن کے دلیں ایمان علی الاسلام تو موجود ہے۔ مگر وہ ادا امر دنا ہی مقررہ اسلام کے پورے پابند نہیں رہ سکے۔ اور سچے اسلام ہی پر ان کا خاتمہ بخیر ہو۔
اس کے سوا اور کوئی نجات ہی نہیں۔ بلکہ غیر مسلمان، نمازوں کی رات اور آرام دیکھ کر یا یعنی کثرت ترابا۔
کو بار بار پڑھیں گے۔

حضرات! ناظرین خود ہی انصاف کر لیں کہ ان میں سے کونسی صورت بہتر اور راحت افزا ہے۔ میں شروع ہی میں لکھ آیا ہوں کہ آگے چلکر معلوم ہوتا ہے کہ نجات دراصل کیا چیز ہے۔ اور وہ کیونکر اور کس کو حاصل ہو سکتی ہے پس اب یہ تو معلوم ہو گیا کہ دنیوی موت کے بعد جاخروی بے لوث زندگی مومنین کو نصیب ہوگی۔ اسکا ہی نام نجات ہے۔ اور یہ دائمی زندگی ہے۔ مگر یاد رہے کہ مومنین کا مرتبہ مسلمین سے اعلیٰ ہے۔

اور جو نجات غیر عامل مسلمانوں کو نصیب ہوگی۔ وہ دینی نجات نہیں ہوگی جیسی کہ مومنین کی۔ ان پر دو نجات کے درمیان اتنا فرق ہے کہ جتنا ایک واقعی نبردار اور ایک جیل کے قیدیوں کے نبردار میں۔ کیونکہ دونوں نبردار اپنے اپنے عہدہ نبرداری کی ذمہ داری اور ذمہ داری کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور غیر عامل مسلمان جو مومن سے اونٹ ہے۔ ان دونوں یعنی مومنین اور مسلمان کے سوا اور کسی کے لئے نجات ہی نہیں۔ اور ان دونوں درجات اعلیٰ و ادنیٰ کے اندر جدا گانہ طبقات مختلف بکثرت ہیں۔ جو ہر ایک مومن اور مسلمان کو علی حسب اعتقاد و عمل نصیب ہوں گے۔ اور وہی طبقہ اس کی استعداد و قابلیت کے مناسب حال ہوگا۔ کہ جس کا وہ ال ہے۔

اے میرے پیارے مخاطبین اب نجات کی حقیقت تو ہمہ وجہ آپ پر منکشف ہوگئی۔ کہ دراصل وہ کیا چیز ہے۔ یہ امر کہ وہ کیونکر اور کس کو حاصل ہو سکتی ہے۔

پس عقیدہ علی الاسلام و کجاوری اعمال صالح سے صرف ان مسلمانوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جو اعلیٰ درجے کے پکے مسلمان ہیں۔ اور جن کو قرآن مجید میں جا بجا مومنین کے خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔

پس پہلے مومنین اور عوام مسلمین میں امتیاز بیان کر چکا ہوں۔ اس واسطے اب اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ اتنا ضرور ہے کہ مسلمان مومنین ہی نجات کے کیوں مستحق ہیں۔ اس پر میں ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ جس سے یہ واضح ہو جائے گا۔ کہ اقوام عالم میں سے صرف ایک ہی قوم راہ راست پر ہے۔ جنہیں مسلمان کہا جاتا ہے۔ اور یہ قوم بوجہ راست دہی کے مستحق نجات ابدی ہے۔

جذباتِ شاکِی

دِلِمْ بُرْدِی وِ دِلداری نہ کردی

مجھے جس نے قیامت کی نظر دی | مجھے بھی لذتِ زخمِ جگر دی
مُعصبتِ نت نئی شامِ وسحر دی | دوا بھی دی تو تُو نے بے اثر دی

دِلِمْ بُرْدِی وِ دِلداری نہ کردی

نظر آئی مجھے بے بلِ چین میں | شمیمِ گل بسی تھی پیرِ بن میں
لگی تھی آگ اس کے تنِ بدن میں | یہ رو کر کہتی تھی اپنی جان میں

دِلِمْ بُرْدِی وِ دِلداری نہ کردی

زلیخا نے قسم کھا کر خدا کی | پکڑ کر دامنِ یوسفِ ندا کی
نہ تو نے ساتھ میرے کچھ وفا کی | نہ میرے دردِ دل کی کچھ دوا کی

دِلِمْ بُرْدِی وِ دِلداری نہ کردی

اکیلا قیسِ حبِ گل میں ملا تھا | زمیں کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا
نظر میں نقشہٴ لیلیٰ جما تھا | یہ انگلی سے زمیں پر لکھ رہا تھا

دِلِمْ بُرْدِی وِ دِلداری نہ کردی

سنا ہے ہم نے شاکِی کی زبانی | بڑا حجبِ عشق میں سوزِ نہانی
نہ پروا نہ کو بھائی زندگانی | تو گر کر شمع پر بولا کہ جانی

دِلِمْ بُرْدِی وِ دِلداری نہ کردی

(شاکِی شہجہ پوری)

علم دوست بادشاہ

(سید نیاز احمد صاحب ترمذی بی۔ اے)

ہسپانیہ کے خلیفہ عبدالرحمن ثالث کے نام نامی اور اس کی فتوحات، ملکی، در اس کے نظام سلطنت سے کون شخص ناواقف ہے۔ اس کا پایہ ہسپانیہ کے دیگر خلفائے امویہ میں سے سب سے بلند ہے۔ یہ لاثانی حکمران ماہ رمضان ۱۵۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا اپنا تاج و تکیں اپنے بیٹے مکرم ثانی المستنصر باللہ کے سر پر رکھتا ہے۔ عبدالرحمن کی وفات بیشک ہسپانیہ کی مجموعی آبادی کیلئے عموماً اور عربی نسل لوگوں کے لئے خصوصاً ایک قابل تلافی نقصان تھا۔ لیکن قابل باپ کے قابل بیٹے حکمرانی نے چند ہی دنوں میں اپنے انصاف اور نظام سلطنت کی وہ دھاک جھٹی۔ کہ لوگ اسے عبدالرحمن ہی کی روئے تعبیر کرنے لگے۔ تموار کا ڈھنی ہونے کی حیثیت سے اس خلیفہ نے گرد و نواح کے تمام سرکشوں کی سرکوبی کر کے ایک دور امن قائم کر دیا۔ شریسن کی قوت کو ہمیشہ کیلئے ناکارہ کر دیا۔ فرڈینڈ کو پسپا کیا۔ سانشو اور اس کے امرا و وزراء کا قلع قمع کر کے اس سے ایک عہد نامہ بھی تحریر کر لیا۔ حتیٰ کہ افریقہ کے غداروں کی بھی سرزنش کر دی۔

ہم علم کے مرد میدان ہونے کو تسلیم کرتے ہوئے اب ذرا اس کے قوانے و ضمیمے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ویسے تو خاندان امویہ اور عباسیہ کے کم و بیش تمام ہی خلفاء کو تحصیل علم سے ایک خاص ذوق تھا۔ لیکن حکمرانی کا یہ انس عشق کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ یہ ایک پایہ تھا۔ مگر طالب علم۔

علامہ ابن خلدون نے اس خلیفہ کے سوانح حیات پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ کہ حکم کو چونکہ علم ادب اور دیگر علوم سے عشق تھا۔ اس لئے اس کے زمانے میں علماء و فضلاء عنایت خرواند سے بیستیفیض ہوئے یہ خلیفہ اپنے زمانہ کا بڑا زبردست جامع کتب گرا ہے۔ گو اس کے پیشرو کم و بیش علم پرست اور تعلیم کے دلدادہ تھے۔ اور ان کے کتب خانے اپنے اپنے زمانہ کی بہترین تصانیف سے پر نظر آتے تھے۔ تاہم جس ذوق و شوق سے کتب کے فراہم کرنے میں حکم نے کام لیا ہے۔ وہ مستغنی عن التعریف ہے۔ اس لئے اپنے عظیم الشان کتب خانے کا اہتمام ایک خاص مہتمم کے سپرد کر رکھا تھا شانہ لا مبرری میں ۴۰۰۰۰ م ضخیم کتب تھیں جن کی فہرست چالیس جلدوں پر مشتمل تھی۔ یہ اعداد و شمار اس زمانہ کے علم و فضل اور حکمرانی کے علم پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے زمانہ خلافت میں ہسپانیہ میں علم کا وہ بازار گرم تھا۔ جہاں سے ہر قسم کی تحصیل علوم و فنون باسانی تمام ہو سکتی تھی۔ دار الخلافہ علماء و فضلاء کا مسکن بنا ہوا تھا۔ ہر مومن و مومنہ پر کتب تعین ہو کر فروخت ہوتی تھیں۔ خلیفہ نے نہ صرف اسی بات پر اکتفا کیا۔ بلکہ دنیا کے دور دراز کے مختلف ممالک میں فرستادے

اور گشتے نئی اور پرانی کتب کی تلاش میں ارسال کئے۔ بہت الماں کا اکثر حصہ کتب کی خرید و فروخت میں صرف ہوتا خلیفہ کی طرف سے عام حکم تھا کہ ہر نئی کتاب کا ایک نسخہ شائع ہونے کے بعد شاہی کتب خانے میں بعض قیمت داخل کیا جائے۔ ہر ایک کتاب کا کافی تعداد اکٹھا کرنا محققین کو ان کی تحقیق کی بنا پر کتب تحریر کرنے پر الماں کیا جاتا۔ اسی کتب کے کئی کئی نسخے خرید کئے جا کر امراء و وزراء میں انعام و اکرام کے طور پر تقسیم ہوتے۔ ابو الفارح علی بن حسین الماصغری نے اپنی لاثانی کتاب کتاب الاعننی و درہ شامی میں مشکیش کی۔ اسی نسخہ عراقی میں بھی نہ شائع ہوا تھا۔ دریا دل بادشاہ نے ایک ہزار دینار بطور معاوضہ مصنف مذکور کو عنایت کئے۔ شاہی محلات سے بے شمار کمرے چند نایاب کتب کے نقل کرنے کیلئے مخصوص تھے۔ بڑے بڑے ماہران تعلیم اور خوش نویس احباب اس فرض کو سر انجام دیتے نیز محلوں ہی میں جلد بندی کا انتظام تھا۔ جلد سازی میں بدولتی رکھنے والے کا دیگر در و درو یک سے معقول مشاہرہ پر پورا اٹے جلتے حکم بعض کتب کے تراجم کرنے ہی کا مشق نہ تھا۔ بلکہ ایک نہایت ہی نکتہ سنج اور فائدہ طلب علم تھا۔ وہ نہ صرف کتب اس کا سرسری مطالعہ کرتا بلکہ برکت پر جو بھی اس کی نظر سے گذرتی بمفصل نوٹ نمبندہ کو کتب ضمیمہ کے طور پر اس کے آخر میں تہہ در تہہ چسپاں کر دیتا۔ اس نے اپنی دریا دل کو عربی نثر اور علماء و شاعر کیلئے ہی غفوس نہ کیا تھا۔ بلکہ ہسپانوی نسل و دیگر ممالک کے ماہران تعلیم سائنس دان اور فلاسفہ بھی اس کی سخاوت سے مستفیض ہوتے۔ فلسفہ دان لوگ ہمیشہ سے اپنے جدید نظریات کے اظہار سے خائف رہے ہیں کیونکہ علم فلسفہ کو اکثر لوگ گمراہی کا پیش خمیہ سمجھتے ہیں لیکن حکم نے اپنی وسعت خیالات کو کام میں لا کر ان لوگوں کی خاص طور پر آہنگت کی۔ ایران کی ثقافت اور غاظر و مدارات میں کوئی گمراہی نہ تھی۔ چونکہ خلیفہ معروج کا دل و دماغ درہ شامی علم سے مجمل تھا۔ اس لئے ہنسہ کا علم و فضل اس کے عہد خلافت میں عروج کمال تک پہنچا۔

حکم کے پیشرو اور غصفا، کی علم و دینی کے طفیل ملک شپانہ کے ہر گوشہ میں ابتدائی مدارس کا اجراء ہو چکا تھا۔ مورخ جوثری (Barry) بیان کرتا ہے کہ جب تک ہسپانیہ خلافت اموی کے ماتحت رہا۔ یہاں کے امراء بلا امتیاز ذکر و اناث سومیہ صی تعلیم یافتہ تھے۔ اس کے مقابلہ میں یورپ کے دیگر ممالک میں جو تئیں کث کے گردیدہ تھے صرف پادری صاحبان اور دیگر اعلیٰ مراتب کے لوگ ہی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حکم نے اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ حکم کی اشاعت بقدر بھی کی جائے کم ہے۔ اس لئے ضرورت زمانہ کو محسوس کرتے ہوئے اور آبائی حکم کو استوار کر کے جوئے اپنی دریا دل کے سب سے صرف دار الخلفہ قرطبہ میں تاسیس دیکھا ہیں نزدیک طبقہ کے بچوں کیلئے جاری کیں۔ ہر گاؤں میں ایک دو کتب ہوتے تھے جہاں سے فارغ التحصیل ہو کر طلباء قریب کے شہروں میں مزید تحصیل تعلیم کیلئے جاتے تھے۔ تعلیم بالکل مفت اور جبری تھی جتنی کہ کتب بھی بلا دام دیتا کی جاتیں۔

والاعلم قرطبہ دنیا کی مشہور ترین یونیورسٹی تھی۔ اور اس کا پایہ کسی طرح بھی جامعہ اظہر تہا رہ اور دارالعلم نظامیہ بغداد سے کم نہ تھا۔ دنیا کے ہر گوشہ کے طلباء فارغ التحصیل ہونے کی غرض سے قرطبہ میں پہنچتے۔

یہ نیک زاہد مرد میدان اور علم پرست بادشاہ یکم اکتوبر ۹۶۴ء کو فوت ہوا۔ اور اس کی وفات کے ساتھ ہی سر زمین ہسپانیہ سے عظمت اموی و شوکت اسلامی کا خاتمہ ہو گیا۔

لطائف لطیفہ

نواب علی سردار خاں ہندوستان میں آنے سے پیشتر شاہ ایران کی طرف سے قندھار کا گورنر تھا۔ اس نے شاہجہان کو لکھا کہ میں قندھار میں حضور کا عمل دخل کرا کے خدمت عالی میں اس شرط پر آنا چاہتا ہوں کہ تمام امیروں پر مجھے سبقت دیکھائے بادشاہ نے امرائے دربار سے پوچھا۔ انہوں نے کہا، جس امرائے سرکار کا فائدہ ہو۔ اس میں ہماری عین رضا ہے بادشاہ نے اس کی شرط منظور کی۔ دو آیا۔ اور اگر تمام امراد کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ سے سبب پوچھا۔ کہا میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حضور کے درباری اپنے اعزاز کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ یا بادشاہ کے فوائد کا۔ الحمد للہ کہ میں نے سب کو حضور کا ہوا خواہ پایا۔ اور جب تک امراد میں یہ وصف باقی ہے۔ سلطنت کو کوئی زوال نہیں۔ اور میں تو کمترین بندگان عالی ہوں۔

(۲)

ایک دفعہ شاہجہان نے اپنے ایک امیر منو خاں سے پوچھا کہ تم ہم سے عمر میں کس قدر بڑے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ خدا نے فدوی کو حضور کی خدمت کیلئے تین برس پہلے پیدا کیا ہے۔ بادشاہ اس مؤدبانہ جواب سے بہت خوش ہوئے

(۳)

محمد بادشاہ کے حضور میں ایک مرتبہ امیر خاں اور برہان الملک حاضر تھے۔ بادشاہ نے کہا۔ پوت۔ سپوت اور کپوت کی تعریف کیا ہے؟

امیر خاں نے عرض کیا۔ پوت تو حضور ہیں کہ اپنے والد ماجد کی طرح بادشاہ ہیں۔ اور سپوت برہان الملک ہیں کہ جن کے والد کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور اب یہ شہرہ آفاق ہیں۔ اور کپوت یہ تنگ خاندان ہے۔ کہ اپنے باپ دادا کی دولت و ثروت کو بھی کھو بیٹھا ہے۔

(۴)

جہانگیر کے دربار میں ایک دفعہ شاہ ایران کا سفیر آیا۔ بادشاہ نے اس کو اپنی تمام فوج دکھائی۔ سفیر نے راجہ قتل کی فوج کی بڑی تعریف کی۔ بادشاہ نے کہا۔ یہ احمقوں کی فوج ہے۔ ان میں باہم بڑی عداوت ہے۔ اگر ان میں اتفاق ہوتا۔ تو ہم بادشاہ ہی کا ہے کو ہوتے۔ (ابوظہر)

القریش جن احباب کی خدمت میں نمونہ حاضر ہوتا ہے۔ وہ اپنا پیاز چندہ بذریعہ سنی آؤں بھجوا کر مشکور کریں۔ درغزانی رائے سے دفتر کو مطلع کریں۔ بصورت خاموشی کسی کارساز بصیغہ وحشی بھیجا جائے گا جس کا وصول کرنا ان کا قوی و اعلانیٰ فرض ہوگا۔ "مینجر"

عربی الاصل شرفائے عرب استاد قریش کی نمائندہ جماعت

ندوة القریش کے مقاصد

- (۱) تبلیغ و اشاعت اسلام *
- (۲) تعلیمی، معاشرتی، اقتصادی اور زرعی ترقی کے مسائل پر عمل *
- (۳) السدا و رسوم قبچہ *
- (۴) افراد قوم میں اتحاد و یکانیت، اخوت و مروت، صلہ رحمی و ایثار، حسن اخلاق، احسان و مہربانی اور داد و داری کی خوبہ اکرنا *
- (۵) اعمال حسد سے رد و البط و ضوابط باہمی مستحکم و استوار کرنا *
- (۶) تحفظ طائیفہ و قومی تفہیم *
- (۷) غیر مستطیع تحقیق کی مناسب امداد و اعانت۔ چندہ داخلہ عمر۔ چندہ ممبری سالانہ غیر

قوم کا پیغام فرزند قریش کے نام

درودندان قوم ذیل کے پیغام کو جو ریز و بیخون کی صورت میں پیش کیا گیا تھا۔ بغیر طالعہ کریں۔ اگر کچھ دل میں درد اور حسرت موجود ہے تو اس پر فرائض کی سہولت کے ساتھ عمل کیسے تیار ہوں کہ فلاح و ارتقا نے قومی کار راہی میں مضمر ہے۔

صوبہ دہلی۔ یو۔ پی۔ اور صوبہ پنجاب کے ۱۲ اضلاع کے قریشی نمائندگان کی موجودگی میں ۲۹ جون ۱۹۳۳ء کو ندۃ القریش کے افتتاحی اجلاس میں ذیل کار و بیخون متفقہ طور پر منظور ہوا۔ اور القریش کی خدمات کے صلہ میں قوم کی طرف سے زر نقد کی تسلی پیش کی گئی

”ندۃ القریش کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب رولنس میرا القریش کی ۱۴ سالہ سعی کو عموماً اور گزشتہ اڑھائی سالہ خدمت جلیلہ کو جو انہوں نے مراہیت کے ادعا سے قریشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ مواد تاریخی کی اشاعت میں بوجہ احسن انجام دی ہیں۔ خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا بخیر ذکر کرتا ہے کہ اظہار تشکر کے طور پر آپ کی خدمت میں قوم کی طرف سے کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپیہ کی تسلی پیش کیا جائے۔ وغیرہ۔ اجلاس برادران قریش اپریل ۱۹۳۳ء کو ندۃ القریش، ایسے مفید ترین قومی ارگن کی ادارہ و افتتاح کے علاوہ پہلی توسیع شافعیں پر بھی بوجہ تشکر پیش کیا۔“

نیز برہنہ پر پیش واقعہ ہاں باز در قریش محمد علی رولنس پرنسپل اور محمد علی رولنس پرنسپل نے دفتر القریش قلم شریفہ پر در قریش شائع کیا۔ (الذی موجود ہے)

Regd L. No. 1474.



Printed at the 'Vishal-Hind Press',
Holi Bazar, Amritsar.
Place of Publication,
Shardul Gaur, Amritsar.



مجله ادبی و تاریخی
آرشیو
القرن
چهارم

Editor :—

Mohammad Ali Raunaq.

Annual Subscription Rs. 3/- Single Copy Annas 4.

بَحْضُو خَيْرِ الْاَنَامِ صَلَّعَمُ

(دعا شیخ غلام حسین صاحب شاکر متدینی کے قلم سے)

بے خانماں غلام کا مولا سلام لیں قصویٰ کی اپنے اتھیں اٹھ کر نام لیں دستِ علی سے آج بھی پہلا سا کام لیں! ہے حکم یہ ہمیں کہ نہ اللہ کا نام لیں! ہم بُت نہیں جو تم سے نہ بدلے تمام لیں	کردٹ خدا کی واسطے خیر الانام لیں اسلام پر ہی لویش اعداز شش جہت بُت گھس رہی ہیں زور سے کعبہ میں الغیث یہ تہمتوں کی خدائی میں امِ حضور محمود کو پیام ہے یہ سومنات کا!
---	--

جب ال ہو یہ اپنا تو جا کر کہاں پناہ

جز آپ کے اے ماہن گر دوں مقام لیں

اگر زوں کو حکم ہو کہ ذرا انتقام لیں اب تو ذرا حضورِ غلاموں کا تمام لیں	خوشید پر ہے حملہ خفاش للعب چکر میں مثل سنگِ فلاخن ہیں دیر سے
--	--

شاکر کی التماس یہی ہے حضور سے

سرمرہ ہر ایک ننگ ہو پھر برقی طور سے

سعادتِ داریں کا ایک ورق

مرزا غلام حسین صاحب شاکر صدیقی کا نام نامی کسی تعریف و تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کے منہج و منشور
مضامین اپنے مخصوص انداز اور اعلیٰ سیار کی وجہ سے دنیا کے ادب میں عزت کی نطسوں دیکھے جاتے ہیں
”سعادت داریں“ کے نام سے آپ کا مجموعہ کلام شائع ہونے والا ہے۔ نفا یا ان علم و ادب اسے ضرور خریدیں۔
قیمت غالباً پندرہ ہوگی +

دیدہ و دل دہمیں اک رب ابرہیم دے
کافر آئیں سلوں کو شیعہ تسلیم دے
پیشاں ہوں جس سے گل وہ سقیم دے
اس گل مردہ کو یعنی سوزِ ہفتِ اقلیم دے
یاد اسکی ہم کو جامِ کثر و تسنیم دے
محفلِ تخصیص کو آئینہ تعلیم دے
پھر ہمیں یارِ بشارتِ مژدہ شکریم دے
دستِ حرمت ہمیں وہ فہم اور نفہیم دے

پاک بنی و طیش آکر جنہیں تعظیم دے
گلشنِ توحید میں اک بار چہرہ آئینہ بہت
ہو رہا ہے گلشنِ ملتِ الہی بزرگ بزرگ
سینہِ مسلم میں ہو گہوارہ برق و رعد کا
بہرہ و کردارِ عشقِ محمد سے ہمیں
دیکھ لے رُوئے اخوت آپ اہیں جلوہ یز
غرتہِ تدلیل میں ہم تیرے وعدہ بھول کر
جس سے احساں زیاں ہو جائے یارب سو خوش

ظلمتِ ایجاد ہے وہ نور دے ایمان کا

جس سے سینہ تاب ہر اک حرفِ ہو قرآن کا

القریش اترتہ

جلد ۱۹ - نمبر ۵ - ۶

قصابوں کی روشیت پر لمحہ فکریہ

مولفین "تاریخ امر وہبہ" و "تاریخ الشیوخ" کے جگنماہ پر ایک نظر

الحق حشر

ہندوستان میں قوی افغانوں کا مرض اس قدر بھگیر رہ گیا ہے کہ ہر شخص کسی نفوق کا دیدار نہ نظر آتا ہے۔ جملہ اگر اچوت بننے میں نالاج و نبی جھٹا ہے تو تیلی ملک زادگی میں نکات اخروی خیال کرتا ہے مگر ان کے گمراہنے غافلان کے غافلان، کسی آدمی ہ گئے۔ کرنی میدان میں غلط ہوا کوئی افغانوں میں جاگسا۔ کوئی مثل بن گیا ہے تو کوئی جاٹ۔ اور جسے کوئی ٹھکانا نظر نہ آیا وہ قریشی اہل سریشی سی ہاشمی، اہل ماشا و اللہ

پہلے تھے ہم نیم چولا ہے بعد بنے ہم دوزی

بہر پھر میں سیتدین گئے دیکھو خدا کی مرضی

خیر القرون کے مسلمان، القابہ پر میز گاری میں بڑائی و برتری سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اللہ اگر حکم دے اللہ القلکھو،

معیار نفوق تھا۔ اور میں مدی میسوی کے مسلمان ذات پات میں بندی و برتری دیکھتے ہیں۔ سادہ نص صریح کا ذرہ بھر عافا

نہیں اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجعون۔

کاش یہ جنون مسلمان بننے کے لئے ہوتا۔ خط القاء و پر میز گاری کے لئے ہوتا یہ ولایت و عاقبت اور خدا و رسول کی

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشند خدا لئے بخشندہ

ہمیں کچھ نہیں آتی کہ اصل نسل ترک کرنے میں کتنا مفاوضہ ہے۔ اور کیا محبت ہے جس سے نجات پانے کیلئے یوں جہاد ہوتا ہے غریب قریش سے کیا خطا ہوئی کہ اسے یوں غلط نسل بنانے کیلئے سعی و جہاد کا بے پناہ سیلاب اٹھا کر رہا ہے۔ جسے دیکھ کر قریشی اور پیرامی برس نہیں قریشیت کے سنی کا فرض ادلیں یہ بچتا ہے کہ صحیح نسب قریشیوں کو غلط نسل ثابت کرنے کیلئے اسکا فی ساعی مل رہا ہے۔ اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دے۔ کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ پنجاب کے مرہیوں نے قریشیت کا دعویٰ کیا۔ اور چھوٹے ہی نسب اطہر پر آواز سے کسے شروع کر دیئے۔ اور اعلان کر دیا کہ مرہیوں کے سوا دنیا میں بہ قدر قریشی ہیں سبکے سب جعلی یعنی ہیں۔ رسول اکرم حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر حضرت علی وغیرہم منوان اللہ علیہم کا اگر کوئی دنیا میں نشان باقی ہے تو مرآسی با باقی سب فرضی اور گردن زدنی ہیں۔ لیکن

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصول سے

ان کی حکایتیں اور ذیل سازوں کا دلوں میں تار و پود کچھ گیا۔ نشر کر رہا ہو گیا۔ اور انکی قریشیت ایک بے تعبیر کی خطا ہو کے رہ گئی۔ جاء الحق و زكوا الباطل ان الباطل كان زهوق۔ اس کے بعد یوں تو دھینے، دھوبی، دھوا، ترکمان معمار، بڑھسی وغیرہم سب ہی کہہ اٹک گئی۔ اور فرض متعدی کا شکار ہو گئے۔ اور کوئی ایک بھی باقی نہ رہا۔ جو قریشیت کا دعویٰ نہ ہو لیکن قریشیوں کی سلطنت چھیننے کیلئے جو منظم سازش قصاب برادری کی طرف سے کی گئی وہ مدیم التفسیر ہے۔ اس کی اس جرات بہادری اور شجاعت و لبالت کا تذکرہ تاریخ عالم میں از بریں حرف سے کیا جائیگا۔ آئینہء نسبین اس سے سین لینگے، سن کے حوصلے بڑھیں گے۔ ان کے دل دلیر ہونگے۔ اور قوی مد جسبزیں شاق و ماہر کامل ثابت ہوں گے۔ نسبی زرقیاں قدم میں گی سبزگوں کی رومیوں خوش ہوگی۔ آؤں بادریں ہمت مودتوا

قصاب برادری کا یہ کارنامہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں۔ کہ یہں ہے انتہائی سے ٹھکر اڑایا جائے۔ دنیا میں یہ بھی ایک کام تھا جو پہلے نگاہوں سے دیکھ کر گزرے۔ خدا نے انہیں توفیق دی اور ان کی تمیزات اکارت دے گئیں۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ہیں تو قصاب برادری نے محمد بن قاسم فتح سندھ کے زمانہ کی کوئی ہوئی قریشیت انتہائی سعی و جہاد کے بعد ۱۱۲ھ میں تلاش کر لی۔ اور قریشیت سمجھ کا اعلان کر کے جمعیۃ القریش قائم کر دی۔ ڈیڑھ بیڑیں گھوڑے۔ و فودے دوڑا کیا۔ اور ہر جگہ اور ہر مقام کے قصاب حضرات کے کان میں کہ دیا کہ "چونکہ تم گوشت بیچتے ہو قصابیت تمہارے نام سے زندہ ہے۔ لہذا تم قریشی ہو بس پھر کیا تھا جہد و شان و پنجاب کا تمام قصاب خواہ وہ پیشہ کے لحاظ سے قصاب تھے۔ اور خواہ نسب نسل کے اعتبار سے تمام

کے تمام قریشی بھتیجے، مومنوں کی وراثت ہاتھ آئی۔ محمد اللہ علی ذالکتاب مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ نصاب حضرت کی قریشیت کا فائدہ دین کو کیا پہنچا۔ اور دنیا کو کیا؟ اس تعقیب و تشریح کے لئے بھی دنیا کی آنکھیں منتظر ہیں کہ اس نمک و دوداؤ پر نگار خیزی کا صلہ خود نصاب برادری کو کیا اور کس شکل میں ملا۔

ہیں اس درد مری کی ضرورت لاحق نہ رہتی اگر ”القلیش“ نامی ٹریکیٹ ہمدی نظر سے نہ گذرتا۔ یہ صغیفہ ہمیں سید عالم عباس صاحب امروہی کے توسل سے موصول ہوا ہے اور عجیب دلچسپ ہے۔ ”سردیق پر“ القیش“ مشرعوذو اللہ صاحب کی تاریخ امروہہ کا دندان شکن جواب ہے۔ مرقوم ہے۔ ”نولف کا اسم گرامی اسی صغیفہ پر لکھ لکھ رہے۔“ حاجی الحرمین الشرنوبی مفتاح امام الدین امام اکبر آبادی جنرل سکرٹری آل انڈیا جمعیتہ القیش“، یہ الز اعترافات کا گرامر جواب ہے۔ جو مولف تاریخ امروہہ نے قضاہاں کے ادعاے تشریت کے ضمن میں کئے ہونگے۔

تاریخ اروپہ ہادی نظریے نہیں گذری۔ البتہ اس کے ناظم دراقم مشر محمود اوجو صاحب کو ایک دفعہ غالباً وسط سترہ
میں امرتسر کے مقام پر دیکھنے کا اتفاق ضرور ہوا۔ چند گھنٹہ کی مجلس میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ مقرر موصوف لبعاً کچھ تیز
تلخ واقع ہوئے ہیں۔ اور لڑائی مول لینے میں انہیں بہرہ وافر حاصل ہے۔ اس لئے یقین ہو سکتا ہے کہ تصابیت کی حرثیت
کی بحث میں اپنے اعتدال سے تجاوز کیا ہو اور علمی و تاریخی تحقیق میں تنازعہ و تنبیہ کی کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے تصاب حضرات
کو کچھ کہ گئے ہوں۔ غالباً ”دہلی کچھ“ حاجی ابوحنیفہ اشرفیوں کی اشتغال طبعی کا موجب ہوا۔ اور آپ کا سامانہ رنگ میں سبب
کے لئے مجبور ہوئے۔ آپ نے صرف مولفہ تاریخ اروپہ کو ہی بلکہ تمام قریش اور خرفائے عرب کو ایک ہی لاشعری لٹک لیا ہے
فاضل مورخ ذرا اعتدال کو لٹکتے دیکھتے اور نہ قوم کو یہ صلواتیں سننی پڑتیں۔

ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کہے ویسے سُنے

راہِ اعتراضات اور ان کے جوابات کا سلسلہ اس کے لئے تو بلا خوف و لومۃِ عالم نہایت آزادانہ طور پر ہم کہنے کیلئے بنایا ہے۔ کہ نہ اعتراضات اعتراضات ہیں اور نہ جوابات جوابات، اگر اعتراضات کو دلائل و براہین سے کوئی نسبت نہیں تو جوابات بھی ان اوصاف سے معرّض ہیں۔ نہ معترضین ان کے دعوئی کے کماحقہ تکذیب اور نہ جواب دینے والے کماشیبی اس کی تصدیق کر سکتے۔ تیزی کا جواب تیزی سے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے مقولہ پر عمل کیا گیا ہے۔ اور مجتہد سے دوزخ کھل کر دنیا کی الجھنوں میں مقصد و مطلب کو فوت کرنے کی سرکس نہیں رکھی۔ اس لڑکھن میں کائناتِ تفسیر زراور تفسیر وقت کے سوانہ ہونا تھا۔ اور نہ ہوا۔ کاش "حاجی المحرمین الشرفین" ہی جذبہ انتقام میں اپنا دماغ پریشان کرنے کے بجائے مہر و تحمل اور ہمت و بردباری سے کام لیتے ہوئے کوئی پتہ کی بات کہہ دیتے۔ تو قصہ ہو جاتا۔ اور دنیا کی نتیجہ پر ہونے والی

جسستی سے "تاریخ المستعصر" جس کا تذکرہ "حاجی محمد امین الشافعیین" کے "معینہ گرامی" میں کیا گیا ہے یہی ہمارا
نظر سے نہیں گزری۔ اور جب تک کوئی چیز اپنی آنکھوں دیکھ نہ لی جائے۔ اس کے حسن و قبح کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی

جاسکتی۔ حاجی المحرم الشریفین، ذرافرخ دلی سے کام لے کر اپنی تاریخ چند ادارہ دل اور اخبارات کے مفاتر میں بھجوائے فیصلہ کرتے تو آپ کے دعویٰ کو دہا ل کی کسوٹی پر پانچے پرکھنے کا موقع مل جاتا۔ لیکن دورِ دپے یہ دہا ل کے بغیر آپ اسے ہوا نہیں لگانا چاہتے۔ حالانکہ دنیا کو قائل کرنے کیلئے اشیاء و حوصلہ شرط ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا تو کسی جنگ نامہ میں ہی کوئی خاص حوالہ دیدینا چاہئے تھا۔ مگر انھوں نے یہ بھی نہیں کیا گیا۔ پھر کسے کیا مصیبت پڑی ہے۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ بازار معیشت بے طرح سوہے۔ آپ کے دعویٰ کے جواز و عدم جواز کسے آپ ہی کی تالیف مول لیتا پھرے۔

راقصہ برادری کے دعویٰ قریشیت کے صدق و کذب کا سوال اس شخص میں ہم اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے شخص اپنے اعمال کا ذمہ دہ ہے اور جزا و سزا مستوجب حاجی المحرم الشریفین، کو قریشیت مبارک رہے اور کفارہ گناہ کا موجب ہو اس مسئلہ میں سوئے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ آپ سخت غلطی پر ہیں۔ اور بلا تینر لب نسل پنجاب کے ہندوؤں کے گوشت خوردن کو قریشیت کی سند عطا کرنے میں آپ کا ایک ایسے گناہ کا ارتکاب ہوا ہے جبکہ کوئی کفارہ نہیں ہو سکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فداء کے نسب پاک پر حملہ کوئی معمولی بات نہیں اور یہ جرات دیدہ دلیری کے مترادف ہے۔ اور وہ اس لئے کہ تمام قریشیت بچنے والے ایک ہی نسب نسل سے نہیں ہیں۔ یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ صحیح النسب قریشی میں سے کسی کنبہ قبیلہ کے افراد نے پیش قصاب اختیار کر لیا ہو۔ لیکن یہ ہرگز ممکن نہیں۔ کہ ہر قصاب قریشی ہو۔ امر سولہ ہور میں اس وقت دوہ کے قریب قصاب ہیں۔ جو نسب و نسل کے لحاظ سے کبیر برادری سے تعلق رکھتے۔ اور اسی برادری سے رشتہ ذاتیہ اور دلیل جمل کرتے ہیں تحقیق و تجسس کے بعد معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بعض ذمہ مند ہی اہل بھی گوشت خوردن سے شکم پر ہی کر رہے ہیں۔ پھر کس طرح یہ سمجھا جائے کہ حضرت حاجی المحرم الشریفین، کا یہ دعویٰ صحت پر مبنی ہے۔ اور ان سے نسب اہل ہرے گستاخ نہ سلوک نہیں ہوا؟ اعتنائے انصاف یہ تھا کہ اگر کسی قصاب کو نسب لڑے کے بعد اس بات کا حتمی و قطعی نتیجہ ہو گیا تھا۔ کہ وہ عربی الاصل اور قریشی نسل ہے۔ تو اسے اپنی انسی برادری کی جانب رجوع کرنا چاہئے تھا۔ نہ کہ پیشہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک نسب کو دلیل لگیدنا شروع کر دیا جاتا۔ یہ باتیں جو حاجی المحرم الشریفین، کے دعویٰ کے خلاف ڈگری دی ہیں۔ ورنہ خدا خواستہ نہ ہیں آپ کی ذات سے کوئی پرغاش ہے۔ اور نہ مورخ تاریخ امرتسر کو کوئی وجہ تناد ہونی چاہئے۔

ان حقائق اور مصاف صاف باتوں کے بعد بھی اگر حاجی المحرم الشریفین، اپنے دعویٰ پر نظر ثانی کی تکلیف اٹھا دے نہ فرمادیں۔ تو پھر قریشیت کو خدا لئی کے دعویٰ میں بالک نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے خیال میں اس کے بعد اس صحت پرغاشہ فرسائی کی ضرورت نہ رہے گی۔ کیونکہ خدا کو دیکھیں صحیح نتائج نہ کبھی مرتب ہوئے اور نہ ہونگے۔ خدا ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

احساسات

آہنگ عمل

(قوم)

(از مکیم سرور احمد صاحب مجدد با لونی)

کام کی باتوں سے نفرت قوم کو
 مہر و الفت سے ہیں منہ موڑے ہوئے
 ان کو دشت ہوتی ہے تعلیم سے
 عیش و عشرت پر ہیں دل سے کاربند
 ہوش بھی ہے تو تغافل کوش ہے
 فکر آزادی کا اپنی کچھ نہیں
 ساتھ گمراہوں کے آوارہ ہیں یہ
 آنکھیں اپنی کس لئے کھولتے ہیں یہ
 دن بدن افول ہے نہیں کیوں لفاق
 تاکے یہ افتراق وانشقاق!
 دور کو سول منزل مقصود سے
 سار الطیف زندگانی کھو چکے

دور بینی سے ہے نفرت قوم کو
 صنعت و حرفت کو ہیں چھوڑے ہوئے
 ان کو نفرت ہوتی ہے تنظیم سے
 ببل و گل کے ہیں افسانے پسند
 جوش ان کا ایک دقتی جوش ہے
 ان کو احساس غلامی کچھ نہیں
 حس خیر و شر سے ناکارہ ہیں یہ
 سامنے اندھول کے کیوں رکتے ہیں یہ
 کیوں گذرتی ہے محبت ان پہ شاق
 کاش ہوتا ان میں باہم اتفاق
 اپنی سستی کے سبب سے رہ گئے
 بالآخر آزادی سے اپنی دھو چکے

دیکھتے ہیں اُس لئے سوئے فلک
 رہنمائی کے لئے آئے ملک

تاریخ اسلام کا ایک واقعہ

فرزند رسول کی وفات پر آنحضرت کی صدا آئین تبلیغ

(از جناب لدی عنایت علی صاحبہ ناظر تبلیغ قرآنی مملکت)

اسلام دہم پرستیوں اور خوش اعتقادیوں کے خلاف ایک کاری حربہ ہے۔ وہ تو اوہام پرستیوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اور نہ اس میں اس چیز کی گنجائش ہے۔ وہ دلیل ہے برہان ہے ہدایت و نور ہے۔ اور بے بڑاھ کر افعال قدرت کا مظہر ہے۔ اسلام کے داعی اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کی طرف سے حکم ہوتا ہے قتل اعداء دعوا الی اللہ علی البصیرۃ انا ومن اتبعہ۔ اے نبی! کہ دو کہ میں خدا کی مخلوق کو امتد کی طرف بلاتا ہوں۔ و لائل ولعیرت کے ساتھ جو میرے پیروکار ہیں۔ ان کا یہی طریقہ ہو گا۔ اسلام عیسائیت کی طرح کسی فرسودہ اور ضلالت فطرت تعلیم کا مصلوب نہیں۔ اس نے جو کچھ کہا وہ انسانی فطرت کی صحیح آواز ہے۔ اور وہی چیز دنیا کے سامنے پیش کی۔ جس کو ہزار نامیں بقا کی دولت حاصل ہے۔ غرض اسلام دہم پرستیوں اور زود اعتقادیوں کا نام نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا لائحہ عمل ہے جس کی بنیاد فطرت سلیمہ پر رکھی گئی ہے۔

فرزند رسول کی وفات کا واقعہ

اس حقیقت کو سمجھانے کیلئے خود داعی اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو مخالف و موافق ہر دو کیلئے درس عبرت ہے۔ پیغمبر اسلام کے ایک لاڈلے بیٹے ابراہیم تھے۔ جن سے حضور کو بہت ہی محبت تھی۔ آپ جب بیمار ہوئے۔ تو حضور کو سخت روحانی آفت پہنچی۔ ایک روز معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم مرض الموت میں مبتلا ہیں۔ اور عنقریب وہ اس دنیا کو چھوڑنے والے ہیں۔ حضور انور کے پاس ایک فاقون ابراہیم کو گود میں اٹھا کر کہنے لگی آپ نے ان کو کھنسا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ چند ساعتوں کے یہاں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی اس حالت کو دیکھ کر حضور پر نور سے نہ رگ گیا۔ اور آپ کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔

آنحضرت کی اس بے تابی کو دیکھ کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو رسول کو رونے سے منع فرمایا کرتے تھے خود آپ کی آنکھیں کیل پر رگب ہیں؛ حضور نے فرمایا کہ آنسوؤں کا نکلنا تو شفقتِ پدری کا ایک تقاضا ہے۔ اس سے میں نے منع نہیں کیا۔ کیونکہ انسان کا اس پر کوئی اختیار نہیں۔ بلکہ میں نے جس چیز سے منع کیا ہے۔ وہ جاہلیت کا رونا ہے بے فائدہ وہ لوگ خدا کے نزدیک مجرم ہیں۔ جو چیخ چیخ کر گریان بھارت کر دتے اور چہرہ پر تھپڑ مارتے ہیں۔ لیکن

بے اختیار رسولوں کا نکل جانا اس میں دخل نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس پر تجتے ہوئے فرمایا: القلب یعون والعیانی تنزی خلل وانما بقی کلک یاہراہیمہ لخر دون۔ دل رنجیدہ ہے اور لکھیں انگہاریں۔ اور اسے فرزند ابراہیم! میں تیری جدائی سے منہم ہوں؟ اتنے میں جگر گوشہ رسول کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اور آپ صحابہ کرام کے ساتھ اس بچہ کو قبرستان میں لے جا کر سپرد خاک کر دیتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی وفات سے وہ دشمنان اسلام بہت خوش ہوئے۔ جو آپ کے مشن کی تخریب کے درپے اور اسلام کو نیست و نابود کرنے میں آپیش پیش تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ خوب ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک ہی فرزند تھا۔ وہ بھی جل بسا۔ اب آپ مقلوع النسل اور بے اولاد رہ گئے ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ آپ کی نسل نہ ہونے سے اسلام کا نقشہ (الغزوہ ہند) زیادہ نہیں بڑھ سکیگا۔ اور آپ کی وفات کے بعد کوئی شخص بھی اس کا نام لیبا نہ رہے گا۔ غرضاً عرب جو آنحضرت اور اسلام کی ترقی سے جلے جلے بیٹھے تھے۔ اس واقعہ سے بہت خوش ہوئے۔ اور غزوہ بدر آپ کو ان کی طرف سے نسل بریدہ کا خطاب دیا گیا۔ لیکن چونکہ اسلام ایک صداقت ہے۔ اس لئے اس کو نہ فرزند رسول کی ضرورت تھی۔ اور نہ کسی اور معاون و مددگار کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی ان حرکتوں سے کوفت نہیں ہوئی کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ اسلام آفتاب کی مانند آسمان دنیا کے نصف النہار پر پہنچ کر زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کرے گا۔ اور مخالفین خود بخود مٹ جائیں گے۔ لیکن تاہم وحی منزل نے مخالفوں کی اس غامضی خوشی پر یہ کہہ کر پانی پیروا۔ (اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْکُوْثُرَ فَصْلَ لِرَبِّکَ وَالْفَهْمُ اِنْ شَانَاکَ هَکَآ اَبْقَی) ۱۰۰ نبی! ہم نے تم کو خیر کثیر عطا کر دیا ہے۔ اور تمام صلائیوں اور خوبیوں سے تم کو سرفراز کر دیا ہے۔ آپ اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہوئے۔ اور قرآنی کعبہ بیشک آپ کے دشمن ہی کا نام نسل بریدہ اور فاسد و خاسر رہیں گے! چنانچہ یہی ہوا کہ اسی عرب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان و مال و عزت و آبرو قربان کرنے والے آج بھی چالیس کروڑ مسلمان زندہ موجود ہیں۔ اور بڑے بڑے سلاطین آپ کی غلامی و اطاعت کو اپنی شجاعت کا زلیخہ سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ مخالفین اسلام جنہوں نے حضور کو نسل بریدہ کا خطاب دیا تھا۔ دنیا سے اسی طرح خلافت و غائب ہونے کے کہ گویا کبھی اس دنیا میں آئے ہی نہ تھے۔

ابراہیم کی ولادت اور چاند گہن

ادھر تو یہ اشارہ تھے جو حضرت ابراہیم کی ولادت پر خوشیاں منا رہے تھے۔ اور دوسری طرف ایسے مسلم الفطرت لوگ تھے جو واقعہ وفات کے بعد اسلام قبول کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ان کی بات ہے کہ جس مدد حضرت ابراہیم اور فرزند رسول کا انتقال ہوا۔ اسی شب کو چاند گہن شروع ہو گیا۔ عرب کے بعض کمزور اور راہم پرست لوگوں کے نزدیک یہ واقعہ سخت المناک تھا۔ وہ فوراً دوڑ کر مسالکتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم مسلمان ہونے کے لئے آئے ہیں۔

آنحضرت: تم کہیں مسلمان ہونا چاہتے ہو، اسلام میں تم کو کیا خوبی نظر آئی؟

لوگ: یا رسول اللہ! ہم کو یقین ہو گیا ہے کہ آپ خدا کے پیچھے رسول ہیں۔ کیونکہ آج ہی حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوا۔ اور آج ہی چاند گہن میں آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے فرزند کا نام افلاک پر بھی ہوا ہے۔ یہاں تک کہ چاند نے بھی ماتمی لباس پہن لیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑھ کر اور کونسا موقع تبلیغ اسلام کا ہو سکتا تھا۔ لوگ آپ کے در پر کھڑے ہیں۔ اور ستر عا کر رہے ہیں۔ کہ آپ ہم کو مسلمان کر لیجئے۔ لیکن انوار العزمؐ نبی کی راست گفتاری اور جنتی گوئی ملاحظہ ہو، آپ فرماتے ہیں:۔

”تہار این خیال باطل غلط ہے کہ براہیمؑ کی وفات کی وجہ سے چاند گہن میں آ گیا۔ اور اس نے ابراہیمؑ کے غم میں ماتمی لباس پہن لیا۔ یا دیکھو آفتاب و مہتاب کو کسی کی موت و زندگی سے کوئی تعلق نہیں“ یہ اللہ کی نشانیوں میں ملو اللہ جس طرح چاہتا ہے۔ اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے۔ اگر ابراہیمؑ کی آج وفات نہ ہوتی تب بھی چاند گہن ہوتا۔ ارضی و سماوی کارخانے علیحدہ ہیں۔ ان کو کسی کی موت اور زلیست سے کوئی تعلق نہیں“

اگر اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ نہیں۔ تو خاموشی ہی ہو جاتے۔ اور ان لوگوں کو مسلمان کر کے اپنی قوت میں افادہ کرنے۔ لیکن نہیں۔ آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی بنیاد مستحکم نہیں ہے۔ ان کی ایک غلط بات نے دہنیا کی کی ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ آنحضرت کی بعثت کی غرض یہ بھی تھی۔ کہ دنیا کو غلط خیالات اور بد اعتقادیوں سے نجات دلائی جائے۔ اس لئے یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ آپ خود ہی اس دہم پرستی کی سرپرستی فرمانے لگیں۔ اور ایک غلط اور کمزور بات کو کسی قوم کی رہنمائی کا ذریعہ تصور فرمائیں؟

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اسلام میں غلط خیالات کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ وہ بعیت ہے برہان ہے۔ دلیل ہے اور اگر کوئی اسلام قبول کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ دلیل و بعیت کی روشنی میں قبول کرے نہ کہ تمہیل پرستی کی تاریکی میں۔ اس واقعہ سے جہاں داعی اسلام (نداء ارواحنا) کی راست گفتاری۔ صداقت شکاری اور حق گوئی کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام کی شاعت کے لئے ایسے اصول پیش کئے جائیں۔ جو اٹل اور انسانی فطرت کا پختہ ہوں +

آپ نے اخبار کے مالک۔ اردو اخبار نویسین سب سے پرانے ایڈیٹر معنف و
معنف وسط سٹی میں انتقال ہوا۔ خدا مغفرت کرے +

آہ مولوی محبوب عالم

حضرت سید القبر

(ڈاکٹر گسٹوڈیرکس کے قلم سے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا مسئلہ مشکل تھا بھی اور رہا بھی۔ خلیفہ کی تخت نشینی کی وجہ سے جو دنیاوی حاکم ہوئے کے علاوہ روحانی پیشوا بھی تھا۔ بظاہر ایک شاہانہ حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔ اور اس صورت کو عربوں کی فطرت و خصلت ناپسند کرتی تھی۔ اور جس طرح عربوں نے بادشاہ کی ذات میں ساری طاقت مجتمع ہو جانے کے خلاف احتجاج کیا۔ (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک عربوں کی کثرت رائے رہی بادشاہ کو اقتدار شاہی نصیب نہ ہوا) اسی طرح اس عمل سے بھی اختلاف رائے کیا رہا۔ وہ جسے کفر و خلافت عباسیہ کے زمانہ میں جبکہ اس کی فوجی طاقت اپنے عروج پر تھی اور تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے کوئی سلطنت اس کی ہمسر نہ تھی۔ کسی شہر یا صوبہ کے اندرونی معاملات میں خارجی مداخلت کی اجازت نہ تھی۔ اور یہی وہ جذبہ آزادی اور احساس انفرادیت تھی۔ جو ہر اس نظام سلطنت سے شروع ہی سے مخالفت پر کمر بستہ تھا۔ حکومت ملکی کو اقتدار ملوکہ کا نہ کما حقہ بنادیتا تھا۔ لیکن یہ سب بڑی مشکل نہ تھی۔ کیونکہ خلفاء راشدین بھی اپنے جذبات و احساسات قومی کے لحاظ سے سر پائے عرب ہی تھے۔ جس طرح خود ان کے پیشوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ اگر ملکیت قائم کی گئی۔ تو عربوں کے جذبات کو بغیر لگ جانے گی۔ اور ان کے حقوق کی سادہ کے احساس کو مدد پہنچ جائے گا۔ حکومت کا تخیل اور مذہب کا تخیل عرب کے لئے ایک ہی چیز کے دو نام تھے۔ ان کے لحاظ سے حکومت نام تھا۔ ایک جماعت کا اور خلیفہ اس جماعت کا امام یعنی ماہنہ یا ہادی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خلیفہ کو شاہانہ خطاب سے سرفراز کیا نہ یاد کیا۔ مثلاً شیخ یا ملک کے لقب سے نہیں پکارا۔ اور اگر آگے چل کر لفظ خلیفہ کے ساتھ اقتدار سیاسی بھی وابستہ ہو گیا۔ تو یہ بات سیاسی زندگی کے نشوونما کی وجہ سے ہوئی۔ جو رفتہ رفتہ خلافت الہیہ اشتراکیت اور جمہوریت کے منازل اعلیٰ ملے کر کے دفتری حکومت اور خود مختار سلطنت کے درجہ پہنچ گئی۔ عربوں کا مطالبہ یہ تھا کہ انہیں آزادی فیصلہ حاصل ہو۔ اور حفاظت خود اختیاری اس جنگ کے اگر ضرورت ہو تو وہ خلیفہ کے مقابلہ میں بھی اپنی شخصی آزادی برقرار رکھ سکیں۔ ادبیہ بات اس صورت سے حاصل ہوئی۔ کہ پہلے نے جس طرح شیوخ اور قضاہ کا انتخاب کیا۔ اسی طرح خلفاء کا بھی اور اس معاملہ میں حتی درانت کو تسلیم نہیں کیا اور فاروق اعظم نے تو اس اصول پر اس شدت کے ساتھ عمل کیا کہ اپنے بیٹے کو علانیہ طور پر جانشینی سے محروم قرار دیا۔ تاکہ اسلام میں وراثت ابا عن جد کا نقشہ قائم نہ ہو سکے۔ اور اگر انہوں نے خلافت کو قسری لیش سے مختص کیا۔ تو اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ بنی کریم کی عزت و انفرادی کی خاطر ایسا کیا۔ آنحضرت قبیلہ قریش سے

تھے۔ بیشک ایسی حالتیں بھی موجود تھیں جن کا خیال یہ تھا کہ ہر عرب بلا امتیاز خلیفہ بن سکتا ہے، لیکن ان کو کبھی اقتدار نصیب نہیں ہوا۔ ابوبکرؓ سے لیکر استعصم بادشاہ تک سب خلفاء قریشی تھے۔

پس خلیفہ دو حاکم شاہیں کا انتخاب ہوتا تھا۔ اور اسکی بادشاہت بھی انتخابی ہوتی تھی۔ لیکن یہ صورت حال ابتدا ہی سے بادشاہت کے حق میں نہایت مضرت ہوئی۔ کیونکہ قبیلہ قریش جو کسی وقت میں بہت بڑا تھا۔ اب دُور نزدیک پھیل چکا تھا۔ اور عیساکر انتخابی حکومتوں میں عام طور پر ہوتا ہے۔ منتخب بادشاہ ہمیشہ وزما اور امرا کے دربار کے حرم پر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس کا اقتدار محض برائے نام ہوتا ہے۔ اور اس کی بادشاہت دراصل ایک میدان جنگ یا باطل سیاست کا نمونہ ہوتی ہے۔

خلافت کی تاریخ تدریجی ترقی کے لحاظ سے تین حصوں میں منقسم ہو سکتی ہے۔ پہلا دور ۶۳۲ء سے لیکر ۶۶۱ء تک خلفاء راشدین کا زمانہ کہلاتا ہے۔ مستقر خلافت مدینہ عقد دوسرا دور ۶۶۱ء سے لیکر ۶۶۱ء تک خلفائے بنو امیہ کا زمانہ کہلاتا ہے۔ مستقر خلافت دمشق تھا۔ تیسرا دور ۶۶۱ء سے لیکر ۱۲۵۸ء تک خلفائے عباسیہ کا زمانہ کہلاتا ہے۔ مستقر خلافت بغداد تھا۔ مغلوں نے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

چونکہ پہلا دور اصول و نظام حکومت کی تدبیر کے لئے بمنزلہ معیار تھا۔ اور اسی زمانہ میں حکومت عرب کو بچہ و صفت نصیب ہوئی جس کی بنا پر اسلام کو آگے چلکر عالمگیر اقتدار حاصل ہو گیا۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے ان اسباب پر نظر ڈالی جائے جن کی بنا پر یہ کامیابی حاصل ہوئی۔

حضرت ابابکر صدیقؓ نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے سچے اور دواور مدد سے حضور کے ارشاداتِ عالیہ ان کی نظر میں متبراعن اٹھائے تھے۔ اور وہ ان پر صدق دل سے عمل کرتے تھے۔ پہلا کام انہوں نے یہ کیا۔ کہ قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیا۔ اور محض انحضرت کی عزت و مرتبہ ہی کی وجہ سے انہوں نے قرآن کی صورتوں کو کسی خاص ترتیب کے ماتحت نہیں رکھا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ یعنی جمع قرآن، اس کی کسی تنقیدی طریقہ کو مد نظر نہیں رکھا۔ (۱) اگر حضرت علیؓ نے جمع قرآن سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ تو اس لئے ان کی رائے میں تحریری الفاظ تجدیدی للاعتقاد کا باعث ہو سکتے تھے۔ اور ایسا ہی ہوا بھی۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ ہر شخص روح اسلام سے معمور ہو کر اپنے اعمال سے اسکا اظہار کر سکے۔

حضرت ابوبکرؓ ایک سیدے سادے اور خالص عرب تھے۔ ان کا طبع نظر بھی قومی اور قدیم ہی تھا۔ اور وہ دوسری رسم اور روایات پر شدت کے ساتھ کاربند تھے۔ لیکن اسلامی اصولوں کی موافقت ہمیشہ مد نظر تھی۔ اور ان کی عظمت کا

۱۵ نفل منسوب نگاہ کو شل دیکر مشفقین پر آپ کے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں قرآن شریف کتابی صورت میں مرتب نہیں ہوا تھا۔ یہ خیال غلط ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآن کریم حضور کی زندگی میں ہی مرتب ہو چکا تھا۔ (ایڈیٹر)

راز بھی اسی بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ اپنی قومی زندگی کو اہم سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ خدائے ان کو نہایت قابل اور ہوشیار سپہ سالار فوج عنایت کیا تھا۔ اس کا نام خالد ابن ولید تھا جس کے زیر قیادت عربوں کی مختصر سی فوج نے فتوحات پر فتوحات حاصل کیں۔ اور روم و زبر و نہر مت حرامت اور ذاتی امتوں میں ترقی حاصل کی۔ خالد نے ان لوگوں کو مذہبی جوش سے معمور کر دیا جس کی وجہ سے یہ لوگ ناقابل برداشت سختی کے ساتھ فتوحات پر نکل گئے۔ خالد ہی کی زیر قیادت انہوں نے ملک شام بے یوں سے چھین لیا۔ اور یسائی عربوں کی حکومت حجاز میں ان کو چھین لی۔ اور ایرانی سپاہ کو شکست فاش دے کر دریائے فرات تک اپنے قبضہ میں کر لیا۔

حضرت ابو بکرؓ کی خانگی زندگی معمولی بدوی کی سی تھی۔ دور ان حج میں خیمہ میں بھی قیام نہ کرتے تھے۔ خود تجارت کرتے تھے۔ اور لباس اور خوراک کے معاملہ میں بھی نہایت سادہ تھے جب دو سال خلافت کرنے کے بعد مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اس خیال سے کہ خلافت کے مقاصد کو نقصان نہ پہنچے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا جنہوں نے ان کی آخری ملائت میں نیابت کا فرض بھی انجام دیا تھا۔ پہلے انہوں نے عمرؓ کی جانشینی کے مسئلہ کیلے کر دیا۔

تجلیات ہاشمی

اب وصل ہو کہ رنج ہمارے نصیب میں
کب تک کریگا چارہٴ خشم جگر کوئی
پھر اعتماد دردِ محبت نہیں رہا
کیا سرفراز کر دیا تیری نگاہ نے
دشست تو لے چلی ہے دیارِ حبیب میں
جب اندھیل ہی نہیں اس کے نصیب میں
پھر آگیا فریب دوائے طبیب میں
یعنی سما گیا ہوں میں چشمِ قریب میں

تعریف سے زبان بھی قاصر ہے ہاشمی

جو وصف ہیں خدا کے رسولِ حبیب میں

(زفر ہاشمی)

عمل کا نام ہی نہیں فقط پر خوش بیانیاں

(از جناب لفظی)

کلیم ہیں نہ طور میں کہاں وہ لن ترانیاں
برائے نام رہ گئیں سلف کی قصہ خوانیاں
نگاہ میں ہیں شریکین، زبان پر ہیں کہانیاں
اُبھارتی ہیں شوق کو مٹی ہوئی نشانیاں
خیال و خواب ہو گئیں وہ اگلی حکمرانیاں
عمل کا نام ہی نہیں فقط ہیں خوش بیانیاں
کہاں ہیں مہانیاں، مکدھر ہیں مہربانیاں

اُدھر اُدھر ہیں جلوہ گر عرب کی خوشنیاں
نہ علم ہے نہ فضل ہے نہ صدق ہے نہ ہے صفا
نہ قرطبہ کی شان ہے نہ ہے فضائے اندلس
طلم خاک میں بھی چھپا ہے گنج شایگان
نہ غزم ہے نہ حوصلہ نہ حریت کا ولولہ
نہ وعظ کا اثر ہے کچھ نہ دین کی خبر ہے کچھ
بلا ہے دور مغلی، کہ عام ہے گداگری

یہ قول مصطفیٰ کا ہے بچو گداگری سے تم

تمہارے جال پر رہیں خدا کی مہربانیاں

بلاؤ اپنے دست دپالتف نہ ہوں جو انیاں
اُجڑ گئیں فنا ہوئیں، بتوں کی راجدھانیاں
وَقُوْرُ خُلُقٍ سے مٹیں عدو کی بد زبانیاں
قیام امن کے لئے جہاں کی پاس بانیاں
گیں وہ خانہ جنگیاں رہیں نہ سرگرنیاں
سحابِ جود سے ہوئیں کرم کی درفشانیاں
خدا سے کوئی پوچھ لے بنی کی مرزبانیاں

نہ جی چسراؤ کام سے ہی ہے اصل زندگی
بنی عرب میں آئے جب رنگ ہی پٹ گیا
وہ زم زم گفتگو وہ پیار بات بات میں
لقب امین کا ملا، ازل سے ہو گئیں سپرد
بنی اسد میں دوستی قریشیوں میں یک دلی
وہاں جو بے نوا گیا، مراد اپنی پاگب
بشر کی ہے مجال کیا کرے جو مدح شاہ دین

ثنائے سرورِ امام، پڑھے نفلِ نبیِ حسنین

یہ گھر ہوا اور لغت ہو رہیں درود خوانیاں

فدایانِ اسلام کے سبقِ آموز حالات

(از جناب مولانا زاہد القادری صاحب ایڈیٹر طاقت)

آج خدا کے فضل و کرم سے روئے زمین پر مسلمانوں کی بہت سی عظیم الشان سائنسی موجود ہیں جن کی شان و شوکت اور عظمت و سطوت کا خالقین کو بھی اعتراف ہے۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی تھا کہ ان کے پاس چار گز زمین بھی نہ تھی۔ اور وہ خوف و ہراس کی خوفناک کشمکش میں مبتلا تھے۔

اللہ میں جن پاک ہستیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کی نشر و اشاعت میں سرفروشانہ جد و جہد کی۔ ان کی ایمانی قوت اور اسلامی بخت لائقِ احترام اور قابلِ تقلید ہے۔ وہ حقیقت ایسا نازک وقت تھا۔ کہ دنیا کی ہر طاقتور قوم فرزندِ ان کو حیدر کو نیست و نابود کر دینے کے لئے ہمہ وجہ آمادہ تھی۔ اور خاکِ عرب کا ذرہ ذرہ ان کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ لیکن یہ اصحابِ رسولؐ کا ہی عزم و استقلال تھا۔ کہ وہ کسی بڑی بڑی طاقت اور باجبروت ہستی سے بھی مرعوب نہ ہوئے۔ اور تیغِ غول کے سامنے میں اشاعتِ اسلام کرتے رہے۔ ۶۳ھ کا ذکر ہے کہ حضور سرورِ عالم حضرت کعب بن مالک سے جنگِ یتروک میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس واقعہ کی اطلاع جب ہرقلِ عظیم شاہِ روم کو پہنچی۔ تو اس نے حضرت کعب بن مالک کو لکھا۔ کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ پیغمبرِ اسلام نے تو اپنا ظلم کیا ہے۔ اور تم سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ فوراً تم میرے پاس چلے آؤ۔ اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ حضرت کعب نے جب اس خط کو پڑھا۔ تو فرطِ نقب سے پیکرِ آتش بن گئے۔ اور خط کو چاک کر کے کہا۔

”خدا کی قسم! روم کے تاج و تخت سے محمدؐ کی غلامی کروڑ درجے بہتر ہے! شاہِ روم کو جب اپنے خط کی توہین کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ غصے سے بیتاب ہو گیا۔ اس نے سات فدائیوں کو حکم دیا۔ کہ اگر کعب بن مالک عیسائی مذہب قبول نہ کرے۔ تو اس کو پوشیدہ طور پر قتل کر دو۔ اس حکم کو سنکر سات فدائی مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور کعب بن مالک کی تلاش میں رہنے لگے۔ مجاہدِ اسلام کو جب معلوم ہوا۔ کہ سات عیسائی بھیس بدل کر قتل کے ارادے سے آئے ہیں۔ اور وادیِ رفاہ میں مقیم ہیں۔ تو وہ خود ان کے پاس پہنچ گئے۔ اور کہا۔ ”میرا نام کعب بن مالک ہے۔ اگر تم چاہو تو مجھے قتل کر دو۔ لیکن میں عیسائی مذہب قبول نہیں کروں گا۔ مجھے ایک خدا کی عبادت ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ پھر میں تین خداؤں کو کس طرح پوج سکتا ہوں!“

حضرت کعب بن مالک کی اس مجاہدانہ تقریر کا ایسا گہرا اثر ہوا۔ کہ وہ ساتوں آدمی مسلمان ہو گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کے حالات میں لکھا ہے کہ سال ۶۱۱ء میں جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور حرم شریف میں جاکر تہران شریف کی چندائیں بلند آواز سے پڑھیں تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو اسقدر مارا کہ سارے جسم لہو لہان ہو گیا۔ اسی حالت میں کافروں نے ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا۔ اور اوپر سے پتھر پھینکتے رہے۔ ان تکلیفوں سے ان کے اعلان میں دہہ بار تزلزل واقع نہیں ہوا۔ وہ نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھیں برداشت کرتے رہے۔ اور مسکراتے رہے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ مسکراتے کیوں ہیں۔ فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ جب کوئی شخص بازار میں دوپٹے کا برتن خرید کر لےتا ہے۔ تو کافی تحقیق و تعیش کر لیتا ہے۔ میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ میرا پردہ گار بجے خرید لے گا۔ اور میرے عزیمت قبول کا امتحان لے رہا ہے۔

اس صداقت بھری تقریر کا یہ اثر ہوا کہ فوراً سترہ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ تو ان کے بُت پرست عزیزوں نے ان کو اسقدر مارا کہ چہرے پر درخ بڑ گئے۔ اور سر میں خون جاری ہو گیا۔ لیکن انہوں نے صاف غفلوں میں یہ کہا کہ اگر تم میرے جسم کا قیہ کر دو گے۔ تب بھی میں اسلام سے انحراف نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم اسلام ایک ایسا خوش اوفالہ دین ہے کہ اس میں توحید و رسالت اور فکر آخرت و اصلاح اخلاق کے سوائے خلاف عقل باتیں ہیں۔ نہ خلاف تہذیب نہیں۔ وہ مہربان کو سیدھی سادی خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اصلاح اعمال کی ہدایت کرتا ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں ایسے پاک مذہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کر لوں۔ اور تڑکیہ نفس اور طہارت روح سے محروم رہوں؟ اس پر جوش تقریر کو سنکر بت پرست شرمندہ ہوئے۔ اور ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت مہدیبؓ روحی کے حالات میں لکھا ہے کہ سال ۶۱۹ء میں جب انہوں نے "خانہ کعبہ" میں اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ تو ہر طرف سے ان پر حملہ ہوا۔ کافروں نے ان کو اسقدر مارا کہ تمام بدن لہو لہان ہو گیا۔ اور ان کا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا۔ غلاموں نے اسی پر تشاعت نہیں کیا۔ بلکہ ان کے دونوں ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ کر ان کو تپتی ہوئی زمین پر گھسیٹا۔ اور اگر کم کے ان کے جسم پر درخ دیا۔ یہ تمام مصیبتیں ایسی ہر تکان ہیں کہ ان کے تصور سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔ لیکن حضرت مہدیبؓ روحی نے ان تمام اذیتوں کو برداشت کیا۔ اور یہی فرماتے رہے کہ میں اسلام جیسے پاک و معشتاں مذہب کو چھوڑ نہیں سکتا۔ میرا ایمان ہے کہ اس سے بہتر کوئی مذہب نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام کا آنتاب چمکنے کو پہلے دنیا پر ہلے پرستی کی تاریکی بھائی ہوئی تھی۔ اور خدا کی مخلوق معصیتوں اور سیاہ کاریوں میں مبتلا تھی۔ زمین پر کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو۔ اور کوئی قوم ایسی نہ تھی جو سیدھے رستے پر چلتی ہو جب خدا کی زمین

پرایسی تاریخی پھیل گئی تھی۔ تو فیرت حق کو حرکت ہوئی۔ آفتاب ہدایت طلوع ہوا۔ اور اس کی روشنی سے تمام دنیا منور ہو گئی۔ اسے لوگ اکیانم سمجھتے ہو کر اس آفتاب ہدایت کا نام کیا ہے۔ اس کا نام پاک ہے محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم یا دیکھو۔ وہ مقدس رسول تکمیل انسانیت کا مظہر عظیم بن کر جلوہ طراز ہوئے۔ دلوں کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ انسانی زندگی کا کوئی شبہ ایسا نہیں جس میں رسول عظیم کا اسوہ حسنہ رہنمائی نہ کرتا ہو پھر اس کے مظہر کامل ہونے میں کیا شبہ ہے۔ وہی مادی عظیم ہیں۔ جن کی تعلیم سے توحید کی روشنی پھیلی۔ اور اولاہ مستقیم نظر آئی۔ پھر تم کیوں ان کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اور کیوں پڑھ کر کرتے ہو؟

حضرت مہدیش کی اس تقریر کو سن کر تمام بیت پرست متاخر ہوئے۔ اور ان میں سے دس آدمیوں نے فوراً اسلام قبول کیا۔

+

ہزاروں جاہل و جاہلین میں سے یہ صرف چند مشہور بزرگوں کے حالات ہیں۔ اب ذرا ایک سرسبز خوش فاقہ کی جان باز ہی کا حال پڑھ لیجئے۔ حضرت سلمیٰ ایک پر جوش صحابیہ تھیں۔ ۲۰ھ میں جب انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ قرآن کے شور پر عاصم بن صفوان اور ان کے بھائی عاص بن رافع نے ان کو اس قدر مارا۔ کہ چہرے پر دروغ چڑ گئے۔ اور پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کے شوہر نے ان کے ہاتھ باندھے اور ان کو پتھری ہوئی زمین پر لٹا دیا۔ لیکن وہ صوب کی شدت سے ان کی حرارت اسلام میں کوئی کمی نہیں آئی۔ تقریباً چار مہینے کے بعد عاصم نے تین سو خچر نکالا۔ اور بی سلسلہ کے سینہ پر چڑھا کر کہا۔ بل محمد کی نسبت کیا کہتی ہے؟ اس کنیز اسلام نے جواب دیا۔ محمد میرے آقا ہیں۔ اللہ کے مقدس رسول ہیں۔ ہم ذکر عظمت و عظمت اور حق و صداقت کے پیکر عظیم ہیں۔ میں زندگی کے آخری لمحے تک ان کی خدمت کا اقرار کر دوں گی۔ اس مجاہدانہ جواب نے سب کو خاموش کر دیا۔ (طاعت)

(بقیہ صفحہ ۳۴ سے آگے) اور حکومت پر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ریاست کا نظم و نسق دہاراجہ صاحب ہی چلا سکتے ہیں یہ انگریز افسروں کے بس کا روگ نہیں۔

اس تمام افسوسناک سلسلہ کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ آپ کے سامنے دو متقابل امور پیش کئے گئے۔ اول دو سال کیلئے الو سبب دوم ایک مجلس تحقیقات کا تقریر قبل کردہ۔ چونکہ آخر الذکر میں بہت ہی زیادہ تذلیل و رسولی کا سامان نظر آئے تھا۔ اسلئے معلوم ہوا کہ دہاراجہ صاحب نے دو سال کیلئے الو سے نکل جانا منظور کر لیا ہے۔ اسوقت آپ کوہ آلو پر جارہے ہیں۔ جہاں کچھ عرصہ ٹھہر کر غالباً یوڈ چلے جائیں گے۔

پس ان واقعات پر بے حوافس ہے لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ انکی ذمہ داری خود تھا۔ اجماع صاحب پر عائد ہوتی ہے +

شمع رسالت کے پروانے

حضرت بی بی ام عمارہ رض

حضرت ام عمارہ ان صحابیات میں سے ہیں۔ جو مدینہ منورہ کی خواتین میں سب سے اول مشرف باسلام ہوئیں۔ جنہا رسالت اکبر کے لوگوں سے تنگ آ گئے تھے۔ اور گیدہ سال کی سرخوشانہ تبلیغی جدوجہد کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تھا۔ کہ مدینہ کے ۶ شخصوں آپ کا وعظ سن کر مسلمان ہو گئے۔ اگلے سال چھ کا اداضافہ ہوا۔ آنحضرت نے حضرت مصعب بن عمر کو ان بارہ حق پرستوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا۔ ان ہی کے ہاتھ پر حضرت ام عمارہ اور ان کا خاوندان مشرف باسلام ہوا۔ لہذا ام عمارہ دو قسم کی مسعادتوں کی حامل ہیں۔ اول یہ کہ وہ اولین و سابقین میں ہیں۔ اور دوسم یہ کہ وہ انصار یہ ہیں۔ اور ان دو مسعادتوں کے بعد جو خاص مسعودت کبریٰ ان کے حصہ میں آئی۔ وہ بیعت عقبہ ہے۔ (عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں) اور یہ بیعت بھی پہاڑ کی ایک گھاٹی میں لی گئی تھی۔ لہذا بیعت عقبہ کی کے لقب سے مشہور ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ ارتقاء اسلام کا آفتاب بلند ہونے لگا تھا۔ اور مدینہ منورہ کے افق سے اس کی کرنیں نیر مقامات میں پڑنے والی تھیں۔ کہ ستر آدمیوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آیا۔ حج کے دو تین روز بعد یہ قافلہ اسلام سرودار اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ نے رات کو پچھلے پہر اس قافلہ سے جان و مال کے ساتھ اسلام کی خدمت کرنے پر بیعت لی۔ ان مبایعین میں دو خواتین بھی تھیں۔ جن میں سے ایک یہی حضرت ام عمارہ تھیں اور دوسری ام ایمن۔

حضرت ام عمارہ کے شوہر نے جب ان دونوں خواتین کو بیعت کسے لئے پیش کیا۔ تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس امر پر تم سے بیعت لی ہے۔ اسی پر میں ان سے بیعت لیتا ہوں۔ لیکن معاوضہ نہیں کرتا۔ کہ عورتوں کی عمر تو اس کی ضرورت نہیں۔ سہم میں جب احد کا معرکہ عظیم ہوا۔ تو اس میں حضرت عمارہ بھی شریک تھیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی اول فتح ہوئی۔ اور پھر یہ شکست سے بدل گئی۔ اس میں حضرت امیر حمزہ رض شہید ہوئے۔ اور جان نثاران اسلام کے دل ٹوٹ گئے۔ اسی جنگ میں وہ ساعت آئی کہ فوج کفار کے دل سپہ سالار اسلام (روحی نداء) پر چاروں طرف سے ٹپ ٹپ سے

اور تیز و تیز شروع ہو گئی۔ اس وقت شمع نبوت کے پروانے صوف و دل صحابہ تھے۔ جنہیں اپنے چاروں طرف سے آنسوؤں کی اپنی حفاظت میں لے لیا۔ کہ کہیں یہ مقدس شمع زہد انگوٹھا نہ اگل نہ ہو جائے۔ ان دس جہاں نشانوں میں حضرت ام عمارہ اور دو ان کے بیٹے عبدالودود جب تھے۔ (طبقات ابن سعد) اس وقت کی کیفیت خود تاجدار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ کہ جب میں کفار کے زعفران میں گھر گیا۔ تو ایک خاتون کو کبھی دایں اور کبھی اپنے بائیں ہاتھ دیکھتا تھا۔ وہ خاتون یہی ام عمارہ تھیں۔

مسلم خاتون کی تدبیر جنگ

خود حضرت ام عمارہ نے ان عبرت دہاں سائناتوں کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ کہ میں اپنی دھماکے سے دشمنوں کے محلے روک نہ سکی۔ اور یہ تدبیر اختیار کی تھی کہ جب کوئی سوار حملہ کرنا۔ تو اول اس کا وارو کوئی۔ اور پھر اس کے آگے بڑھتے ہی اس زور سے تلوار مارتی۔ کہ اس کے گھوڑے کے پاؤں کٹ جاتے۔ اور وہ سوار زمین پر گر جاتا۔ یہ دیکھ کر رسول کو میں میرے بیٹے عبدالودود کو بھیج دیتے۔ اور پھر میں اور میرا بیٹا دونوں اس سوار کا خاتمہ کر دیتے۔ (طبقات ابن سعد) غرض یہ معرکہ جادوی تھا۔ اور فوج کے دل آگے بڑھے چلے آئے تھے۔ کہ ایک کافر کے پتھر سے سردار و عالم کے دندان مبارک ٹھہر گیا۔ اور ابن تمیمہ نے اس زور سے تلوار ماری کہ خود کی کڑیاں ٹوٹ گئیں۔ اور اس کے دو حلقے زخاں مبارک میں گھس گئے۔ چہرہ انور زخمی سے سرخ ہو گیا۔ اور غولن ٹپکنے لگا۔ ام عمارہ کے ہوش جلتے رہے۔ اور نہایت بیتابی سے ابن تمیمہ پر حملہ کر دیا۔ ابن تمیمہ لوہے کی زور کی دھج سے محفوظ رہا۔ مگر جب اس نے لڑنا کہ حضرت عمارہ کے تلوار ماری۔ تو ان کے کانڈے میں زخم آیا۔ اور گہرا آیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہہ دیا اس صحابیہ کی جرات کر کے عجب کا یہ مشہور پہلو ان ابن تمیمہ گھا گیا۔ لہذا آپ کا تمام جسم گرم گرم لہو سے خشک ہو گیا۔ آنحضرت کو خبر ہوئی۔ تو باوجودیکہ آپ بھی زخمی تھے۔ لیکن اپنے سامنے کھڑے ہو کر ان کے زخموں پر پٹی بندھوائی۔ اور چند منٹ زخمیاں کا نام لے کر فرمایا۔ کہ ام عمارہ کا کارنامہ فلال سے افضل ہے۔ ام عمارہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیے۔ کہ میں جنت میں بھی آپ کے ہمراہ رہوں۔ آپ نے دعا کی۔ کہ ما اجابی ما احسانہ من الدنیا۔ اب مجھے دنیا کی کسی مصیبت کی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت ام عمارہ کا جذبہ جہاں نشاری

حضرت ام عمارہ کی یہ تو وہ خدمات تھیں۔ جو خدا کا رول بالاکرنے کے لئے انہوں نے انجام دیں۔ اور ہمیشہ اپنے خون پسینہ سے اشاعت و حفاظت اسلام کی خدمات انجام دیتی رہیں حتیٰ کہ شیعہ نبوت فلولس وفات میں برقعہ پوش ہو گئی اور حضرت صدیق اکبرؓ کا دو و شروع ہوا۔ آپ کے عہد میں لڑتے دو کا طوفان اٹھا۔ اور سلمہ کذاب تقریباً ۴۰ ہزار گھجھو لوگوں کے ساتھ مرتد ہو گیا۔

یہ وقت مسلمانوں کیلئے نہایت نازک تھا۔ ایک جانب رسولؐ کی وفات نے دل و جگر زخمی کیا۔ دوسری جانب

اس فتنہ ارتداد نے ہوش اڑا دیئے۔ حتیٰ کہ مسئلہ نے نبوت کا بھی دعوئی کر دیا۔ جبراً لوگوں سے اپنی نبوت کا اقرار کرانے لگا۔ یہی اثنائیں ام عمارہ کے بیٹے حضرت حبیب عمان سے مدینہ آرہے تھے۔ مسئلہ نے گرفتار کر لیا۔ پوچھا کہ تم گواہی دیتے ہو۔ محمد اللہ کے رسول تھے۔

جیتب۔ ہاں اور ضرور۔

مسئلہ۔ یہ گواہی دو۔ کہ سیدہ اللہ کا رسول ہے۔

جیتب۔ میں اس کا نہی سے انکار کرتا ہوں۔ ماہر سید نے حبیب کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس کے بعد پھر اس سوال کو دہرایا۔ اور حضرت حبیب نے پھر انکار کر دیا۔ اس پر دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔ حتیٰ کہ سیدہ اپنے دعوئی پر اصرار کرتا رہا۔ اور حضرت حبیب انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بے درد قزاق نے حضرت حبیب کے تمام اعضاء ایک ایک کر کے کٹوا ڈالے۔ آخر اس فداکار اسلام نے اپنی جان قربان کر دی۔ مگر وہ تسلیم و رضا سے لغزش نہ ہوئی۔ حضرت ام عمارہ نے یہ المناک واقعہ سنا۔ تو دل سینہ میں ٹپ گیا۔ اور اسی وقت یہ عہد کیا۔ کہ اس کذاب پر اسلام کی طرف سے فوج کشی ہوئی۔ تو اس خوفناک ظلم کا انتقام اپنی تلوار سے لے لی۔ یعنی سیدہ کی گردن میں خود اپنی تیغ سے جدہ اگر دو گئی۔

عدو اسلام کا قتل

آنکاران ستر انہیل کی اطلاع خلیفہ اہل کو ہوئی۔ اور اپنی چار ہزار فوج کے ہمراہ حضرت خالد بن ولید کو مسئلہ کے سر کو بی کیلئے روانہ کیا۔ اس لشکر میں ام عمارہ بھی ہمراہ گئیں۔ سیدہ بہت استقلال سے لڑا۔ اور بارہ سو صحابہ اس جنگ میں شہید ہوئے۔ لیکن حق کی فتح ہوئی۔ اور مسلمان کا میاب ہوئے۔ سیدہ کے ۸۰۰ ہزار آدمی کام آئے۔ ام عمارہ نے سیدہ کو تارک رکھا تھا۔ اور ان کی تلوار اس شقی ازلی کے خون کی پیاسی تھی۔ ایک موقع پر ہنگامہ کارزار خوب گرم تھا۔ ام عمارہ تلوار علم کے صغیں چیرتی ہوئی سیدہ کی طرف بڑھیں۔ اس بڑھنے میں ہاتھ کلائی سے کٹ گیا۔ اور گیارہ زخم آئے۔ لیکن جبین استقلال پر کوئی شک نہ آئی۔ اور آخر کار سیدہ پر تلوار کا وارک دیا۔ لیکن اسی اثنائیں ایک دوسری تلوار اس پر پڑی۔ تو اس کا تن دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہا۔ ام عمارہ فوراً ہی گر پڑیں۔ اور سجدہ شکر ادا کیا۔ کہ آج ایک کذاب نبی صفحہ ہستی سے فنا کر دیا گیا۔ حضرت ام عمارہ کا ہاتھ کٹ چکا تھا۔ اور گیارہ زخم کاری لگ چکے تھے۔ لہذا کمزور بہت ہو گئی تھیں۔ حضرت خالد سپہ سالار اسلام کو معلوم ہوا۔ تو انہوں نے نہایت ادب و احترام سے ان کا علاج کرایا۔ اور وہ کچھ عرصہ کے بعد بالکل اچھی ہو گئیں۔

یہ معلوم نہیں۔ کہ اس واقعہ کے کتنی مدت بعد تک زندہ رہیں۔ باوجود پیرانہ سالی و کمزوری کے اسلام کی خدمت برابر انجام دیتی رہیں۔

کیا ہماری بہنوں کے لئے ان واقعات میں کوئی عبرت ہے؟ (الاعلان)

دولتِ ایمان

(از جناب اظہر امرت سہری)

جانبِ نالوں کی تیرہ باطنی سے دہر رکھتا تھا
لگی ہونے یکا یک پردہ ظلمت کے دُنیا پر
کھلی آنکھیں جہاں کی نور کی بارش کچھینٹوں
یہ کی اک شعاعِ اضطراب لگیں کا ہے پر تو
جبینِ ہستی روشن پر اک داغِ سیہ کاری
زالی شان سے مہرِ رسالت کی ضیا باری
مسلطِ خوابِ غفلت پر ہوا پیغامِ بیداری
دلِ مسلم میں آتا ہے نظر جو جوشِ دینداری
اسی کی اک تخیل اگئی قلبِ سلماں میں

جسے ایمان کہتے ہیں زبانِ اہلِ ایمان میں

یہ وہ مہتاب ہے جب مضطرب تھیں اسکی تہویں
نہ ہو تکتے یہ غمِ جنگ بنکر قلبِ سلم میں
برنگِ خونِ سلم اب نظر آسکا جوشِ اسکا
مقامِ اس کا ہوا جب زلیوں کے دستِ بازو میں
اگر اب بھی ہو اسکی آتشِ خاموش سینہ میں
کر لگا جس قدر لوحِ جہاں کو ظلمِ فسرِ سودہ
نہ سنا تھا ان کے پھر کرتی تھیں سب مہو کی تقدیریں
نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ اس آتی میں تکبیریں
اگر ہم خاکِ دہلی کے کسی ذرہ کا دل چیریں
تو دُنیا میں نظر آتی تھیں شمشیریں ہی شمشیریں
پچھل جاتیں لسانِ مومِ محکومی کی زنجیریں
نمایاں اس قدر ہو جائیں گی ایماں کی تحریریں

ترے سر میں اگر باقی ہے سودائے جہانِ نبانی

کراے مسلم! دلِ مردہ میں پیدا جوشِ ایمانی

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا قَاتِلٌ

مانی قرب میں موت کے ماقبول مسلمانوں کو جو خدمات برداشت کرنے پڑے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ایک مقتدر سنی ائمہ جلسے، تومت دراز تک اسکی جگہ پر نہیں ہوتی۔ پچھلے چند سالوں میں حکیم اجل خاں، مولانا نور احمد، مولانا محمود الحسن، سر محمد شفیع سرملی، امام سید حسن، امام اور مولانا محمد علی ایسے فقید المثل بزرگان جمعیت ہو گئے۔ اور ان میں سے شخص کے انتقال سے قوم کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ وہ کسی شرح و بسط کا محتاج نہیں۔

ابتلا و پریشانی اور خط الرجال کے اس دور میں ان درمندان ملت کی وفات کچھ کم قومی معیشت نہ تھی۔ کہ اب اور علما و فضلاء ملت اور بزرگان و برگزیدگان قوم کے سایہ سے مسلمان محروم ہو گئے۔ ان ناقابل تلافی خدمات سے قوم سو گوار ہے۔ اور خون کے آنسو بہا رہی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ملت کے سینہ سے یہ زخم ابھی مندمل ہوئے نہ تھے۔ کہ حضرت ذیل نے واضح مفاہمت حضرت مفتی غلام مصطفیٰ مرحوم | امرتسر کے مشہور بزرگ، عبید عالم حضرت مفتی غلام مصطفیٰ صاحب نے ۲۶-۲۷ اپریل ۱۹۳۳ء کو انتقال فرمایا۔ آپ زہر و تلخ طبعی حسن اخلاق اور علم و فضل کی حیثیت سے مسلمانان خیر القرون کا نمونہ تھے۔ امرتسر کے برکات جنات عروم ہو گیا۔ اور مدفن یہ کی پوری ہوئے کی امید نہیں۔ خدا افضل کرے۔ اور انیں علیٰ علیین میں جگہ عطا کرے۔ آمین۔

شیخ الحدیث علامہ | علما و فضلاء نے ہند میں ایک امتیازی حیثیت کے بزرگ تھے۔ دارالعلوم دیوبند آپ کی علمی فیاضیت کا ہمیشہ حضرت سید انور شاہ | ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔ ۱۹ رشتی ۳۳ھ کو بمقام دیوبند آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے اخلاق و اعمال کی تعریف سے زبان قلم خاص ہے۔ یگانہ روزگار بزرگ تھے۔ آپ کی وفات سے مسلمانوں کو من حیث القوم سخت نقصان ہوا۔ آپ کی جگہ پر کرنے کیلئے مسلمانوں میں آج کوئی نظر نہیں آتا۔ افسوس!

مفتی عبد حکیم صاحب | سربسرح کے شہر عالم حکیم سید کے آپ رہ گئے عالم جاودانی ہوئے مہمانان سرور آپ کو اخلاق حمیدہ اور دوسا فکرا پسندیدہ کے گردیدہ تھے۔ علم و عمل کی نعمت سے مالا مال نیک خصال پاکیزہ خیال بزرگ تھے۔ آپ کی وفات سے مسلمان سرور کو سخت صدمہ ہوا۔ خدا مغفرت کرے۔

نظم طباطبائی | از عبید میر جنگ بہادر نظم طباطبائی آپ علی پیر کے شاعر اور شاہی خاندان اودھ کے تابع تھے نظام کمال میں پروفیسر رہے۔ ۲۴ رشتی کو انتقال ہوا۔ خدا جوار رحمت میں جگہ دے۔

نواب سر ذوالفقار علی خاں | ملایکوٹ کے رئیس خاندان کے بزرگ تھے روز سائیں آپ پر نے زمانہ کی یاد نگار تھے۔ تاریخ سے کچھ خاص شغف تھا۔ علمی و دیباہی امر سے کچھ بھی نہیں۔ چٹال کی وفات علمی کو نسل آفتاب شمس اور سبیل میں کچھ نایاب شخصیت تھی۔ ملتان نیک سرشت آپ کی وفات سے کچھ معلومات اور مفید خدمات سے مسلمان محروم ہو گئے۔ انہیں آفاذ رشتی میں جگہ ہو۔ خدا مغفرت کرے۔

فرخندہ بنیاد حبیدر آباد

تاجدارِ دکن خورشیدِ اللہ علیہ السلام اپنی تلوار بھی کیلئے نہیں، دنیا و جہاں کیلئے آید رحمت و کرم ثابت ہو رہے ہیں۔ ہندو مسلم، یہود و نصاریٰ ہر قوم بلا تفریق و ملت آپ کے فیض و کرم اور بخل و سخاوت شامانہ سے مستفید و مستفین ہو رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ جسٹہ کا ابر کرم غیر محال کی کشتی، امید کہ کبھی اسی طرح سرسبز و شاداب کر رہا ہے جس طرح حبیدر آباد اور نواح ہند کی۔

خدا آپ کے عز و اقبال و جلال شانہ میں رکت و سے۔ اور سامانوں کے سرور پر آپ کا سایہ پہلایا تا دیر برقرار رکھے۔ اور دیگر حکمرانوں کو آپ کی تقلید کی توفیق عطا کرے۔ آمین اللہ اعلم!

اعلیٰ حضرت کا دورہ۔ اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان بہادر خسر و دکن نے پچھلے دنوں ناڈیڑ جالندہ اور اورنگ آباد کا دورہ فرمایا تھا جس میں حضور کی رعایا نے بلا امتیاز فرقہ و ملت عقیدت و خدا کاری کے نہایت دلورہ انگیز منگاہیں کئے۔ اور محبت و وفا کے جذبات سے لبریز سپاس نامے پیش کئے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی ہر مقام پر سپاس ناموں کے جواب میں تقریریں ارشاد فرمائیں۔ جذبات عقیدت کے ان منگاہیروں۔ سپاس ناموں اور اعلیٰ حضرت کے جوابی ارشادات سے بقول روزنامہ صحیفہ جو حقیقت سب زیادہ نمایاں ہے یہ ہے کہ۔

پادشاہ کے افکار میں سب زیادہ مقدم و اہم فکر راحت و آسائش رعایا ہے۔ اور کالیف و ضروریات رعایا کے ارتقاع میں پادشاہ کے سارے اوقات کا اہتمام ہے۔ یہ صحیفہ لکھتا ہے۔

ہندوستان کی دوسری ریاستوں میں بھی رئیس و حکمران موجود ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے رؤساء ہیں جو ایوب کی ہر ایں کھا کھا کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسرے ممالک کے طرز حکمرانی کو بالذات مشاہدہ کرتے ہیں۔ پھر بھی ان رئیسوں کی حکمرانی کے گناہے یہ ہیں کہ۔ عایا علی لاسلطان ان سے بغاوت کرتی ہے۔ ہجرت کرتی ہے۔ جتنے بنا کر ان کی فوج کو تھس تھس کر ڈالتی ہے۔ رئیس کو..... انگریزی فوج امداد کے لئے بلانی پڑتی ہے۔ طیارہ جات خریدنے پڑتے ہیں۔ مارشل لا جاری کرنے پڑتے ہیں۔ پھر بھی امن و امان قائم نہیں ہونے پاتا۔ کشمیر اور اوراچوٹوں کے مظالم سے ہندوستان کے اخبارات لبریز ہیں۔ جن کی وجہ سے رعایاے ریاست مانے جیسی جی اصل و انتظام برطانوی کو جنت سمجھتی ہے۔ اور ریاستوں کو جہنم بنا کر حرب پانی سر سے اونچا ہوجاتا ہے۔ اور رئیس کو حکمرانی کے گھوڑے پر سوار ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے

تو چند محاصل کی معافیوں کا اعلان کر کے یہ سمجھا جاتا ہے کہ فرئل کی لگائی ہوئی آگ پانی کے چند چیمینٹوں سے بجھ جائے گی۔ لیکن اس قسم کی معافیاں بے کار ثابت ہوتی ہیں۔

ان مناظر کے مقابلے میں رعایائے دولتِ آصفیہ کی خوشحالی و خوش نصیبی ملاحظہ فرمائیے۔ ”مجیدہ“، ”رستگار“ ہے کہ :-

ایک ایک روپے کے محاصل کی زمین سے ایک ایک سو روپے کی پیداوار آتی ہے۔ اور ظلم و زیادتی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ اگر کسی سال سقامت ہو گام و آفات سماوی کی بہ دولتِ رعایا کی خوشحالی کو ذرا سی بھی خلیس لگے کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو قبل از قبل معافیات و التوائے اقساط کے اعلان کر دیئے جاتے ہیں۔ اور رعایا کی فکر و پریشانی کو گھٹانے کی ہکائی کو خشیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ کلاں صاحب و قوف و آغا جی ان حقائق سے انکار کر سکتا ہے؟

اعلیٰ حضرت نے نادیٹر کے سپانے کے جواب میں ارشاد فرمایا :-

رعایا کی فلاح و بہبود ہمیشہ میرے پیش نظر رہتی ہے۔ ملک کے مل و عرض میں (یعنی دولتِ آصفیہ میں) جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں آئندہ کلر و گرام زیادہ شاندار ہو گا۔ اللہ اللہ

یہ محض الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ دولتِ آصفیہ کا نظم و نسق شاندار نتائج کے گراں بہا اندوختہ کے ساتھ اس کی تائید کر رہا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنی دُعا اور رعایا کے پے در پے مظاہرہ ہائے عقیدت سے بے حد متاثر ہو کر چنانچہ ادنیٰ آباد کے سپانے کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔

جس طرح تمہیں کچھ پر غم ہے۔ میں بھی اس بات پر غم کرتا ہوں۔ کہ خدا نے مجھے ایسی دُعا دار۔ اطاعت کیش اور عقیدت مند عباد دی ہے۔

دلی دعا ہے۔ کہ ایزدِ برتر دُعا دار دولتِ آصفیہ کے بلند منزلت تاجدار اور وفا کیش رعایا کے باہمی تعلقات کو ہندوستان کے تمام دلیان ریاست کیلئے اور خود برطانوی ہند کے حکمرانوں کے لئے ایک نیک مثال بنائے

اخلاقِ عامہ :- اگرچہ آج کل کے تغیرات کے مطابق حکمران کو کوئی حق حاصل نہیں کہ رعایا کے پرائیویٹ معاملات میں دخل دے۔ لیکن مسلمان بادشاہ کا فرض ہے کہ قوم کے اُن ممتاز افراد کے چال چلن پر کڑی نگاہ رکھے جن کی زندگیوں کو عوام اپنے لئے نمونہ سمجھنے کے خواہر ہیں۔ تاکہ قوم کے اخلاق خراب نہ ہوں۔ اور اس کا ناگوار اثر نظامِ ملت کو تباہ نہ کرنے پائے۔ اعلیٰ حضرت شہر یارِ دکن نے حال ہی میں ایک فرمان صادر فرمایا ہے۔ جس میں حضور نے حیدرآباد

کے بعض جمیل القدر اور ممتاز خاندانوں کے نوجوانوں کو ان کی میاشیوں اور آوارہ فراجوں پر زبرد نوبت کی ہے۔ اور ان کو بتا یا ہے کہ ان کی حرکتیں ان کے آباؤ اجداد کی شاندار و غلوار سی اور خدمت ملک و ملت کے دامن پر بہت بڑے داغ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے اعلیٰ ترین مناسب خیال فرماتے ہیں کہ ان خاندانوں کے بزرگوں کی توجہ اس صورت حال کی طرف مبذول کرائی جائے۔ تاکہ وہ نوجوانوں کے اوضاع و احوال کو درست کر سکیں۔

فی الحقیقت باندہ گانجیدر آباد کی یہ بہت ہی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کو ایک ایسا شفیق تاجدار ملا ہے جو عام حکمرانوں کی طرح محض مفاد حکومت ہی سے سروکار نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک درد مند باپ کی حیثیت سے اپنے بچوں کے اخلاق و اطوار کی دیکھ بھال میں بھی کوشاں رہتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نوجوانان حیدر آباد دکن اعلیٰ ترین خدمت کے اس فرمان سے متنبہ ہو جائیں گے۔ اور اعلیٰ ترین خدمت کو ان کے خلاف کوئی زیادہ شدید تدبیر اختیار نہ کرنی پڑے گی۔

ملٹری رواداری :- حیدر آباد دکن ریذیڈنٹ ڈاک / نواب اختر یار جنگ بہادر ناظم شعبہ امور مذہبی کے عہد ملازمت میں توسیع پر یہ مبارکباد پیش کرنے کو شری پنڈوی ناٹھ ٹیمپل کی مجلس انتظامیہ کی طرف سے مندر کی خدمت میں ایک شاندار پارٹی دی گئی۔

مشرابہ دہل ٹیمپل کمیٹی کے صدر نے نواب صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔ جس میں کمیٹی اور شری پنڈوی ناٹھ ٹیمپل کے پوجاریوں کی طرف سے اعلیٰ ترین شہر یار دکن کی ذات اقدس کے ساتھ انھار و فادوی گینا تھا۔ نیز نواب اختر یار جنگ بہادر کمیٹی کی شکایات کو غیر متعصبانہ و مجرد و انظر لیتہ ساتھ کرنے اور ان کو دور کرنے کی سعی فرماتے تھے۔ اس کے لئے نواب صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا۔

حال ہی میں شری گوپال کرشن ٹیمپل بخشی گنج میں جو موریتیاں کسی مجمل نامعلوم شخص نے توڑ دی تھیں۔ ہر مذہب کی محافظ اور ہر مذہب کے ساتھ دوداداری رکھنے والی ریاست اہمیت حیدر آباد کی حکومت نے موریتیاں کے توڑے جانے سے تین روز کے اندر اندران کی جگہ دوسری موریتیاں رکھا دیں۔ دراصل موقع پر مندر کو جو نقصان پہنچا تھا۔ اس کی بھی حکومت کی طرف سے تلافی کر دی گئی۔ حکومت نظام کی طرف سے ہندوؤں کی اس دلدار کا یادگار میں ذکر کیا گیا تھا۔

سپانامہ کے آخر میں حیدر آباد کے شعبہ امور مذہبی کی اس شاندار رواداری کا انھار کیا گیا تھا۔ جو وہ ہندوؤں کے مندر اور دوسرے معابد کی خبر گیری میں برتنا ہے۔

نواب اختر یار جنگ کا جواب

سپانامہ کے جواب میں نواب اختر یار جنگ بہادر مولہ بالا واقعہ کی گفتیش کے سلسلے میں سربراہ دورہ ہندوؤں

پیشتر کشین اور انکی سفارشات کا ذکر کیا۔ نیز آپ نے اعلیٰ حضرت شہر یار و دکن کے فرائض سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی۔

”کوئی مذہب حکمت اپنی رعایا کے کسی طبقہ کی مذہبی رسومات میں اس وقت تک ہرگز مداخلت کرنا پسند نہ کرے گی۔ جب تک کہ ان مذہبی رسوم کی ادائیگی سے کسی دوسرے جماعت کے مذہبی جذبات کو متنبہ نہ لگتی ہو۔ یا امن عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ ایسی مذہبی تقریبات کو روک دینا حکومت کا فرائض ہو جاتا ہے۔“

آخر میں نواب صاحب نے مندر کی مجلس انتظامیہ کی طرف سے پیشکش سپاسنامہ اور اپنے خیر مقدم کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے پوری توقع ہے کہ ہندو رعایا اور میرے محکمہ امور مذہبی کے مابین جو خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی خوشگوار رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت خدام اللہ مالک کے ایک نازہ فرائض میں پولیس کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس کی تعمیل کے لئے پوری کوشش کرے۔ اور ان کی خلاف ورزی پر قانونی طاقت استعمال کی جائے۔

حضور نظام نے فرمایا کہ بعض مسلمان مذہبی گیتوں کو ریاست میں بہت بے موقع اور بغیر دیگر لوازمات کو پورا کئے گانے کے عادی ہیں۔ ہم ایسے گیتوں کو منع کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے بے موقع مذہبی گیت بجانے فائدہ کے نقصان دہ ہیں۔ ایسے گیت صحیح موقع پر اور دیگر ضروری رسومات کو پورا کرنے کے بعد گانے جانے کی اجازت ہو سکتی ہے۔

فرائض میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ گذشتہ رمضان مبارک میں ہونٹوں میں لوگ روزہ کا وقت گزارنے کیلئے گولیں سے گانا سنتے رہے ہیں۔ جو کہ روزہ کی غرض و غایت کے بالکل برعکس ہے۔ اور اکثر لوگ رات کو سنیما اور تھیٹر دیکھنے کے لئے جاتے رہے ہیں۔ اور اس طرح رات کی نماز (نماز تراویح) کو ترک کرتے رہے ہیں۔ یہ افعال نتیجہ قابل مذمت ہیں۔ اس اپنی رعایا کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ ایسے افعال عبادت کے سراسر منافی ہیں۔ اور ان کا ارتکاب ناقابل برداشت ہے۔ ایسے ماہ مبارک میں جو کہ صرف عبادت کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس قسم کا عیش نہیں ہونا چاہیئے۔ البتہ عید کے روز ایسی خوشیوں میں حصہ لیا جاسکتا ہے۔

حکم دیا گیا ہے۔ کہ اس قسم کی عادات کو فوراً بدل دینا چاہیئے۔ اور ریاست کے ہر مسلمان پر لازم ہے۔ کہ وہ چمکا شریعت کی پوری پابندی کرے۔ اور اس عظیم الشان اسلامی حکومت کی شان کو برقرار رکھے۔

چھٹا لاکھ کا قارئین کرام کو معلوم ہے۔ کہ جامع مسجد اقصیٰ یعنی عربی کی مجوزہ عظیم الشان یونیورسٹی کے قیام میں مسلمانوں سے استمداد کے لئے صاحب السعادت محمد علی پاشا سابق وزیر مصر مدبر حیل سید

ضیاء الدین صاحب طباطبائی سابق وزیر عظمیٰ ایران اور حضرت مفتی اعظم فلسطین مغرب ہندوستان نشر لائف لائے والے ہیں۔ ہمیں اخبار "عادل" دہلی سے یہ معلوم ہو کہ بے انتہاسترت ہوئی۔ کہ سلطان العلوم اعلیٰ حضرت شہر یار دکن نے جامعہ اقصیٰ کے سرائے میں چھ لاکھ روپے کا عطیہ دینا منظور فرمایا ہے۔ اور یہ رقم دفعہ مذکور کو ہندوستان ہی میں ادا کر دی جائے گی۔

اعلیٰ حضرت شہر یار دکن کی ملی اسلامی فیاضیاں ہندوستان اور دنیا بھر اسلام سے مدد لود خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اور تمام دنیا نے مشرق میں اعلیٰ حضرت کی ذات سے مسلمانان ہند کی عزت و حرمت قائم ہے ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان کے اس سب سے بڑے مسلمان "نے جامعہ اقصیٰ کی امداد کرنے میں جو عظیم شان مثال تمام کر دی ہے۔ وہ تمام مسلمان والیاں ریاست مسلمان تجارتی مسلمان شرفا اور عوام کے لئے چرخ راہ بنے گی۔ اور حضرت مفتی اعظم اس ملک سے یقیناً باہر واپس جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس الٰہ العزم اس تاجدار اسلام کو مدت و راز تک مسلمانوں کے سر پر قائم رکھے۔ کیونکہ اسی کے دم سے مسلمانان ہند اسلامی قوموں میں سر بلند و ممتاز ہیں ۵

علیٰ فیاضی :- صحائف دکن سے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت شہر یار دکن فلاح اللہ ملکہ و سلطنت نے ماہ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ سے خواجہ حسن نظامی کا دو سو روپیہ ماہوار وظیفہ تاحیات مقرر فرمایا ہے۔

ریڈ نیسی اعلیٰ حضرت کے فلسطین عافیت میں
پرانے زمانے میں حیدر آباد دکن کے ریڈ نیٹ بلازم میں راکرتے تھے جب کبھی تاجدار دکن کی حضور میں باریابی کے لئے حیدر آباد آنا پڑتا۔ انہیں ضرورت محسوس ہوتی کہ کسی خاص مکان میں قیام کریں۔ وہاں ذرا سست کر لباس تبدیل کریں۔ اور پھر پورے آداب و رسوم کو ملحوظ رکھ کر باڈی گاڈ کے ساتھ آستانہ معلیٰ پر حاضر ہوں۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے ایک مکان ریڈ نیٹ کو کرائے پر حیدر آباد گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ وہی ریڈ نیٹوں کا مستقل مستقر بن گیا۔ بس پھر کیا تھا جفاخت کے لئے باڈی گاڈ بھی آگیا۔ دفتر پیشی بھی یہیں منتقل ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ اس مکان کے گرد و خوار سی آکادی ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس علاقے کے نظم و نسق کے لئے پولیس اور عدالت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ غرض رفتہ رفتہ ریڈ نیٹ کو بازار کا علاقہ ایک مستقل برطانوی علاقہ قرار پایا گیا۔ جس میں برطانوی حکومت کے قوانین نافذ تھے۔

اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں بہادر کے عہد مبارک میں جہاں اور بہت سی ترتیبات ہوئیں۔ وہاں سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ حکومت دکن کی ریڈ نیسی بازار سکندر آباد چھاؤنی اور منہ برار کے استرہاد کا خیال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ان کے لئے حکومت برطانیہ سے گفت و شنید کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ جس کا بہانہ فتح یہ ہے کہ حکومت برطانیہ نے ریڈ نیسی

بازار کا علاقہ حضرت کو داپس دیدیا۔ اب دہلی برطانوی افسر طے کے بجائے حیدر آبادی حکام کا تسلط ہے تمام اہل دکن اس استرداد پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ اور خود ریڈیو لنسی بازار کے رہنے والے اعلیٰ حضرت کے ظلِ عاطفت میں آجائے اپنے گھول کی چیتوں پر چٹانیں کر رہے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی سیاست صحیحہ کی وجہ سے داغ دامن حکومت پر سے دھل گیا۔ ہمیں تفصیل سے معلوم نہیں ہوا کہ استرداد ریڈیو لنسی کن شرائط پر ہوا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کا قبضہ اس پر مکمل ہے یا نہیں۔ خدا کو ہے اب کوئی کسر باقی نہ ہو۔ اور رعایائے دکن اور مسلمانان ہند اس پر دل کھول کر اظہارِ مسرت کر سکیں۔

بہر حال ہم اعلیٰ حضرت شہر یار دکن اور ان کی حکومت کو اس کامیابی پر دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور ہماری دعا ہے کہ جس طرح ریڈیو لنسی یلذا مضور کو واپس لیا گیا ہے اسی طرح سکندر آباد چھاونی اور مدینہ برار کا استرداد بھی جلد سے جلد عمل میں آجائے۔ ۲۴ مئی کو تقریب مسرت منائی گئی۔ اور یلوگا رکے طور پر فص دعام دناترین تعطیل کی گئی۔

۲۴ مئی کے جریہ میں اس امر پر کافی بحث کی گئی ہے۔ کہ ریاست میں ایسے سیاسی جلسے منعقد کرنے کے متعلق جن کا فروعی افسہ کی مختلف جماعتوں کے تعلقات اور اس عامہ پر برا اثر پڑتا ہو۔ یا ان میں حکومت نظام یا برطانوی حکومت جند کے نظم دست پر نکتہ چینی کرنی مقصود ہو۔ توان کے انعقاد سے پہلے حکومت سے اجازت یعنی ضروری ہو گی۔

جریہ غیر معمولی میں یہ بھی لکھا ہے کہ غیر سیاسی انتہائی دندہ بی نوعیت کے جلسوں کی ہر وقت اجازت ہے۔ نیز حکام متعقد کو شکوہ کیا گیا ہے کہ انتہائی مذہبی و غیر سیاسی جلسوں کے انعقاد کے متعلق جلد سے جلد اجازت دی جائے۔ اور کوئی غیر ضروری کاوش پیدانہ کی جائے۔ جریہ ۵ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اب تک صرف ایک ایسا موقع پیدا ہوا ہے کہ جلسے منعقد کرنے کی اجازت سے انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ کہ سرکاری افسر حکومت کے

احکام سے روگردانی کر رہے ہیں۔

غربانوازی۔ حیدر آباد دکن میں ایک سٹی اسپروونٹ بورڈ قائم ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ شہر کی عین و زمین کی تہا بیسر پر عمل پیرا رہے۔ اس سے پہلے بورڈ نے غربا کے کیف و فلیظ مکانات کو ان سے خرید کر منہدم کر دیا۔ اور ان کی جگہ صاف ستھرے مکانات بنکر انہی کو کرائے پر دے دیئے۔ اب بورڈ نے ایک اور نہایت مفید سکیم پر عمل شروع کیا ہے۔ غریب اور متوسط الحال لوگوں کو مکانات بنوا کر دینا اور اقساط سے ان کی قیمت وصول کرنا ہندوستان میں نہایت مقبول ہو رہا ہے۔ بورڈ نے قرار دیا ہے کہ جس شخص کو مکمل کی ضرورت ہو۔ وہ ایک درخواست دے جس کی منظوری پر مکان کی لاگت کا سوال محاسب سے وصول کیا جائیگا۔ اور اس کے بعد بڑے خریدار کی ضرورت کے مطابق مکان اپنے مصرف سے بنوا دیکھا جب تک مکان مکمل ہو کر خریدار کے سپرد نہ ہو جائیگا۔ اس کا کوئی ٹو

واقعات و حوادث

زندہ قوموں کے حساسات

ہندوؤں میں ہمیشہ ایسے فیاض اور اولوالعزم شخص پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو عمر بھر اپنی ذاتی محنت و قابلیت سے لاکھوں کی جائداد پیدا کرتے ہیں۔ اور آخر میں اس جائداد کو اپنی قوم کے مفاد کیلئے وقف کرتے ہیں جس سے قوم ہمیشہ فائدہ اٹھاتی ہے۔ سروادیال سنگہ جیٹھانے اپنی بہت بڑی جائداد قوم کو دے دی۔ اور آج "ٹریلینڈ" دیال سنگہ کلج۔ دیال سنگہ لائی سکول۔ دیال سنگہ لائبریری اس حقیر اور فیاض بزرگ کی یلگو کو تازہ کرنے کے علاوہ ہندوؤں کے لئے بے شمار فوائد کا موجب ہیں۔ اور پورے وقف کی آمدنی سے نئی جائدادیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ اور اس طرح اس خیر عاریہ کا دائرہ روز بروز وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

چند سال پہلے سرگنگرام پنہانی ایک بہت بڑی جائداد ہندو قوم کیلئے وقف کر گئے جس سے ہندوؤں کے بے شمار تعلیمی اور معاشرتی فوائد وابستہ ہیں۔ شہر میں ایک سرگنگرام ہسپتال ہے۔ سرگنگرام گرامر سکول ہے۔ اور اس کی تمام کے متعدد ادارات قائم ہیں۔ جن سے ہندو فائدہ اٹھا رہے ہیں بحال ہی میں اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ انبالہ کے مشہور ساہوکار اور کارخانہ دار ماسٹر بہادر لال نارسی دوس نے اپنی لائبریری میں تیل اور روٹی اور برف اور آٹے کے کارخانے، مکانات، گودام اور دکانیں شامل ہیں۔ اور ان کی مالیت تخمیناً سات لاکھ روپیہ کی ہوگی۔ ہندو قوم کے مفاد کیلئے وقف کر دی ہے جس کیلئے مغرب ایک ٹرسٹ قائم کر دیا جائے گا۔

یہ صرف وہ واقعات ہیں جو لاہور میں موجود ہیں۔ اور جن کا ہم کو علم ہے۔ ان کے علاوہ صوبہ بھر میں اور بہت سی جگہوں پر بھی ہوں گی۔ جو وقتاً فوقتاً غیر ہندوؤں نے اپنی قوم کیلئے وقف کی ہیں۔ اور ان کی مجموعی مالیت خدا جانے کتنے کروڑ لاکھ پنہانی ہوگی۔ جس قوم کے دولت مند افراد کی قومی دہمندی کا یہ حال ہو۔ وہ اگر دنیا میں اندر بروز خوشحالی اور سر بلندی حاصل کرنی چاہیں۔ تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے۔ مسلمانوں میں اول قزاقانے بڑے بڑے اہل ثروت بھی نہیں ہیں۔ اور اگر چند افراد موجود بھی ہیں تو وہ پرلے درجے کے نفیس پرست۔ خود غرض، مسرف اور عیاش ہیں جن کو قوم کے مفاد سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ اپنی جائدادوں کو شاپلان، باناری کے نام منتقل کر دیتے پر تو آئادہ رہتے ہیں لیکن غریب مسلمانوں کی امداد و نفیس مسلمان طلباء کے مخالفت یا مفید اسلامی ادارات کی اعانت کیلئے اگر وہ پیہ نکھلتے ہوئے بھی انکی جان نکلتی ہے۔ اور پھر تاشا ہے۔ کہ دن رات مسلمانوں کی بے جیسی کا قلم کیا جاتا ہے۔ اور ذی ثروت مسلمانوں کو کوئی نہیں پوچھتا کہ تم جس خزانے پر سانپ بنے بیٹھے ہو۔ اس کا کوئی حصہ قوم کے لئے بھی ہے۔ یا نہیں اگر مسلمانوں میں دیال سنگہ جیٹھان اور سرگنگرام ماسٹر جیسے چار آدمی بھی پیدا ہو جاتے تو تعلیمی اور ذات کے لئے آٹھ دن چند سے فراہم کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہ آئے۔

انتہائے کفایت بخاری وسا دی

گرجا والہ میں یکم اپریل کو ایک شادی کی تہہ زیب عرس آئی ہے۔ لڑکی دے نے یہ عہد کیا ہوا تھا کہ لڑکی کی شادی وہاں کرونگا۔ جو میری طرح قدیم اور ملک کی تلکدستی دیکھاری کا خیال رکھ کر تکلفات اور نفوسل اخراجات سے کنارہ کش رہے۔ چنانچہ ایک ہر خیال اس کو مل گیا۔ عجیبانہ لگڑٹ لکھتا ہے کہ رات میں ہندو کھانا اور سکھ معزین موجود تھے۔ لڑکی والوں کی طرف سے بھی سب فرخ کے معزین نے استقبال کیا۔ لیکن رات کی تکلف سنیا فٹ دینے کی بجائے صرف ایک ایک پیالہ چاہا اور ایک ایک کیک پیش کیا گیا۔ جس کو سبے بخندہ پیشانی قبل کیا۔ ان لوگوں کے لئے جو گھر پہنچ تک نہ دیکھ کر ایسی تقریبوں پر ہزار ہا روپے ہر بلو کر دیتے ہیں۔ ایک نیک مثال قائم کر دی چاہے صرف دور پہے فریج آئے۔ لڑکی اور لڑکے والے دونوں مسلمان تھے (کشمیری)

مسکافائیل | پچھلے دنوں کا محظوظ کے قریب ایک گاؤں میں ایک سا فریت ہوا۔ اس کے حسن اخلاق اور شرافت نفسی کی وجہ سے وہاں کے لوگوں نے اس کی تجنیز و تنجین کر دی۔ کچھ دنوں بعد متونی کے دشا اطلاع پانے بعد وہاں گئے اور لاش کو اپنے وطن ملاوۃ جہلم میں لانے کے لئے قہر کو کھودنا شروع کیا۔ میلان کیا جاتا ہے کہ جوں جوں کھدائی ہوتی جاتی، قبر سے ایک فرحت افزا عطر مزہ خوشبو برآ رہتی جاتی۔ ختی کہ اس خوشبو کی مہک سے قرب و جوار کی آبادیاں مسطر ہر گشتیں۔ لوگ اس واقعہ سے متعجب تھے۔ اور خدا نے تدبیر کی حمد و ثنا کر رہے تھے۔ لاش اسی طرح تازہ اور عطرین لہی ہوئی تھی کہ سبحان اللہ! اشد اپنے میک بندوں پر کیا کیا رحمتیں نازل کرتا ہے۔

انہی ایام میں دہلی میں مبدل الغور نامی ایک شخص فوت ہو گیا۔ بعد نماز جنازہ حسب دستور سے سپرد لکھ کر کے قبر بند کر دی گئی اور دعا پڑھنے لگے تو اچانک قبر سے آگ کے دھشتناک شعلے اٹھنے شروع ہوئے۔ حاضرین نے بچشم خود اس واقعہ کو دیکھا۔ اور بہم گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پانچ منٹ تک برابر شعلے اٹھتے رہے جب آگ خود بخود بجھ گئی۔ تو قبر کو اور مٹی ڈال کر درست کر دیا گیا۔ اور لوگ سرسازیمہ دلہن آگئے۔ خدا کی شان دیکھئے۔ ایک قبر سے خوشبو اور روح افزا خوشبو اٹھتی ہے۔ اور وہ قرب و جوار کو مسطر کر جاتی ہے۔ اور دوسری قبر سے آگ کے خوشخوار شعلے نکلتے ہیں۔ جو حاضرین کے حواس خطا ہو جاتے ہیں۔ کیا جزا دوسرا کے منکرین ان سے کچھ نہیں گے۔ فاعلموا یا اُولی الابصار ما

جنون عربانی | ایک صاحب جن کو اصرار ہے کہ فی الحال ان کا نام صیغہ راز میں رکھا جائے، اس تلاش میں ہیں۔ کہ کوئی بڑا باغ بی بی کے مشافعات میں مل جائے۔ جہاں ایک انجن نگوں کی قائم کی جائے۔ یہ صاحب (ہلال ظہر ہے) اس سال جرمنی میں رہے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ یہ تحریک اخلاق کیلئے بھی مفید ہے اور صحت کیلئے بھی۔ وہ کہتے ہیں کہ جب لوگ ایک دوسرے کو نہ دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے میلان میں بالکل کمی آجاتی ہے۔ اور صحت بھی بہت اچھی رہتی ہے۔ انہوں نے ایک ہفتہ

ہے کہ یہ رقم اس سکیم پر صرف کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس تحریک کا لٹریچر بھی موصوف جرنی سے ساتھ لائے ہیں جس کا ترجمہ کر کے مسبروں کو دیا جائیگا۔ اس لٹریچر کی ایک کتاب انہوں نے اداۃ "ہلال کو کھلائی جس کے مضامین اداۃ ہلال کے نقطہ نظر سے بالکل نئے سکر وہاں مضامین کے مداح تھے۔

جواب اس تحریک کیلئے لے کر اداۃ ہے۔ ہمیں ایک بار دہلوا دی جانی جائے گی۔ اور بے فکروں کی محفلیں ہے شرمی دلے جانی کی خوب تردید و اشاعت کر سکی ۴

خود غرضی کے عواقب و نتائج | بہاراجہ صاحب اور کاچو کچھ حشر ہوا۔ وہ ظالم و جاہل علیان ریاست کے لئے درس عبرت ہے۔ مگر بہاراجہ آغاز کار ہی میں خیر خواہوں کا مشورہ سنتے۔ اور خود رائی سے کام نہ لیتے۔ تو ان کو یہ روز بد دیکھنا نہ بڑا تلمسکی ہندوستانی والی ریاست کا اپنی حکومت سے یوں بے دخل کر دیا جانا اور ریاست پر انگریزوں کا مسلط ہونا کسی ہندوستانی کیلئے بھی خوشگوار منظر نہیں۔ لیکن "خود کردہ راجہ جیست" اگر دلیان ریاست حکومت انگریز کی کاہن تم کا موقع ہی نہ دیں۔ تو کبھی ایسی صورت پیش نہ آئے۔ بہاراجہ صاحب نے ایک طرف مسلمانان ریاست پر ایسی سختیاں شروع کر دیں جن سے ہشتعال پیدا ہونے کے سوا ریاست کو کوئی فائدہ نہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً مکان ترقن کی ہندش یا مسجدوں اور مقبروں پر ریاست کا قبضہ ہمارا ج کے خزانے کو معمر نہیں کر سکتا تھا۔ اور ان کے وقار و اقتدار میں اضافہ کا باعث نہ ہو سکتا تھا۔ انہیں نے خود خواہ مسلمانوں کو پریشان کیا۔ اور جب مسلمانوں نے اس بے جا تشدد کے خلاف آواز بلند کی۔ تو ان کی پکڑا دھکڑا شروع کر دی۔ اور اس دارہ گیر کو اس حد تک خوفناک بنا دیا کہ مسلمانوں نے اپنی عافیت کو خطر سے ہم دیکھ کر ریاست ہجرت شروع کر دی جب اس مسئلہ کے متعلق انجمن تبلیغ الاسلام اہلہ اور وزارتے ریاست اور کے دسیان سمجھوتہ ہوئے لگا۔ تو بہاراجہ صاحب نے اپنے فیصلوں کو ٹھکرا کر انہیں بھی ذلیل و رسوا کر دیا۔ اور اپنے لئے بھی مزید مشکلات کا سامان پیدا کیا ریاست کی کاشنکار آبادی پہلے ہی سے سخت مسائب جمیل رہی تھی۔ موجودہ بدحالی نے زمینداروں کو بالکل ہی مایوس کر دیا۔ وہ ریاست کا مالیہ (جو سرکاری ملاقات کے مالیہ سے باج گنا ہے) ادا نہ کر سکے۔ اور انہوں نے ریاست میں مظاہرے شروع کر دیئے۔ اس پر سبھی نے اس کے کہ بہاراجہ صاحب معافی مالیہ یا دوسری رعایات کا اعلان کرے۔ آپسکے حکام نے گو بند گلوہ میں نہایت بے دروازہ و سفاکانہ گولی چلائی اور بہت سے بے گناہ میواتوں کو خاک و خون میں لٹا دیا۔

حالات بہانے کے خطرناک ہو گئے کہ حکومت انگریزی کو اپنی فوج اویں بھیجی پڑی اس کے بعد بعض انگریز حکام کو بھی تعین کرنا پڑا۔

تاکہ وہ غیر جانبدارانہ طریق چھالات کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ اگر اس وقت بھی بہاراجہ صاحب کسی قدر مدافعتی اور ہوشمند سے کام لیتے تو کچھ مدت کے بعد انگریزوں کو ہنس دیا جاتے لیکن اپنے اوپر کچھ سنگھٹی چٹھوں نے ریاست کے اندر ہندو کم کشش پیدا کرنے کی سازش کی جس کا مقصد ایک تو یہ تھا کہ مسلمانوں کی سرکوبی کی جائے۔ دوسرا مطلب یہ تھا کہ انگریز ہو کر تمام پرزوں میں جیتا۔ یہی مقصد تھا

اسلام کی علوم و ازیان

(زشتہ ملک غلام فرید صاحب)

یورپ میں حقیقی نشاۃ ثانیہ یوں اور مودوں کی علوم و ازیان کے زیر اثر وقوع پذیر ہوئی نہ کہ پندھویں صدی کے ماتحت یورپ ایک طفل نوزاد تھا۔ اور اس کا گہوارہ سپانیہ تھا۔ اور اٹلی، بریتانیا میں سنڈا ٹوبے ڈوبے۔ یورپ جہالت و ادب کی تاریک ترین گہرائیوں تک جا پہنچا تھا۔ بحالیکہ مشرقی دنیا کے بلاد و تہذیب اور طالع و تہذیب اور علمی سرگرمی کے مرجع و منبع تھے۔ وہ نئی روح جس نے آئینہ انقلاب انسانی کے ایک نئے قالب میں جلوہ گر ہونا تھا۔ یہیں سے پھوٹی گئی۔ جس دن سے کہ مسلمانوں کا ذوق علمی عالم شہو میں آیا۔ ایک نئی زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اور کتاب تخلیق انسانیت

مدینۃ الرسول میں علم و عرفان کے چشمے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل علم کو مسلمانوں کا مقدس فرض قرار دیا تھا۔ اپنے فرمایا تھا کہ طلب علم میں اپنا گھر بار چھوڑنا ہے۔ وہ خدا کی راہ میں چلتا ہے۔ آقا کا یہ فرمان تھا کہ خدا کے قلوب تمہارے علم سے گرم کئے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر با صفا ان زلال کے جو آغا خلافت میں عرب قوم پر وارد ہوئے اسلام کے دار الحکومت میں ابتدا بھی علوم و فنون کی طرف سے کوئی بے اعتنائی نہیں برتی گئی۔ حضرت علیؓ اور آپ کے نبی ختم حضرت ابن عباسؓ علم و شرف و تاسخ و ریاضی پر جمع عام میں تقاریر فرمائی۔ اور دیگر اصحاب فن قرأت و تریل کے استاد بنے۔

فلسفہ و طب کی درگاہیں جو بطوریوں نے اُریسہ اور یسین میں قائم کی تھیں۔ سین ابجری کی ابتدائی دہائیوں میں ہی ٹوٹ چکی تھیں۔ پس وہاں کے حکماء و متعلمین نے مدینہ کی راہ لی۔ مدینۃ الرسول میں پڑھنے کے دل و دماغ مجتمع تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں میں تحصیل سائنس و ادبیات کی ایک لہر پیدا کر دی۔ اور طلب علم کی ایک غیر معمولی رد و مدینہ سے جانب دمشق و نعلی، جہاں صرف نوحا و علم اللسان کا شغف و پیش رہتا۔ فلسفہ یونان و دیگر علوم کی تدریس ہوتی۔ تا لیغات اربطہ ہالینوس و بلطیموس کے تراجم کئے جاتے۔ اور شہرہ یحیٰ خالین یزید نے الکیما پر کتابیں لکھیں۔

تاہم دوسری صدی ہجری میں علم و ادبی سرگرمیاں پورے طور پر مسلمانوں میں شروع ہوئیں۔ اور اسکی خاص وجہ تحریک عربوں کا شہرہ یوں میں سکونت پذیر ہونا تھا۔

واحدی فراط میں علوم و فنون کی نشاۃ دہلی
ذات کی مرتبہ زرخیز وادی جو مغربی ایشیا کے دو حصے دیالوں سے سیراب ہوتی ہے۔ تو ہم الامام قیام گاہ سلطنت اور مرکز علم چلی آتی ہے۔ اسی سنگ میں باہلی اور سلجوقی خاندان کے بعد دیگرے آئے۔ یہیں برب و جلالہ وادی بنا ڈالی گئی۔ جو مدلیں الامام کا دار الحکومت رہا جو یہی جہاں جسے دینک عالم و عقل اگر جمع ہو تو یہی شہر عالم ثابت۔ شعرتان اور نیز طب، فلسفہ، موسیقی اور دیگر فنون کی سلطانیں جاسیہ شامہ اور بربانہ وادی فرات

تھے۔ اس سچی میں ذکاوت شریف کے پہلو بہ پہلو فلسفہ قدیم سائنس ریاضی اور تصانیف جالینوس ڈاکنو رائیڈس اوسطالین و بطلمیوس کا سیر مطالعہ ہوتا تھا۔ ایسے وقت میں جب عیسوی یورپ جہالت و بربریت کی تاریکی میں سرگرداں تھا اور غالی عیسیت سائنس و فلسفہ کا قلع قمع کر رہی تھی۔

ہندوستان اور چین مدت مدید سے خواب غفلت میں پڑے سو رہے تھے۔ اور مشرقین کے ایک طرف جال بلب بولنا و رد واک بے بہا خزانہ تھے۔ اور دوسری طرف ایران کے زرد جواسر و پس الہی کے لئے مقدس مقدس تھے۔ کہ وہ اپنی ہمہ گیر ذہانت اور مرکزی حالت کے باعث نوع انسانی کے استولانیوں مشرق میں بغداد اور مغرب میں قرطبہ و پڑے سر کر رہے جہاں سے انہوں نے دنیا کے دور ترین کناروں کو نور علم سے منور کر دیا۔

عباسیوں کا عہد علماء و فضلاء جو عباسیوں کے زمانے میں روئے افروز ہوئے۔ ان کا ذکر کئی جلدات چاہتا ہوں۔ پہلے اہل ایجادات و اختراعات بن محمد بنای وندی عرب کے نہایت قدیم مخبول میں سے ہیں۔ انہوں نے منصو کا نام سلطنت دہلا احمد نے اپنے ذاتی شہادت کی بنا پر نجوم کا ایک نقشہ تیار کیا جس کا نام المستعمل ہے جو یونانیوں اور ہندوؤں کی تعلیمات میں ایک یقینی اضافہ تھا۔ منصو کے زیر سایہ اہل سائنس و فلسفہ بطلمیوس کا دوبارہ ترجمہ ہوا۔ اوشہ و مخبول سفیل علی یحییٰ بن ابی منصور اور خالد بن عبداللہ کے نقشہ تیار کروئے۔ ان کے شہادت خط معتدل اظہار کشف مظاہر و ذنابا و دیگر تغیرات سماوی سے متعلق تھے۔ نہایت پیش بہاد و علم انسانی میں معتد بہ اضافہ کرنے والے۔ الکندی نے مختلف مغنیات مثل حساب و فلسفہ امسات، علم شہاب، اثاقب، علم بصر و طب پر قریب دو سو کے کتب لکھیں۔ ابو معشر نے تغیرات ماری کے مطالعہ کو اپنے لئے مخصوص کیا۔ اور کتاب زج ابی معشر ہمیشہ عالم نجوم کا ایک خاص ماخذ رہی ہے۔ موسیٰ ابن شاکر کے بیٹوں کے انکشافات جو سورج اور دیگر سماوی کی اوسط حرکت معلوم کرنے سے متعلق ہیں۔ یورپ کے تازہ ترین انکشافات کے لگ بھگ ٹھیک ہیں۔ ابو الحسن نے دور بین ایجاد کی۔ البطلانی کا نجوم دانوں میں بڑا وجہ ہے۔ اس مشرقین کا بطلمیوس کہتے ہیں اس کے نقشہ جات نجوم صدیل یورپ میں علم نجوم کی بنیادی عمارت رہے ہیں۔ تاریخ علم ریاضی میں وہ وحیث جیسے تھی اور تمام عجیب کا مخترع ہونے کے نہایت معروف ہے۔

مرف عباسی ہی علم و ہنر کے حاکم رہے۔ بلکہ اوروں کے زیر سایہ بھی طبیبوں، ریاضی دانوں اور اہل نجوم کی ایک جتنے ترقی پائی۔ مگر یہی کے انکشافات ہیں ابجدی گرامی و خط معتدل اظہار و فی نے انسانی ذہن و علم میں پیش قدم اضافہ کیا۔ نجوم اور علم شمس میں داخل کیا۔ اور بطلمیوس کے نامکمل نظریہ قمری کو ترقی دی۔

نبی فاطمہ کا اوروں میں نبی فاطمہ کے زیر سایہ تازہ علم و حکمت کا ایک نیا مرکز بن گیا۔ ابن یونس کے حالات اس نئی سیر فیضان علم و حکمت گری کا پتہ چلتا ہے جو قاهرہ کے اندر طبع علم میں برسرِ کار تھی۔ وہ اپنے ذہن کی متنازع ترین ہستیوں میں سے تھا شافعی اور اسکی مقررہ شمس و وقت کا اندازہ لگانا ہی کی ایجاد ہے۔ ابن یونس بیاض اپنی کتابت عظیم زج الاکسیر لکھی کے مشہور

ہے۔ جسے اہل یونان و ایران اور اہل چین اور ہندو نے بطور خود شائع کیا۔ ابن یونس کے انکشاف کو ابن النبی اور یحییٰ نے جاری رکھا۔ مؤرخ الذکر کی شہرت کا باعث اس کا انکشاف ”الکشاف فضائی“ ہے۔ وہ ایک ممتاز عالم بعصر وہمہندس تھا۔ بصابت کی مہلی کے متعلق یونانیوں کے غلط خیالات کا اسی نے ازالہ کیا۔ اہل پہلی بار اسی نے ثابت کیا کہ کوشی کی شعاعیں ہر طرف اشیا سے اکرانہ پر پڑتی ہیں۔ انکھ سے نکل کر بیرونی اشیا سے نہیں ٹکراتیں، پرچہ چشم کو اس سے بعد کا مرکز قرار دیا۔ اور ثابت کیا کہ جراثیم اس پر پڑتے ہیں۔ وہ براستہ اھما جیسم دماغ تک لے جاتے ہیں۔

ہمسایہ کے
انوار مہدی

باعت علوم مختلفہ یوپیچ پانیہ کا شہر مندہ احسان جو مغرناطہ سوجل اور طالوہ شہر و علمی مرکز ہے میں قریب جسے مطلع الاذواق ”کہا جاتا ہے یورپ میں تحصیل علم کا مرجع تھا۔

یورپ کے جس سے طلباء وہاں کے علماء سے پڑھنے آتے تھے علم طب، نجوم، جہیز فہرہ، کیمیا، تاریخ، فطرت کا مطالعہ طلبہ میں بڑے ذوق سے کیا جاتا۔ مذہب صاحب فرماتے ہیں کہ ”دنیا کے اس بزرگ زیدہ گوشہ میں ادب و سائنس کے مذاق کی پیروی دسویں صدی میں ہی ایک روادری پیدا کر دی تھی جسکی مثال آج ملنی محال ہے۔ ہسائی، سپودی اور سلمان ایک ہی بول بولنے ایک ہی گیت گانے ایک ہی طرح کے علمی و ادبی مشاغل میں شریک ہوتے تھے۔ تمام رکوس جو قوم کو مدیہ دیان حاصل نہیں ملتا دیکھیں تہذیب اخلاق ایک مشترکہ مقصد تھا جس میں سب مل کر اور ہم نوا ہو کر مصروف کار ہوتے تھے حتیٰ کہ قریب کی مساجد سائنس و فلسفہ کی مجلس کیلئے مگر میوں کا مرکز بن گئیں۔

یورپ کی سب سے پہلی رصد گاہ عربوں نے تیار کی۔ گیرالڈہ یعنی مینار سوجل بغرض مشاہدہ افلاک جابر بن عاقی ایسے شہر ہندس کے زیر اہتمام ۹۱۰ء میں تعمیر ہوئی۔ لیکن موروں کے اخراج کے بعد اسے گھنٹہ گھر بنا دیا گیا۔ ہسائی آتھمی نہ جانتے کہ کاشف کیا ہے عمر بن محمد بن ابی سلمہ مغربی اور شہرہ بان رشدا بن نامور سوجل کے گڑھ چند ایک ہیں جو باوجود صدیوں میں رہے ہسائیہ ہی ہیں محمود و غزنوی کی مغربی افزہ میں بھی ہسائیہ شہر اور بغداد سے کچھ کم سرگرمی کا عالم نہ تھا پھر محمود و غزنوی ایسے شہر بادشاہ سرپرستی علوم و فنون کے تحت بھلا شہر کی بھی وہی حالت تھی۔ لیکن پل صاحب قول کہ کہ پلین نے علم ہنر کی بہترین تدبیر اپنے مفتوحہ ملک کے لکھنویس کی تربیت و زینت میں صرف کی لیکن محمود اس پر گئے سبقت لیگیا۔ کوس نے خود شاعروں اور مناہلوں کو اپنے دیباچہ زینت افزا کر دیا۔ ”اسکے بچوں کے شہر میں بچہ و خضر کے کنارہ دل سے ایران و خراسان کے مشرقی علوم کے چشم چراغ ملے کوس اپنی ملازمت میں کھینچ لایا۔ ادب و ملازمتیں بلا کر انہیں آمادہ کیا۔ کچھ کچھ و باغ فلک آثار کا طواف کریں جیسے سیکرہ راج کا طواف کرتے ہیں۔ بیرونی ہندس فلسفی ریاضی دان، اختر فہرہ دان، ہذا کچھ نویس، محقق زبان سکنت اور علم کیمیا اور طبعیات میں صاحب تصنیف بھی کچھ تھا۔ فارابی، فلسفی، مقبلی، مورخ اور بادشاہ کا معتدخص بھی یعنی یعنی مشرق کا مہرٹی پے ٹھہری، فرخی، عسجدی پھر سب بڑھ کر فردوسی ایران کے پھر جس شاہنے نے وہ علم دیا ایران کے بہادر کو زندہ باعید بنادیا ہے۔ یہ وہ خستینستین ہیں جن پر جو کی نظر لطف رہتی۔ اور انہیں نے بھی اس کے عوض میں غزنی کو فنا تازہ جنگوں کی شہرت سے کہیں زیادہ نامور بنا دیا۔

ہلاک کے غارتگر سارے کے ماقبل بغداد کی تباہی نے مسلمانوں کے اس بڑے مرکز میں ان کے تھکن و تعلیم کو ایک جاکھانہ مہم پہنچایا لیکن دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جانے کیا جادو بھرا تھا۔ کہ تیس سال سے کم عمر میں خود خراج مفتوح بن گئے چنانچہ ہلاک کا پڑنا وہ لفظ مغربش اسلام ہوا پھر اس کے جانشین علوم کے بڑے مرتبی رہے۔ تیمور ایک مخلص مسلمان تھا جو دہویں صدی میں اس کے ماقبل شیعہ کے اندر ایک بڑی سلطنت جو پذیر ہو گئی تیمور سائنس اور شعر و سخن کا حامی تھا اپنے زمانہ کے عاملوں اور بہر مندوں کی محبت کو دہست رکھتا تھا خود بھی صاحب تعینف تھا۔ اور کثرت ایک قانون ساز اس کا رتبہ کچھ کم نہیں ہے۔ اس پر شکوہ درگاہیں عالی شان مساجد و معتبے تھے جو سرحد اور سلطنت کے دیگر بڑے بڑے شہروں میں قائم تھے۔

مسلمانوں کے بحیثیت مہدیٹ طبعیات کے اہل بانی سہانی عرب ہی ہیں علاوہ دیگر علوم کے علم النبات اور علم طبقات الارض میں کمالات علمی و فنی بھی مسلمانوں کے قابل ترین اشخاص معروف و کاد رہے ہیں ہم کیمیا بحقیقت ایک علم کے لایک مسلمانوں کی ایجاد ہے نیز علم البدن، الطب اور فن جراحی کو انہوں نے کمال تک پہنچا دیا۔ انہوں نے کیمیا دی دماغانے جاری کئے۔ شفا خاں نے کھولے، الہی ان سینا۔ ابو القاسم خلف ابن عباس، ابن رشد، البیطار، نہایت ممتاز طبیب ہو گئے۔ یہ جہنم نے دنیائے تحصیل پر اس قدر نقش بٹھائے ہیں کہ مٹائے مٹ نہیں سکتے۔ اور ان کے نام پر کبھی بھلائے بھول نہیں سکتا۔ ابن سینا یقیناً اپنے زمانے کا قابل ترین شخص تھا۔ قد رکنے اسے ایک عالم اور ایک ادیب ہو گیا۔ بلکہ تعریف عطا کیا تھا۔ وہ فلسفی تھا، ریاضی دان تھا، جہندس تھا، شاعر اور طبیب۔ آج تک دور بر غفلتوں پر اس کا سکھ جما ہوا ہے۔ اور کجا طور پر وہ مشرق کا ارسطو کہلاتے کا سستی ہے۔ طبعیات اور علم موجودہ وغیرہ میں شفا اور طب میں ایک اگر تقدیر جمع العلوم قانون اس کی اہم تعریف ہیں۔

ابریٹ بری فلاسٹ، رنسطراڈ ہیں۔ کہ ہمارا سائنس عجائب حیرت افرا انکشافات یا انقلابات کی سر قیاسا ہی کے عربوں کی ہر منت نہیں۔ بلکہ حتیٰ یہ کہ کوئی ایسی ہستی کا باث ہوئے ہیں۔

جدید سائنس کے موجد معلوم ہے کہ قدیم زمانہ میں سائنس موجود نہ تھا۔ یونانی اور ہندو یونانیوں کیلئے ایک غیر ملکی در آمد تھی۔ اور **عرب ہی تھے**۔ یہ چیزیں یونانیوں کے منہ غل علمیں ہیں۔ اور غور و دخل بھی نہیں۔ بیشک یونانیوں نے رابطہ مابین کھلے اور نظریئے قائم کئے لیکن مخلص شیت علم کے حصول میں جابر بن حیدر و جہد سائنس کے تئیں قواعد مکمل و مفصل مشاہدات تجربی تحقیق یہ باتیں یونانیوں کے عین خلاف طبعیت و واقعہ ہوئی تھیں۔ قدیم شاہد دنیا میں شخص اسکندریہ میں سائنس کی کسی قدر تحقیقات کا کئی لیکن جو جسے آج سائنس کہتے ہیں وہ یورپ میں ان جہیزوں کے نتیجہ میں پیدا ہوئی یعنی تحقیق کی نئی روش تحقیق کے جدید طریق طریق تجربہ شاہدہ ہر سائنس اور علم برائے کسی اس حد تک ترقی یونانیوں کو میسر نہ تھی۔ یہ روح اور یہ طریقوں کی بدولت یورپ میں داخل ہوئے کسی نے سچ کہا ہے کہ یورپ اچانک ثانی کی تار کھ کھینچ اور ان اثرات کا ذکر نہ کرنا جو مٹل عرب نے یورپ پر ڈالے یہ ایسی ہی عجیب بات ہوگی۔ کہ کوئی شہزادہ نہ مارک کے سوانح میر قلم کر کے اور مہلت کے ذکر کو حذف کر ڈالے۔

مسلمانوں کا فن تعمیر ان میرین مسلمانوں کے کمالات کسی بیان کے محتاج نہیں مغرب مشرق میں انکی اقامتات الصالحات قائم ہیں

جورج ملک دنیا سے خارج تھیں و آخرین وصول کر رہی ہیں۔ مشرقی فن تعمیر کس شان و شکوہ اور خوبی و برتری کا مظاہرہ اس دعا کے ثبوت میں گھر ایک شاندار ناطق ہے۔ وہی فن تھا جس نے غرناطہ کو نہایت عالم اور طلبہ کو حسن آباد بنا دیا تھا۔

بحالت موجودہ دیوان فح پور سیکری کی نسبت لین پول صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان کا پاپسی آئی ہے اور بحفاظ اپنے لاشانی اور پائندہ منظر کے ایک عجائب گھر جیسے لیلیف اور نزاکت پسند اور ملک نے تعمیر کیا۔

پھر ترجیح محل کا تو ذکر ہی کیا کہ عظمت و شان میں دنیا کی کوئی عمارت اس کی ہر سہ نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ یہ ایک مسلم خوب ہے۔ سنگ مرمر میں منقوش جسے ٹیش نے تجویز کیا۔ اور جو ہریل نے بنایا یہ تکمیل تک پہنچا دیا اور بالفاظ زور فرانی "اس میں فقط ایک شیشے کے غلاف کی کسر باقی ہے۔"

تاریخی تحقیق چوتھیں | بحفاظ تاریخی تحقیقات مسلمان دنیا کی نہایت ترقی یافتہ اقوام کے دوش بدوش ہیں۔ ان کے فن عمارت جغرافیہ اور علم النسل علم تاریخ ہی میں داخل تھے اور ان کے بہترین حلق اس طلاؤز شعبہ علم میں داخل ہو گئے۔ ہنرمند صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح نگاری سے شروع کر کے انہوں نے تاریخ کو ایک مستقل علم کے درجے تک پہنچا دیا۔ سچلے درجے کے سوانح نویسوں سے قطع نظر ہم یہاں چند ایک مشہور موضوع کی شاندار تصانیف کا ذکر مقصود ہے۔ مثلاً مسعودی، طبری، ابن حبان، بیرونی، ابن البراء، ابن کثیر، ابن خلدون، مقربوزی، ابن خلدون، یوگ محض موصوف ہی نہ تھے بلکہ فلسفیانہ انداز غرافیہ میں دستگاہ رکھتے تھے۔

مروج المذہب مسعودی کی تصنیف عظیم ہے جس میں موصوفانہ جوش تحقیق کی روح تمام مذاہبات پیش آمدہ یا شنیدہ کا انضباط، معنی خیز تجربے، فراخ دل، انما تعالیٰ پر بیعت نظر مسعودی کے نمایاں جوہر ہیں۔ مسعودی کو عرب کا ہیروڈوٹس کہتے ہیں۔ اور بجا کہتے ہیں۔

طبری جیسے عرب کا لوی کہنا چاہیے۔ تاریخ الرسول والملوک ایسی بزرگ تصنیف کا مصنف ہے۔ الکامل، ابن اثیر کی شاندار تصنیف ہے۔ ادق تو یہ ہے کہ اپنی طرز کی لا جواب کتاب ہے۔ ابن حزم فاضل ترین شخص تھا۔ وہ ہر پانی مسلمانوں میں بہت زیادہ حیرت طراز طبیعت اور اپنی ہمہ گیر ذکاوت اور گہرے علم کے سبب ان میں بغاوت ممتاز اس کی نہایت قابل قدر تصنیف کتاب الملل والنحل ہے۔ بحیال سرو ولیم جونس ابن خلدون کی تصنیف و قیات الاعیان بحفاظ ایک عام تذکرہ ہونے کے دنیا کی بہترین کتاب ہے۔ بیرونی کی مشہور تصنیف الاثار الباقیہ ہے لیکن اسلام کے سب سے بڑے محقق علامہ ابن خلدون ہیں۔ انکی عہد آخرین تصنیف کتاب العرب کے آغاز میں ایک مقدمہ ہے جو بجا ہے تو ایک ذخیرہ ہے۔ علم کا اور فلسفیانہ مباحث کا مقدمہ میں علامہ موصوف آغاز تمدن، ترقی، تہذیب اور خاندانوں کے عروج و زوال کے اسباب پر بحث فرماتے ہیں اور علامہ دیگر امور کے اس موضوع پر بھی اپنے قلم اٹھایا ہے۔ کہ قومی چین کی ساخت میں آئے ہوا کون کونساں نکتہ محل ہے علامہ موصوف اپنے پہلے دور موجود زمانہ کے بڑے متوفین سیکیا دینی لوگوں کا پیشوا بجا طور پر سمجھے جاتے ہیں۔

اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

النَّجَاتُ

تیسرا باب

نجات ————— میں

(گدشتہ سے پیوستہ)

یہ ایک قاعدہ ہے جسے ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی صحیح کہہ سکتا ہے۔ کہ جب دو نقاط مفروضہ کے درمیان چند خطوط وصل کئے جائیں۔ تو بہر حال ان خطوط میں سے سیدھا خط ایک ہی ہوگا۔ اور باقی سب خط ٹیڑھے ہونگے۔ پس اگر ان ٹیڑھے خطوط میں سے کوئی ایک خط یہ جھوٹا دعویٰ کرے کہ میں ہی سیدھا چل رہا ہوں۔ حالانکہ اس کا رخ شروع ہی سے سیدھا نہیں ہے۔ دوسرے نقطہ کی طرف چل پڑے۔ تو وہ نقطہ بالخصوص سے کوسوں دور جالکلیگا اور ہرگز نقطہ مطلوب تک نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ حقیقتاً اس نے اپنے رخ کو شروع ہی سے دوسرے نقطہ بالمقابل کی طرف سیدھا نہیں کیا ہے۔ بلکہ اپنے غلط زعم کے مطابق ٹیڑھے رخ کو سیدھا تصور کر لیا ہے۔ جو سراسر غلاف واقعہ اور غلط ہے۔

ترسم زسی کعبہ اے اعرابی

کیں رہ کہ تو میروی پر ترک تالست

اب ہم دو نقاط سے مراد خالق و مخلوق لیتے ہیں۔ ان دونوں نقاط کے اندر خط وصل جس قدر کہ ہیں۔ اور نیز دونوں کے باہمی تعلقات کو جس قدر کہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اعتقادات و اصول مذاہب مختلف ہیں۔ بہر حال ان سب مختلف اصول میں سے صرف ایک ہی مذہب کی اصل بالکل راست اور صحیح ہے۔ باقی سب غلط۔ کیونکہ اگر تمام مذاہب کے مقررہ اصل صحیح مان لئے جائیں۔ تو ہرگز دنیا کے اندر مذاہب متعدد نہ ہوتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ غذائی مذہب ایک ہی ہے۔

ایک سے جب دو ہوئے تب لطف کیتا فی نہیں

یعنے منشاے مبارک الہی اور فطرت انسانی کے مطابق صرف ایک ہی مذہب سچا ہے اور بس۔ سو وہ سچا مذہب خدائی اسلام ہی ہے۔ اسی واسطے قسطنطین مجیدی میں ارشاد ہے۔ **إِن الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ** اس سے یہ نتیجہ نڈاخذ کر لیا جائے کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام مذاہب پر ہی تفوق رکھتا ہے۔ بلکہ آئندہ کے مذاہب پر بھی اسے فوقیت و برتری حاصل ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی مذہب بھی اپنے اصل و قائم نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی کر سکیگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** و **اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام** دینا ۵ کے فرمان واجب الاذعان سے نہر اختتام نکا دی۔ پس مسلمان لوگ سچائی مہمل مذہب کے لحاظ سے جہاد کرنا کر سکیں بجا اور درست ہے۔ واقعی نامسلم لوگ در ذاک حسرت سے ہکا بھکا کر عنقریب چلاؤں گے ۵

اینجا غم معیشت و اینجا سزا نے عصیاں

آسائش دو گیتی بر ماحر ام کر دند

اور قرآن مجید کی آیت زر سے لکھے جانے کے قابل آیتہ ۱۔ **رُبَّمَا يُوَدُّ الَّذِينَ لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ** کا بار بار تکرار کریں گے۔ یعنی ایک دن وہ ہو گا۔ کہ جو لوگ اسلام سے منکر ہیں بڑے افسوس سے یہ کہیں گے۔ کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔

حکمراس وقت انہیں اپنے ٹیڑھے یا غلط مذہب کی بٹ دھرمی اور تعصب نے اقرار اسلام سے روک رکھا ہے۔ میں اسلام کے متعلق تو اصل بیان کر چکا ہوں مگر دیگر مذاہب دنیا کے اصول کو ابھی تک میں نے قلمبند نہیں کیا۔ چنانچہ اب انہیں لکھتا ہوں۔ تاکہ منصف مزاج ناظرین خود ہی موازنہ کر لیں۔ کہ واقعی کونسا مذہب سچا ہے۔ اور کس مذہب کے اصول فطرت انسانی اور منشاے یزدانی کے بالکل موافق واقعہ ہوئے ہیں ۵

سپر دم بتو مایہ خویش را ۱۱۷

تو دانی حساب کم و بیش را

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسلام تو کل پیدا ہوا ہے۔ اس نے جہاد اصول اختیار کئے ہیں۔ وہ پہلے مذاہب میں سے لئے ہیں۔ تو اس کا یہ کہنا لامحال ہے۔ کیونکہ دیکھنا تو یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی دنیا کے تمام مذاہب میں سے کس مذہب کے اصول حقیقت نما اور امن پسند ہیں۔

نیز مجھے اس اندراج اصول مذاہب دنیا میں منصب ترجمانی سے بڑھ کر زیادہ رتبہ حاصل نہیں ہے۔ اگر کوئی غلطی ہو تو معاف رکھا جائے بلکہ صحت کی اطلاع پانے پر تہ دل سے شکور ہوں گا۔

اصول مذاہب دنیا

تاریخ معجم یہ کہہ رہی ہے کہ اول ہی اول دنیا کے اندر مذہب کی بنیاد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وجود باوجود کے ساتھ ہی رکھی۔ جو بالکل مطابق اسلام تھی۔

جب دنیا نے ابتدا کے ذرا آگے قدم رکھا۔ اور نفوس انسانی نے قابلِ محاذ شامو دکھایا۔ کومر و مدت نے حضرت آدم کے مذہبی سکے کا چمنِ خندوش و خشوشِ خمیرایا۔ اور اس دن و اختتام میں بھی ایک نمایاں فرق آیا۔ لہذا اشیئتِ ایزوی نے دنیا میں کیوسرٹ کو سبک پہلا بادشاہ بنایا۔

بعض کہتے ہیں کہ کیمورث مہیا نیل کی اولاد میں سے تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھا۔ مگر حضرت امام محمد غزالی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب نایبیت الملوک میں لکھا ہے کہ کیمورث حضرت شیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانی تھا۔ اور آتش پرست لوگوں ہی کے کیمورث ہی کو آدم علیہ السلام کے نام سے نامزد اور پیغمبر اولین کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ پس بطرح سے کیمورث کے شجرہ نسب میں اختلاف ہے۔ اسی طرح سے کیمورث کی عرب میں بھی اختلاف ہے۔

کیو مرث کی عمر ایک ہزار سال کی لکھی ہے۔ ہزار کے ہندسہ میں تو کوئی اختلاف نہیں، مگر اختلاف ہے تو سال کے لفظ میں ہے۔ بعض کے نزدیک سال سے مراد ہمارا مروجہ بارہ مہینے کا سال ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک سال ہمارے آج کل کے تیس روزہ ایک مہینے کا نام تھا۔ اور بعض اسکو مہفتہ اور روز سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر اکثر اتفاق اس پر ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے ایک مہینہ کو سال کہا جاتا تھا۔ اس حساب اور رائے سے کیو مرث کی عمر ایک ہزار ماہ کی ہوئی جس کے تراستی سال اور چار ماہ ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کیمرٹھ نے غنائی حکومت و امت اختیاریں لیتے ہی امت مسلمہ کلکی کے علاوہ صلاحیت مذہب کی طرف بھی توجہ کی۔ اور رب سے پہلے جو مذہب دنیا میں جاری کیا اس کا نام مذہب سہا میں مشہور ہوا۔ اور اس نے پیردان سہا کی کہلائے جانے لگے۔ اور کھٹندہ کے لئے مذہب کا سلسلہ دنیا میں جاری ہو گیا۔

یہ یاد رہے کہ ہر ایک مذہب کے مخصوص اصول ہی بیان ہوں گے۔ کیونکہ جب ایک مذہب کے اصول ہی میں از روئے علم عمل مرورِ مدت نے کچھ اختلاف پیدا کر دیا۔ اور باہم افراط و تفریط شروع ہو گئی۔ تو دوسرا مذہب کی اصلاح قوم اور رلیفِ دمر کی وساطت سے جاری ہونا لگیا۔ اور وہ دوسرا مذہب الیاہی جاری ہوتا لگیا۔ کہ عیسا اس وقت کی مزدیات متقنی تھیں۔ حقیقت متوصل قوم کا یہ اجراء مذہب اپنا سن گھڑت ہی نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ انتخاب اللہ اسکویہ توفیق پہلے ہی سے از روئے سرشت و فطرت ہوتی تھی۔ پس جو مذہب منشا نے ایزدی کے موافق دنیا میں آیا وہ حق ہے اور جو مذہب کسی شخص کی ٹھکانہ اور تفرار خانہ طبیعت کا ایک من گھڑت نتیجہ ہے۔ اس کی وقعت ہندوستان کے مغلیہ خاندان کے بادشاہ اکبر کے جاری کردہ مذہب دین الہی سے زیادہ نہیں ہے۔ (باقی وارو)

Printed by Mohammad Ali Rammaq at
The Wazir-i-Hind Press, situated at
Hall Bazar, Amritsar & Published
by Mohammad Ali Rammaq at
Sharif Gunj, Amritsar.

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرا نہ لیا جائے گا۔

